فتاویٰ عالمگیری اردو

(یعقوب سہارنپور)

★

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی - دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

اور ہم نے تم میں سے ہر ملت کو قانون اور راہِ عمل دی۔

فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

مکمل کتاب الطہارۃ

جُز نمبر ۱

حضرت اورنگ زیب عالمگیر قدس سرہٗ کا عظیم کارنامہ اسلامی دستور کی مکمل انسائیکلوپیڈیا "فتاویٰ عالمگیری" تازہ فٹ نوٹس۔ مفید ضمیموں سلیس و شگفتہ اور بامحاورہ زبان کے ساتھ اردو کے حسین قالب میں

نگرانِ ترجمہ

حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم مفتی دار العلوم دیوبند یوپی

مترجم

مولانا لقمان الحق فاروقی (فاضل دیوبند)

ناشر

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم ابو المعالی دیوبند یوپی

فہرست مضامین فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

ھدیہ

عام خریداروں سے فی جز۔ دو روپیہ چار آنہ (علاوہ محصولڈاک)
ممبران کرام سے ایک روپیہ پچاس پیسے (علاوہ محصولڈاک)
فیس ممبری (دائمی رکنیت کیلئے) ایک روپیہ
ایجنٹوں، تاجروں، لائبریریوں اور مدارس اسلامیہ کیلئے
مخصوص رعایتیں۔ (خط وکتابت سے معاملات طے فرمائیں)

کتابت ظہیر الاسلام — سہارنپوری
طباعت وسیم فائن آرٹ پرنٹنگ پریس دیوبند۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظمؒ دیوبند۔ یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مترجم

کرۂ ارضی تقریباً نصف صدی سے ایک ہولناک اور ہیجان انگیز دور سے گذر رہا ہے ان ایام میں زندگی کی وہ تمام اساسیں متزلزل ہوکر رہ گئیں جن کی بنیاد خدا پرستی، اخلاقی پاسداری پر تھی۔ اس عالمگیر انقلاب کے نتیجہ میں وہ تمام تہذیبیں اور ادیان زندگی کے میدان سے الگ ہوگئے۔ جو اس سے پہلے اپنے افکار و نظریات کو زندگی کیلئے ضروری اور ابدی شمار کرتے تھے۔ برِ صغیر ہند و پاک میں اس انقلاب کا منظر بیس برس کی مدت سے بہت صاف اور واضح دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اسلام کہ ابدی سعادت اور رہنمائی کا مدعی ہے وہ ابھی تک مبارزہ طلبی کئے جاتا ہے۔ بلکہ اس دورِ انقلاب میں اسلام کا دعوئی اصلاح تجدید اور زیادہ نکھر کر سامنے آگیا ہے۔ لیکن سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی یکسر اسلامی نقطہائے نظر اور اخلاقی ضوابط کی پابند ہو۔ مصلحین امت کا تجزیہ بالکل درست ہے کہ ماضی کی طرح حال کا کوئی قدم بھی اس کے بغیر نہیں اٹھ سکتا کہ یہ معاشرہ اخلاص، للٰہیت، اخلاقی برومندی اور عفت و عصمت کی صدائے مسلسل ہوکر رہ جائے۔ انہیں توقعات اور امیدوں کے سہارے خداوند قدوس پر توکل کرتے ہوئے "فتاویٰ عالمگیری" کا یہ اُردو ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ اصلاح و تجدید کے فریضہ سے سبکدوشی کیلئے "فتاویٰ عالمگیری" کی شدید ضرورت کا احساس "تعارف" کے مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس شدید ضرورت کا احساس حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی دامت برکاتہم ورکنگ صدر جمعیۃ علماء ہند و ممبر مجلس شوریٰ دار العلوم کو ایک عرصہ سے تھا۔ چنانچہ موصوف نے دورِ حاضر کے متعدد اہلِ علم کی توجہات اس جانب مبذول فرمائیں۔ لیکن ایسی سعادتوں کا انحصار اپنی کوشش سے زیادہ توفیقِ الٰہی پر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سعادت برادر محترم جناب اظہر صدیقی کے حصہ میں آئی۔ اور موصوف نے "فتاویٰ عالمگیری" کو اُردو میں منتقل کرنے کے لئے میرا انتخاب فرمایا۔ دیوبند جیسے علمی مرکز میں علماء کی کمی نہیں۔ اس ماحول میں قرعۂ انتخاب میرے نام پر ڈال دینا ان کے اخلاص اور محبت کی دلیل ہے۔ ترجمہ میں میں نے بساط بھر کوشش یہ کی ہے کہ اصطلاحی الفاظ سے احتراز کیا جائے اور زبان و بیان کو اتنا عام فہم اور سلیس کر دیا جائے کہ جس سے ایک عام اردو داں بخوبی استفادہ کر سکے۔

اثنائے ترجمہ مجھے جب کوئی اشکال پیش آیا تو میں نے استاذ محترم حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہم صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کی طرف رجوع کیا۔ اور بحمد اللہ خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ بلاشبہ آپ کی ذاتِ گرامی دار العلوم کی ان چیدہ و برگزیدہ شخصیات میں سے ایک ہے جو مسلک دار العلوم دیوبند کی ترجمانی کیساتھ اسلامی علوم و فنون پر بصیرانہ نگاہ رکھتے ہیں۔ میں حضرتِ علامہ کا انتہائی ممنون ہوں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر "فتاویٰ کے بعض فٹ نوٹس" اور "تعارف عالمگیری" کے اہم اور ضروری مباحث سماعت فرمائے اور اپنے عالمانہ محققانہ ارشادات عالیہ سے میری رہنمائی فرمائی۔ قارئین کرام حضرتِ موصوف کیلئے درازیٔ حیات کی دعا فرمائیں۔

ترجمہ کے بعد میں نے حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب مفتی دار الافتاء دار العلوم دیوبند کو حرفاً حرفاً اپنا مسودہ سنایا۔ موصوف ایک مرنجان مرنج، وسیع الظرف اور خلیق عالم ہیں۔ موصوف کی ذاتِ گرامی طالبین افتاء کیلئے اپنے "تنوع" کے باعث ایک سرمایہ جذب و کشش رکھتی ہے۔ موصوف کا میں صمیمِ قلب سے شکر گذار ہوں کہ اپنے قیمتی اوقات مسودہ کی سماعت میں صرف فرمائے اور آئندہ کیلئے بھی مستقل نگرانی کی ذمہ داری قبول کی۔ والد محترم حضرت مولانا سلطان الحق صاحب ناظم کتب خانہ اپنی علمی سرپرستی برادر محترم مولانا ریاست علی بجنوری مرتب ایضاح البخاری اور مولانا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم القدر کارنامے "فتاوی عالمگیری" کا تعارف کرانے سے پہلے ہمیں مطلق قانون قانون اسلام اور عالمی قوانین کے مابین اس کے امتیازات کا جائزہ لینا چاہیئے تاکہ اس موضوع پر قدرے بصیرت کے بعد فتاوی عالمگیری" کا صحیح مقام و مرتبہ معلوم کیا جا سکے۔

قانون کیا ہے؟ قانون[1] دنیا کی ان چند حقیقتوں میں سے ایک ہے جن کی ابتدائی جامع تعریف ناممکن ہے بلکہ ابتدائی تو درکنار اسلامی اور غیر اسلامی کی تقسیم کے بعد بھی مغرب کے تصور قانون کو الفاظ کی حدبندیوں میں اس طرح پیش کر دینا کہ اس پر دنیا کے اکثر قانون دان حضرات صاد کر دیں مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ قانونِ جدید کے دس مصنفین کی کتابوں کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ ایک قانون داں کی تعریفِ قانون دوسرے مقنن کی تعریف کیلئے مدلل تردید کا حکم رکھتی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان حضرات میں قانون کی نوعیت اور اصلیت ہی کے بارے میں شدید اختلافات ہیں کسی کے نزدیک قانون محض اہلِ حکومت کی مرضی اور فرمان سے تعبیر ہے۔ کچھ حضرات کے نزدیک ملکی حکومت سے منظور شدہ رسوم و رواج کا نام قانون رکھا گیا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ قانون ضرورت و مجبوری کا پیدا کردہ ہوتا ہے۔ اس لئے صرف حکومت کی توثیق سے قانون کی تعریف مکمل نہیں ہو جاتی۔

اس کثرتِ تعبیر کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات مشترک طریقہ پر ایک ابتدائی غلطی کا شکار ہیں۔ یہ حضرات انسان کیلئے ایک ایسے زمانے کا تصور بھی رکھتے ہیں جب وہ اجتماعی ضروریات، تمدنی زندگی اور باہمی ربط و ضبط سے دور تھا۔ اس انفرادی اور غیر تمدنی زندگی میں چونکہ انسانی افراد ایک دوسرے کے جذبات اور دواعی حیات میں متصادم اور حائج نہ ہوتے تھے۔ اس لئے قانون کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ جب انسان نے ترقی کی اور اس کی انفرادی معیشت اجتماعی معاشرے میں تبدیل ہونا شروع ہوئی تو ان کے جذبات و ضروریات اور حقوق کے تحفظ کیلئے قانون بنا۔ زندگی کی ارتقائی منازل کے ساتھ قانون کا دائرہ عمل بھی وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

انسان مدنی الطبع ہے

لیکن وہ محققین جن پر اسلامی تصور قانون کی چھاپ ہے اس کے شدید مخالف ہیں وہ کسی بھی زمانہ میں انسان کو درندوں اور چوپاؤں کی طرح انفرادی زندگی کا خوگر نہیں مانتے اُن کے

---

[1] قانون دراصل ایک یونانی لفظ ہے جو سریانی زبان کے ذریعہ عربی میں منتقل ہوا۔ عربی میں اس کے اصل معنی مسطر کے ہیں پھر یہ لفظ مقیاس (آلہ قیاس) کے معنی میں استعمال ہوا اس کے بعد ہر جامع اور ضروری قاعدہ کیلئے بولا جانے لگا۔ لیکن فقہاء اسلام کے یہاں یہ لفظ بہت کم استعمال ہوا ہے۔ وہ اس کی جگہ اکثر و بیشتر شریعت، شرع، الحکم الشرعی وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مترجم

نزدیک انسان آفرینش کے پہلے دن سے مدنی الطبع ہے وہ طبعی طور پر ایک دوسرے سے میل رکھنے پر مجبور رہے ۔ چنانچہ اس دنیا میں سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام ہیں ۔ قرآن کریم نے اس اولین عہد کے بارے میں جو تاریخی باتیں بیان فرمائی ہیں ۔ ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان ابتدائے آفرینش سے "مدنی الطبع" ہے ۔ اس لئے قانون کے ارتقائی منازل کیلئے کسی ایسے زمانہ کا فرض کرنا جس میں انسان اپنی دواعی اور جذبات وضروریات میں ایک دوسرے سے بے نیاز تھا ۔ یکسر غلط ہے ۔ لیکن اسوقت ہمیں مغرب کی اس تصور قانون سے بحث نہیں ہے ۔ بلکہ ان مختصر صفحات میں اسلام کے تصور قانون اور اس کے متعلق مباحث سے ہمیں کچھ گفتگو کرنی چاہئے ۔

قانونِ اسلام

ارشاد خداوندی ہے ۔

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات	ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں دیکر بھیجا
وانزلنا لھم بالکتاب	اور ان کے ساتھ کتاب اور میزانِ عدل نازل
والمیزان لیقوم الناس بالقسط	کی تاکہ لوگ انصاف سے قائم رہیں ۔

آیت کریمہ میں کتاب اللہ کو میزان عدل قرار دیا گیا ہے ۔ اس پر عمل اور اس کے افکار ونظریات کو عملی زندگی میں جاری وساری کرنے کی وجہ یہ قرار دی گئی ہے کہ انسان انصاف اور توازن کی زندگی بسر کر سکے ۔ تاکہ اسے رضاء الٰہی حاصل ہو ۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی زندگی کا ہر لمحہ کتاب اللہ کی شرح وتفسیر ہے ۔ ارشاد فرمایا ہے کہ :-

"میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو گے ۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرے میری سنت"

فقہاء کرام اور علماء اسلام نے ان دو چیزوں سے جو عطر کشید فرمایا ہے اسے مختصر تین لفظوں میں علم فقہ علم کلام اور تصوف سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔ اسلام انسانی زندگی کو مکمل طور پر جس امن وسکون سے ہمکنار کرنا چاہتا ہے اس کے ہمہ گیر تصور کے اعتبار سے یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے سے الگ الگ نہیں ہیں ۔ بلکہ اس امن وسکون کیلئے ان سب کی ضرورت بالکل یکساں ہے ۔ تصوف سے وہ علم مراد ہے جس کی روشنی میں انسان کے اخلاقِ باطنی اور ظاہری کی تطہیر کا کام لیا جاتا ہے ۔ علم کلام دراصل انسانی عقائد وافکار اور ان کی صحت وسقم کی رہبری کرتا ہے اور علم فقہ سے انسان کے اعمال ومعاملات کے احتساب کا کام لیا جاتا ہے ۔ انسانی زندگی میں ان سب پہلوؤں کی کامل ضرورت ہے ۔ اگر عقائد وافکار کی رہبری میں کوتاہی ہے تو انسان کا ضمیر ایک دائمی ، اضطراب کا شکار رہ جاتا ہے ۔ جیسا کہ دورِ حاضر کا دین مسیح اپنے عقائد وافکار کے لحاظ سے ایک چیستان سے کم نہیں ۔ اسی طرح اگر نظام اعمال وافعال پر قانون کی گرفت ڈھیلی ہے تو اس سے ایک ایسی فوضویت اور انتشار کو راہ ملتی ہے جس کے بعد معاشرہ کے سکون کی تمنا سودائے خام ہے ۔ لیکن اپنے موضوع کے اعتبار سے ہمارا دائرۂ بحث اسوقت صرف علم فقہ ہی سے متعلق ہے ۔ اور اسی علم فقہ کو دورِ حاضر کی اصطلاح میں "قانون اسلام" کا نام دیا گیا ہے ۔ صدر الشریعۃ نے شرح توضیح میں متقدمین سے فقہ کی جو تعریف نقل کی ہے ۔ وہ تقریباً الفاظ کے اختلاف کے باوصف وہی ہے ۔ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے ۔ تعریف کے الفاظ یہ ہیں "معرفۃ النفس ما لها وما علیها" ۔ یعنی انسان کے حقوق وفرائض کا پہچاننا عہ ۔ محب اللہ بہاری نے مسلم الثبوت میں اس موضوع کا تفصیلی تعارف اس طرح کرایا ہے :-

عہ میرے مشفق استاد حضرت علامہ مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہ العالی نے اس موقعہ پر ایک زریں بات ارشاد فرمائی ۔ فرمایا ۔ فقہ کی جو تعریف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے ، وہ فقہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ تعریف علوم شرعیہ کی ہے اور اسکی دلالت علم کلام پر اور زیادہ ہوجاتی ہے ۔"

"تفصیلی دلائل شرعیہ کی وساطت سے عملی مسائل کے متعلق دینی احکام معلوم کرنیکا علم"[1] محب اللہ کے نزدیک دلیل شرعی سے مراد وہ ماخذ یا اتھارٹی ہے جس کی وساطت سے علوم حاصل کئے جائیں اور کسی علم کے ماخذ سے مراد وہی مقامات لئے جاتے ہیں جہاں سے اصول وضوابط کو بنیادی طور پر بلا واسطہ حاصل کیا جائے۔ فقہ کے ماہرین ان ماخذ کیلئے اصول کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس کا مستقل نام "اصول فقہ" ہے۔ یہ ماخذ چار ہیں۔

پہلا ماخذ۔ کتابُ اللہ

فقہ کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم شریعتِ اسلام کا اصل الاصول ہے، عقائد اور اعمال دونوں کے بارے میں قرآنِ کریم کامل رہنمائی فرماتا ہے۔ یہ ایک دستور کی حیثیت میں نازل کیا گیا ہے اور دستور ہی کی طرح اسمیں اجمال کیساتھ احکام بیان کئے گئے ہیں۔ چند معدود احکام ہیں جن کی تفصیلی بحث قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ جیسے میراث، حدود و قصاص در محرماتِ نساء کا تذکرہ ورنہ بیشتر احکام کا اجمالی تذکرہ ہوتا ہے۔ جیسے نماز پڑھنے کا حکم، زکوٰۃ کی ادائیگی کا فریضہ، ربوا کی حرمت وغیرہ۔ دستور میں جو اجمالی شان ہوتی ہے وہ اس میں پائی جاتی ہے۔ بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر چیز کے بارے میں ایک ایسا اصول بیان فرمایا گیا ہے جو زمانہ کے بدلتے ہوئے تمام سانچوں پر منطبق ہوسکتا ہے۔ ہر چیز اگر تفصیل کے ساتھ بیان کی جاتی تو ایک تو تفصیل کے باعث یہ شان باقی نہ رہتی۔ دوسرے یہ کہ ہر چیز کی ایک ہی شکل معین ہو جاتی۔ مثلاً قرآن کریم نے سیاستِ ملکی کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۔ ان کے باہمی معاملات مشورے سے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے کہ ملکی سیاست میں شورائیت ہونی چاہئے۔ حکومت کسی گروہ یا کسی خاندان کی میراث نہیں۔ بلکہ جسمیں شرائط حکومت پائی جائیں وہ اس کا مستحق ہے۔ اب یہ شورائیت مختلف صورتوں میں پیدا ہوسکتی ہے اگر قرآنِ کریم میں اس اجمال سے کام نہ لیا جاتا بلکہ کسی ایک صورت کی تفصیل آجاتی تو اسمیں وہ لچک باقی نہ رہتی جو اسلام کا طرۂ امتیاز ہے[2]۔ پھر قرآنِ کریم میں جہاں اس اجمال سے کام لیا ہے۔ وہیں اس کی تمام تفصیلات سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حوالہ کردی گئی ہیں۔ خود قرآن کریم میں اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جس چیز کا حکم دیں لے لیلو اور جس چیز سے وہ روکیں اس سے رک جاؤ"۔ یہیں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام میں سنت نبوی کا مقام قرآن کریم کی تفصیل وتشریح کا ہے اور اسی لئے فقہ اسلامی کیلئے بھی دوسرا ماخذ سنتِ نبوی ہے۔

---

[1] مجموعہ مسائل کا نام فن رکھا جاتا ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ مجموعہ مسائل سے اگر تمام مسائل مراد ہیں تو ان کا احاطہ انسانی طاقت سے باہر ہے اور اگر بعض مسائل مراد ہیں تو چند مسائل پر بھی فن کا اطلاق کرنا چاہئے۔ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے حضرت علامہ مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ میرزاہد نے ایک قید کا اضافہ کیا ہے جس سے اشکال رفع ہوجاتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان مسائل کا نام فن رکھا جاتا ہے جن پر فن کی غایت مرتب ہوتی ہے۔

[2] تیسری اہم وجہ جو حضرت علامہ مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہ العالی نے ارشاد فرمائی یہ ہے کہ امت کو منصب اجتہاد سے سرفراز کرنا تھا اگر قرآن کریم میں ہر ہر چیز تفصیل کے ساتھ بیان کردیجاتی تو امت منصبِ اجتہاد سے محروم ہوجاتی۔ (نعمان الحق)

دوسرا ماخذ ۔ سُنّتِ نبوی

دوسری وہ چیز جسے فقہ کا ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے سنت نبوی ہے۔ لفظ سنت کا اطلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات آپ کے افعال اور آپ کی تقریرات پر کیا جاتا ہے۔ تقریر کے معنی ہیں ثابت کرنا۔ یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے اور ہر اس فعل کو تقریر کہا جاتا ہے جو کسی دوسرے نے آپ کی موجودگی میں کیا۔ اور آپنے کرنے والے کو اس کام سے نہیں روکا۔

فقہ کے ماخذ میں سنت کی حیثیت دوسرے نمبر کی ہے۔ لیکن اس رتبی تاخر کے باوصف اسے مستقل ماخذ تشریع ہونیکا درجہ حاصل ہے۔ اس لئے کہ سنت میں ایسی بہت چیزیں ملتی ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن ہمیں بظاہر کوئی ہدایت کرتا نظر نہیں آتا۔ لیکن ان مقامات پر بھی سنت قرآن کریم کے مبادی اور اس کے قواعد عامہ سے متجاوز نہیں ہوتی۔ اور اصل بات یہ ہے کہ سنت کے ایسے مقامات بھی ہیں جہاں ہمیں قرآن کریم بظاہر ساکت نظر آرہا ہے قرآن کریم کی تشریح و تفسیر ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قرآن کریم سے اس طرح معانی کے استخراج کیلئے ملکۂ نبوت درکار ہوتا ہے۔ ملکہ نبوت کا فقدان علمی گہرائی میں جانے نہیں دیتا تو یہ احساس ہوتا ہے کہ سنت میں ایسی باتیں ہیں جو قرآن کریم میں موجود نہیں ہیں۔

بہر حال قرآنِ کریم کے سمجھنے کیلئے سنت ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ امت کے اساطین کا فیصلہ ہے کہ گو قرآن کریم کا سمجھنا تو سنت پر موقوف نہیں۔ لیکن سنت سے بے نیاز ہو کر قرآن کریم میں اجتہاد کرنا درست نہیں ہے۔

تیسرا ماخذ ۔ اجماع

فقہ کا تیسرا ماخذ اجماع کو قرار دیا گیا ہے۔ اجماع کسی ایک زمانہ کے فقہاء کرام اور علماء ربانیین کے کسی ایک رائے پر متفق ہو جانے کا نام ہے۔ اجماع بھی فقہی احکام کے اثبات کیلئے ایک قوی حجت ہے اور اس کا مرتبہ سنت نبویہ کے بعد قرار دیا گیا ہے۔ ماخذ قانون ہونے کی حیثیت سے اس کا تیسرا درجہ ہے۔ قرآن کریم اور احادیث میں ایسی ہدایات ملتی ہیں جس سے اجماع کا ماخذ قانون کے درجہ میں تسلیم کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ شریعت کی نظر میں راسخین فی العلم فہم شریعت کے معاملہ میں مرجع قرار دیئے گئے ہیں۔ جن ارشادات نبوی سے ماخذ و مصدر قانون تسلیم کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

لاتجتمع امتی علی الضلالۃ ۔ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

ید اللہ علی الجماعۃ فمن شذ شذ فی النار ۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت کیساتھ ہے جو جماعت سے الگ ہوا اس نے جہنم میں جگہ بنائی۔

ما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن ۔ جس بات کی خوبی پر مسلمانوں میں اتفاق رائے ہو گیا وہ اللہ کے نزدیک بھی خوب ہے۔

ان احادیث کی تائید و تقویت کیلئے قرآن کریم کی ان آیات کو پیش کیا جاتا ہے جس میں جماعت کیساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے غرض ان احادیث کیلئے اور بھی بعض احادیث ہیں جن کی وجہ سے اجماع کو قرآن اور سنت کے بعد تیسرا درجہ دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ایک قابل یقین حقیقت ہے کہ اجماع بغیر کسی کتاب و سنت کی دلیل کے منعقد نہیں ہوتا۔ بلکہ اجماع جب منعقد ہو جاتا ہے تو ضرور کتاب و سنت کی کوئی نہ کوئی قابل اعتماد دلیل ہوتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اجماع نقل کرتے وقت اس دلیل کو نقل نہ کیا

جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلم الثبوت علما کسی قرآن یا حدیث کے بغیر محض اپنی ذہنی وعقلی تخلیقات پر اجماع منعقد کرلیں۔ لیکن جب اجماع منعقد ہو جاتا ہے تو اس کی حیثیت "کشف الاسرار علی اصول البزدوی" کے خیال کے مطابق آیات قرآنی یا مستند حدیث کی سی ہوگی اور جو اس کی حجیت سے انکار کرے گا وہ کافر گردانا جائیگا۔

اجماع کی اسی استنادی حیثیت کی وجہ سے جب بعد میں آنے والے علما اپنے سے گذشتہ کسی دور کے اجماع کی تحقیق کرتے ہیں تو ان کی تحقیقات کا مرکز صرف یہ ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر اجماع منعقد ہوا ہے یا نہیں۔ وہ اس سے قطعاً بحث نہیں کرتے کہ اس اجماع کیلئے کیا دلیل ہے۔ جب اجماع کا ثبوت مل جاتا ہے تو اسے اس بات کیلئے کافی سمجھا جاتا ہے کہ اس کیلئے کوئی کتاب وسنت کا قابل اعتماد ثبوت ہے۔ تلاش کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ البتہ غور وفکر کرنے والے اس دلیل کی تہ تک بھی پہونچ جاتے ہیں۔

لیکن افسوس اور حیرت ہے کہ اجماع کے اس استنادی اور عالی مقام کے باوجود انعقاد کا کسی زمانہ میں کوئی معقول انتظام نہیں ہوا۔ حضرت عمر رض کے ارشاد سے حضرات صحابہ کرام کے دور میں اجماع کا انعقاد آسان تھا۔ حضرت عمر رض نے سیاسی اور علمی امور میں مشاورت کی غرض سے بعض اصحاب رائے۔ حضرات صحابہ کو اپنے دورِ خلافت میں مدینہ سے باہر جانے سے روک دیا تھا۔ لیکن حضرت عثمان رض کے خلافت کے آخری دور میں صحابہ کرام، حجاز، عراق، شام اور مصر وغیرہ میں پھیل گئے اور اس کے بعد جو فقہا ومجتہدین پیدا ہوئے ان کا اجماع کسی ایک جگہ پر نہ ہوسکا۔ اس لئے صدر اوّل کے بعد اجماع کا انعقاد شاید ہی کسی مسئلہ پر ہوا ہو۔ علماء سلف نے اجماع کے سلسلہ میں جن گوشوں پر بحث کی ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔ کیا اجماع کا واقع ہونا ممکن ہے؟ کیا اجماع واقعۃً وقوع پذیر بھی ہوا ہے؟ کیا نقل اور درایت کی روشنی میں کسی بھی مسئلہ پر اجماع کے انعقاد کا ثبوت ہے؟ وغیرہ وغیرہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجماع کا دائرہ ماخذ قانون اور مصدر احکام ہونے کے باوجود اپنے وجود ووقوع میں کس قدر محدود ہے۔

چوتھا ماخذ — قیاس

علت، فائدے مصلحت یا کسی اور چیز میں اشتراک واتحاد کی وجہ سے ایک چیز کا دوسری چیز سے حکم شرعی میں الحاق کر دینا قیاس کہلاتا ہے۔ ماخذ قانون ہونے کی حیثیت سے قیاس کا درجہ کتاب وسنت اور اجماع کے بعد کا ہے کیونکہ قیاس کسی حکم کو ثابت نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ثابت شدہ حکم کو جو کسی بنا پر نگاہوں سے اوجھل تھا ظاہر اور نمایاں کر دیتا ہے۔ اس کے لئے فقہا کرام، وہ اصطلاحی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ کہ قیاس مظہر حکم ہے مثبت حکم نہیں ہے۔ یعنی قیاس کا کام کسی مسئلہ کے حکم کو ظاہر کر دینا ہے مثلاً ایک نیا مسئلہ سامنے آتا ہے جس کی نظیر کتاب وسنت یا اجماع میں موجود ہے۔ اب قیاس کے ذریعہ جو اس مسئلہ کا کتاب وسنت میں پائی جانے والی نظیر سے جو الحاق کیا جارہا ہے وہ کسی نئی چیز کا اثبات نہیں ہے۔ بلکہ شریعت میں اس مسئلہ کا پہلے سے یہی حکم ہے یہ دوسری بات ہے کہ ابھی تک وہاں عام اذہان کی رسائی نہ ہوئی تھی۔ مجتہد نے کسی چیز میں اشتراک کے باعث اس کا دوسرے مسئلہ سے الحاق کر دیا تو اس کا تمام اظہار ہے اثبات نہیں۔ البتہ کتاب وسنت اور اجماع چونکہ مستقل چیزیں ہیں اس لئے ان کا کام اثبات ہے۔ لیکن اس حقیقت (اظہار) کے باوجود قیاس کا دائرہ عمل، اجماع سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ اجماع میں تمام علماء کرام کی آراء کا ایک امر پر مجتمع ہو جانا شرط ہے جس کا وقوعی امکان دورِ صحابہ کرام کے صدر اول کے بعد جن دشواریوں کا شکار رہا ہے ان کا بیان ہوچکا ہے۔ لیکن قیاس میں اتنی پابندی نہیں بلکہ ہر مجتہد اپنی رائے کا مالک اور مختار رہتا ہے۔ کتاب وسنت پر بصیرانہ نگاہ اور مسائل شرعیہ کی علتوں اور مصلحتوں سے واقفیت کے باعث وہ اپنے فکر ونظر کے دائرہ میں ہر ایسے مسئلہ میں اجتہاد کرسکتا ہے جس کا

کوئی حکم کتاب وسنت میں صراحت سے موجود نہ ہو اور نہ اس پر اجماع کا انعقاد عمل میں آیا ہو۔ لیکن یہاں اتنی بات اور یاد رکھنی چاہیئے کہ اجتہاد، نبوت و ولایت کی طرح ایک وہبی چیز ہے جس کا تعلق انسان کے کسب سے نہیں۔ نیز علماء امت کے بیانات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اب اس وہبی عطیہ کا فیضان کہیں نظر نہیں آتا کیونکہ اس کے لئے متعدد شرطیں ہیں اور یہ شرطیں آجکل علماء میں یقیناً موجود نہیں ہیں یہاں سب سے زیادہ ترقی پسند اذہان ایک الجھن میں گرفتار ہو جاتے ہیں لیکن اس کی وو، وجہیں بہت صاف ہیں۔

(۱) پہلی بات تو یہ کہ اجتہاد کیلئے سب سے کڑی شرط کامل ولایت ہے کیونکہ اجتہاد میں مسائل شرعیہ کو صرف شرعی نقطۂ نظر سے جاننا اور پرکھنا ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی درجہ میں بھی ولایت میں نقصان ہے اور انسان کی نفسانیت زندہ ہے۔ تو اس کے لئے صرف شرعی نقطۂ نگاہ سے سوچنا ناممکن ہے۔ اسی لئے علماء امت اور صوفیا کرام نے اجتہاد کیلئے ولایت کی شرط رکھی ہے۔ ہر مجتہد کیلئے ولایت ایک لازمی اور ضروری چیز ہے۔ اور ولایت بھی ایسی کہ جس میں نفسانیت بالکل ختم ہو گئی ہو۔

(۲) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اِن مِّن شَیْءٍ اِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّلُہٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم انہیں صرف معلوم مقدار کے مطابق نازل کرتے ہیں۔ یعنی دنیا میں جب جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسے نازل فرما دیتے ہیں۔ اور جب یہ ضرورت ختم ہو جاتی ہے اس کا نزول بھی روک لیا جاتا ہے

ایک مجتہد کا کام یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت اور اجماع میں بیان شدہ مسائل سے ان کی علتوں مصلحتوں اور فائدہ کا استخراج کرے اور پھر اس استخراج کردہ چیز کی روشنی میں دوسرے مسائل کہ شرعی حکم جاننے کی کوشش کرے۔ فقہاء امت کا۔ امت اسلام پر عظیم ترین احسان ہے کہ انہوں نے کتاب وسنت میں بیان کئے گئے ہر ہر مسئلہ پر اپنی فقیہانہ توانائیوں کو صرف کر کے ان کی علتوں، مصلحتوں اور فائدوں کو بیان فرما دیا ہے۔ اس لئے اب نئے مسائل کا حکم معلوم کرنے کیلئے صرف انطباق کی ضرورت رہجاتی ہے۔ انطباق کا مفہوم یہ ہے کہ کتاب وسنت، فقہاء کرام کے ارشادات میں بیان فرمودہ علت، مصلحت اور فائدے کو نئے مسائل پر منطبق کر کے حکم شرعی بیان کر دیا جائے۔ جب صرف انطباق سے دور حاضر کی ضرورت پوری ہو رہی ہیں تو خداوند قدوس کی جانب سے ملکۂ اجتہاد کا فیضان، قرآن کریم میں بیان فرمودہ اصول کے مطابق اگر روک لیا جائے تو اس میں اشکال کی بات نہیں۔ آجکل کے فقہاء و علماء صرف انطباق کی راہ سے نئے مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں اور بس!۔

ماضی میں قیاس واجتہاد فقہ اسلامی کی ایک ناگزیر ضرورت رہی ہے کیونکہ مسائل فرعیہ اور تفصیلات کے بارے میں کتاب وسنت کی تصریحات انتہائی محدود ہیں۔ اور اس میں اصول وکلیات کا حصہ زیادہ ہے۔ ادھر زمانہ کی نئی ضروریات اور ان کے ضمن میں مختلف نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اب ان نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کیلئے صرف قیاس واجتہاد ہی کی صورت باقی رہجاتی ہے۔ چنانچہ ماضی میں فقہاء کرام نے ایسا ہی کیا ہے۔ اگر کتاب وسنت میں کسی مسئلہ کے ساتھ اس کی علت، مصلحت وغیرہ کا ذکر نہیں ہے تو انہوں نے اپنی فقہی بصیرت سے علت یا کسی دوسری وجہ کو تلاش کیا۔ پھر اس کی روشنی میں دوسرے نئے مسائل کا شرعی جواب حاصل فرمایا۔ لیکن اب جبکہ اجتہاد کی جگہ صرف انطباق سے ضروریات کا مکمل علاج ممکن ہے خداوند قدوس کی جانب سے ملکۂ اجتہاد کا فیضان موقوف ہے۔ اجتہاد وانطباق کا فرق بیان ہو چکا ہے۔

قیاس کے دائرہ کو وسیع تر بنانے کا یہ اسلوب کتاب وسنت کے مزاج کے مطابق ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے کچھ روز قبل ۱۰ھ میں جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا عامل بنا کر روانہ فرمایا تو دریافت کیا معاذ کس طرح فیصلہ کرو گے؟۔ عرض کیا! ۔ ”کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا“!

ارشاد ہوا ۔ اگر کتاب اللہ میں فیصلہ موجود نہ ہو ۔ !
عرض کیا ۔ رسول اللہ کی سنت میں تلاش کروں گا ۔
پھر ارشاد ہوا ۔ اگر سنت رسول اللہ میں بھی نہ ملے ۔ !
عرض کیا ۔ اس وقت اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا ۔

حضرت معاذ رضؓ کے اس جواب سے آپ خوش ہوئے ۔ اور روانہ فرمایا ۔ ۔ یہی طریقہ قریب الی الصواب ہے ۔ اس طریقہ کی تفصیل حضرت عمرؓ کے اس مکتوبِ گرامی میں ملتی ہے جو آپ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری کے نام مقدمات کے فیصلے کے سلسلہ میں ہدایت فرماتے ہوئے تحریر کیا ہے ۔

" تمہارے دل میں جب کسی ایسے معاملہ میں الجھن ہو جس کا کوئی حکم کتاب و سنت میں بیان نہیں کیا گیا ہے تو اس تردد اور اشکال کیوقت اپنے فکر و نظر کو کام میں لاؤ اور معاملہ کے تمام پہلوؤں پر اپنی قوتِ اجتہاد صرف کرو ۔ پھر اس معاملہ کے اشباہ و نظائر کو کتاب و سنت میں تلاش کرو ۔ اور ان نظائر کی روشنی میں قیاس کرو ۔"

اسی قیاس کو وسعت دینے کیلئے کتاب و سنت کے اسلوب میں یہ بات نظر آتی ہے کہ جن احکام سے متعلق مخصوص تصریحات وارد ہوئی ہیں ۔ وہاں بیشتر ان کی علتوں مصلحتوں اور فائدوں وغیرہ کو بھی بیان کر دیا گیا ہے ۔ اس اسلوب سے مجتہدین کرام کو اجتہاد میں کافی آسانیاں ہوئیں ۔ اور مجتہد کو دو کاموں[۱] میں سے صرف ایک کیلئے محنت کی ضرورت باقی رہگئی ۔ البتہ جہاں علت کا بیان نہیں ہوتا وہاں فقیہہ و مجتہد پہلے علت تلاش کرتا ہے اور پھر اس کو متعدی کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے ۔ جیسے آیت ربوا میں صرف حکم ربوا بیان فرما دیا گیا ہے ۔ اس لئے فقہاءِ امت نے پہلے اس کی علت تلاش کی ۔ چنانچہ امام اعظم، امام شافعی اور دوسرے ائمہ نے اس سلسلہ میں جو علتیں استخراج فرمائی ہیں ۔ وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔ اسی طرح اور بھی بعض مقامات ہیں جہاں صرف حکم بیان کیا گیا ہے ۔ اور پھر علماءِ امت نے اس کی علت یا مصلحت وغیرہ کے بیان میں اختلاف کیا ہے ۔ بہر حال یہ اجتہاد و انطباق ہی کا فیض ہے کہ قوانینِ اسلام ہر دور کے مسائل کا کامل علاج ہیں ۔ اور زمانے کا نیا پیدا ہونیوالا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو ان کے ناخن تدبیر کی عقدہ کشائی سے باہر ہو ۔

ایک غلط فہمی

کچھ لوگ اپنی لاعلمی کی بنا پر شریعت کے سر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ موجودہ دور کے تقاضوں اور اس میں پیدا ہونے والے نئے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی لیکن اگر الزام لگانے والے ان حضرات کا تجزیہ کیا جائے تو ان کی دو قسمیں نکلتی ہیں ۔ ایک گروہ تو ایسا ہے کہ جس نے نہ شریعت اور اس کے اصول و قواعد کا مطالعہ کیا ہے ۔ اور نہ وہ قوانینِ عالم ہی سے کسی درجہ میں واقف ہے ۔ دوسرا گروہ گو قوانینِ عالم کے سلسلہ میں تو معلومات کا ذخیرہ رکھتا ہے ۔ لیکن قوانینِ اسلام کے سلسلہ میں ان کی رائے بصیرت پر مبنی نہیں ۔ بلکہ وہ دور ہی دور سے قیاس کرتے ہیں ۔ یہ حضرات دراصل ایک غلط فہمی کا شکار ہیں ۔

یہ لوگ اپنے قوانین سے واقفیت کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ اسوقت کے قوانین اٹھارہویں بلکہ انیسویں صدی عیسوی کے اوائل کے قوانین سے بھی انتہائی مختلف ہیں ۔ اور جو قوانین آج سے نصف صدی قبل دورِ حاضر کی ضروریات کیلئے استعمال ہوتے تھے آج وہ ناکام ہو گئے ہیں ۔ کیونکہ آج کے قوانین ان فلسفیانہ نظریات، انسانیت اور اجتماعیات کے ان بنیادی اصولوں پر قائم ہیں جن کا

---

[۱] دو کام ۔ یعنی پہلے مسئلہ کی علت مصلحت یا فائدہ تلاش کرے ۔ اور پھر اس علت و مصلحت وغیرہ کو نئے مسائل پر چسپاں کرے ۔"

آج سے نصف صدی قبل کوئی تصور بھی نہ تھا تو پھر وہ قوانین جو آج سے صدیوں اور ہزاروں سال قبل وضع ہوئے تھے کس طرح دورِ حاضر کی ضروریات کا علاج ہو سکتے ہیں۔ قوانین موضوعہ کے بارے میں گو یہ قیاس بالکل درست ہے۔ لیکن اس عقلی قضیے کو الٰہی قانون کے ساتھ چسپاں کرنا ہی سخت غلطی ہے۔ اور اس قیاس کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ ان حضرات نے انسانی دماغ کے اختراع کردہ قوانین کی ترازو میں الٰہی قوانین کو تولنے کی ناقابلِ فراموش غلطی کی ہے۔ اگر قوانینِ موضوعہ کی نشوونما کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیا جائے تو یہ غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

اِنسانی قانون کا اِرتقاء

فلسفۂ قانون کے ماہرین نے انسانی قوانین کے نشوونما کا جو انداز بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خاندانوں اور قبیلوں کے وجود کے بعد قانون کا تصور انسان کے ذہن میں پیدا ہوا اور قبائلی و جماعتی ضروریات کی وسعت اور تنوع کے ساتھ ساتھ قانون میں بھی توسیع و ترقی کا عمل کیا جاتا رہا۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر کسی جماعت کی ترقی کی رفتار تیز ہے تو اس کے قانون میں برتری اور ارتقائی منازل کی طرف گامزنی کی رفتار بھی تیز ہو گی۔ اور اگر جماعت ہی اپنی ترقی اور نشوونما میں سست ہے تو قانون بھی اسی کے تابع ہو گا چنانچہ جب انسان قبائلی زندگی بسر کرتا تھا تو شیخ قبیلہ کی زبان اس کے لئے دستور اور قانون کا حکم رکھتی تھی۔ جب قبائلی زندگی سے ترقی کر کے انسان ریاستی زندگی تک آیا تو چونکہ ایک ریاست کے ماتحت بسنے والے تمام قبائل اپنے عادات و اخلاق اور رسم و رواج میں ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ اس لئے قانون میں تنسیخ و ترمیم کی گئی۔ اور خاص رسم و رواج کی پابندیاں ختم کر دی گئیں۔

لیکن اس کے باوصف ایک ریاست کے رسوم و رواج کو دوسری ریاست کے رسوم سے کوئی مناسبت نہ تھی اس لئے ریاستوں کے قوانین ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے تھے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر تک یہ ریاستی نظام ہائے قانون اور فرائضِ حکومت کا اختلاف نظر آتا ہے۔ لیکن اٹھارہویں صدی کے آخر تک ریاستوں کے قوانینِ حکومت کے باہمی اختلافات کو ختم کرنے کا رجحان بھی پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے اب قوانین کی بنیاد رسم و رواج کے بجائے کچھ فلسفیانہ نظریات پر رکھی گئی۔ اور اب قوانینِ عالم کی بنیادیں انصاف، مساوات و ہمدردی اور انسانیت کے عالمگیر اصولوں پر قائم ہیں۔

قانونِ الٰہی کی ارتقائی منزلیں

لیکن قوانینِ الٰہی کی اگر ارتقائی منزلوں کو دیکھا جائے تو اس کے لئے ہمیں اس دنیا اور دنیا والوں کی طرف مبعوث کئے گئے۔ انبیاء کرام کی تاریخ کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ تاریخی اور تشریعی اعتبار سے یہ بات اپنے ثبوت میں کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ اس دنیا میں سب سے پہلے بسنے والے انسان حضرت آدمؑ ہیں۔ اور سب سے پہلے نبی بھی وہی ہیں جو اپنی اولاد کی طرف مبعوث کئے گئے۔ اس وقت چونکہ یہ دنیا اپنی عمرانی منزلوں سے گزر رہی تھی۔ اور اس کی مادی تعمیر کیلئے ہدایات کی ضرورت تھی۔ اس لئے قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نازل کئے گئے جن علوم کا کہیں اجمالی ذکر یا اس کی طرف کوئی اشارہ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ پر نازل کئے گئے علوم کا بیشتر تعلق تکوین سے تھا۔ تشریع سے نہ تھا۔ یہی شان حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السلام کی وحی میں پائی جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے اس کی شان بدل جاتی ہے اور ان پر آنے والی وحی میں تکوین سے زیادہ تشریعی اور قانونی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ تشریعی شان حضرت نوح سے شروع ہوتی ہے اور اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتی ہوئی سرکار رسالتمآب

صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی وحی کو انبیاء سابقین کی وحی سے تشبیہ دینا منظور ہوا تو وہاں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد آنے والے انبیاء کا ذکر کیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا (الآیۃ)

ہم نے آپ کے پاس (بھی ایسی ہی) وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس پہونچی تھی۔ اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس۔ اور ہم نے حضرت ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور اولاد یعقوب میں جو نبی گذرے ہیں۔ اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی بھیجی تھی۔ اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح انسان اپنی زندگی میں مختلف ارتقائی منازل سے گذرتا ہے۔ اسی طرح یہ عالم بھی شخص اکبر ہے۔ حضرت آدمؑ سے حضرت نوح تک اس کی طفولیت کا دور ہے۔ اور حضرت نوح سے حضرت ابراہیم تک اس کا شباب ہے۔ اسی لئے حضرت ابراہیم کے دور تک کسی کی داڑھی سفید نہ ہوتی تھی۔ سب سے پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سفید ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے۔ ارشاد ربانی ہوا کہ یہ وقار ہے۔ اب عالم ارتقائی منازل طے کر چکا ہے اور اس دورِ وقار کا اتمام سرکار رسالتمآب پر ہو چکا ہے۔ قرآن کریم میں اس یوم اتمام کا اعلان بھی ہو چکا ہے۔

اس گذارش کا مفہوم یہ ہے کہ قوانین موضوعہ صدیوں کی ارتقائی منازل کے بعد جن عالمگیر اصولوں تک پہنچنے کے آرزو مند ہیں شریعت محمدی ابتداء آفرینش سے ان اصولوں پر قائم ہے۔ بلکہ شریعت اپنے تئیں ایسے اصول بھی رکھتی ہے جہانتک اگر قوانین موضوعہ کی رسائی ہو گئی تو مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ پھر انشاء اللہ قوانین موضوعہ الٰہی قانون میں تبدیل ہو جائیں گے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ قوانین موضوعہ موجودہ صدی میں جن عالمگیر اصولوں تک پہونچی ہے۔ اگر تفصیل کا موقعہ ہوتا تو عرض کیا جاتا کہ شریعت قدم قدم پر کس طرح، انصاف، مساوات، ہمدردی اور انسانیت کی تلقین کرتی ہے۔ بلکہ صحیح پوچھئے تو اصولوں کی زندگی ہی شریعت کی زندگی سے وابستہ ہے۔ کوئی قوم کتنی بھی ترقی کر جائے جبتک وہ خود پر ایک غیر مرئی بالا دست کا تصور نہیں رکھے گی۔ کبھی یہ اصول پروان نہیں چڑھ سکتے۔

جہانتک رسم و رواج سے متاثر نہ ہونے کا سوال ہے۔ شریعت میں ان رسوم و رواج کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہے جو صالحیت کے خلاف ہوں۔ کیونکہ شریعت کسی خاص ریاست یا کسی خاص جماعت کیلئے نہیں آئی بلکہ وہ بلا تفریق عرب و عجم پورے عالم کے لئے نازل کی گئی ہے۔ وہ ایک آفاقی اور ابدی قانون زندگی ہے۔ وہ اپنی ذات میں اس درجہ کامل ہے کہ زندگی کا کوئی مسئلہ احاطہ سے باہر نہیں ہے۔ زندگی کسی بھی مقام پر ہو۔ کسی بھی دور اور عصر سے گذر رہی ہو۔ اور کسی بھی حالت اور صفت سے متصف ہو۔ شریعت کی دستگیری سے کہیں مفر نہیں۔ شریعت اتنی کامل اور مکمل ہے کہ ہر مقام پر رہنمائی کرے گی۔ ہر وقت، اور ہر حالت میں زندگی کی راہوں کو منور کرتی دکھائی دے گی۔ یہ عہد بہ عہد کی ترقی جس سے قوانین موضوعہ دو چار ہیں۔ شریعت ان کی مرہونِ کرم نہیں۔ اس کے علاوہ قوانین موضوعہ اور شریعتِ اسلامی میں کچھ بلکہ بہت کچھ اختلافات اور بنیادی مابہ الامتیاز چیزیں ہیں۔ اس لئے چند سطروں میں ذرا تقابلی مطالعہ کر لینا بھی مفید رہے گا۔

(۱) سب سے پہلا اور عظیم فرق جس سے شریعت قوانینِ موضوعہ کے مقابلہ میں انتہائی بلند و برتر ٹھہرتی ہے یہ ہے کہ قوانینِ موضوعہ کتنے ہی بلند و ارفع کیوں نہ ہوں۔ معاشرہ کے افراد کیلئے ان قوانین میں تقدیس و عظمت کا کوئی پہلو نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ انسان اور محکوم کیلئے جزو ایمان ہونے کی حیثیت نہیں رکھتا۔ یعنی ایک معتدل مزاج انسان اپنے طور پر قوانینِ موضوعہ کو کتنی بھی اچھی نظر سے دیکھتا ہو لیکن اس سے انحراف پر کبھی وہ اپنے ضمیر کو غیر مطمئن نہیں پا سکتا۔ کیونکہ ان قوانین کے بارے میں اس کا یہ عقیدہ تو ہے کہ یہ دنیا کا بہتر قانون ہے۔ مگر یہ شان تو نہیں ہے کہ وہ قانون سے بغاوت پر وہ اپنے آپ کو خدا کا مجرم گردانے، یہاں تو شریعت کی تقدیس کا یہ عالم ہے کہ ایک مومن قوانینِ الٰہی سے سر مو روگردانی پر اپنے آپ کو مومن کہتے ہوئے شرماتا ہے۔ عملی طور پر اگر کبھی انحراف اور روگردانی کی صورت پیدا بھی ہو جاتی ہے تو ذہنی اور فکری دنیا میں انسان اپنے دل کو ملامت کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عمل عقیدہ کے تابع ہوتا ہے اس لئے عقیدہ کی یہ خوبی اسے عملی دنیا میں بھی کامیاب و کامراں کر دیتی ہے۔ قوانینِ موضوعہ اپنے طور پر کتنی بھی منزلوں سے گذر جائیں کبھی یہ شان پیدا نہیں کر سکتے۔ دوسرے عام اور صاف لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ قوانینِ موضوعہ کی قانونی حیثیت انسان کے خارجی اعمال اور اس کے دست و بازو پر ہوتی ہے اور قوانینِ الٰہی دست و بازو کے ساتھ دل و دماغ اور ذہن و فکر پر بھی حکمرانی کرتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کرنے کی مجال اس شخص کو ہو سکتی ہے جس کے قوائے عقل و فکر کی توانائی ختم ہو گئی ہو۔

(۲) دوسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ قوانین موضوعہ ذہن انسانی کی پیداوار ہیں۔ اور شریعت خداوند قدوس کی نازل فرمودہ ہے۔ انسان کتنے ہی ہمہ گیر اصولوں پر اپنے قانون کی بنیادیں استوار کرے۔ لیکن اس کی بیچارگی اور درماندگی اس کے لئے لازمۂ انسانیت ہے۔ جس کا تجربہ روزمرہ کے قوانین سے ہوتا ہے۔ آج کی سوسائٹی میں ایک چیز کی شدید ضرورت ہے قانون کے ذریعہ اس کا مداوا کیا جاتا ہے۔ لیکن سوسائٹی میں ایک غیر متوقع تبدیلی ہو جاتی ہے تو فوراً قانون کی تبدیلی ناگزیر ہوتی ہے۔ یہ انسان کی ایک کمزوری ہے جس کا علاج انسان کے دائرہ عمل سے باہر ہے۔ لیکن خداوندی قوانین چونکہ خالق کائنات کے بنائے ہوئے ہیں اس کے نزدیک انسانی سوسائٹی کوئی چیز نہیں۔ خدائے تعالیٰ سوسائٹی کے محتاج (معاذاللہ) نہیں۔ بلکہ وہ قانون کے ذریعہ ایک ایسی سوسائٹی تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ جو ان قوانین پر عمل پیرا ہو۔ اسی طرح تبدیلی کا معاملہ ہے وہ خالق کائنات ہونے کے ساتھ عالم جزئیات و کلیات بھی ہیں اس لئے سوسائٹی کی کوئی تبدیلی ان کے لئے غیر متوقع اور ان کے علم کلی کے احاطہ سے باہر نہیں۔ اس لئے ان کے وضع کردہ قوانین میں ایسی لچک، ایسی وسعت ہے جو قانونِ انسانی کو نصیب نہیں ہو سکتی۔

اس کا تجرباتی اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ شریعت کے نزول پر تقریباً چودہ صدیاں گذر چکی ہیں۔ اس طویل عرصۂ حیات میں شریعت نے دنیا کے گوشہ گوشہ کو سیراب کیا ہے۔ سوسائٹی میں ایسی ایسی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں کہ انسانی ذہن اس کے تصور سے بھی ابا کرتا ہے۔ لیکن کوئی کیا جرات کر سکتا ہے کہ شریعت نے فلاں دور کی عصری ضروریات کے پورا کرنے میں کوتاہی کی (نعوذ باللہ) قوانینِ موضوعہ اور شریعتِ اسلامی کا یہ ایک ایسا بنیادی فرق ہے جو پہلی نظر میں معلوم ہو جاتا ہے۔

(۳) قوانینِ موضوعہ ترقی کر کے آج جس منزل پر پہنچے ہیں۔ اس کا اصل مقصد قوانین عالم کا یکرنگ و ہم آہنگ ہونا ہے کیونکہ یکرنگی اور ہم آہنگی کے بغیر قانون کا مقصد "قیام عدل و امن" پورا نہیں ہو سکتا۔ اب اس اصولِ قانون پر دونوں چیزوں کا موازنہ کر لیا جائے۔ اوّل تو قوانینِ موضوعہ پر یکسانی کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ قوانینِ موضوعہ کو کتنے ہی عالمگیر اصولوں پر استوار کر لیا جائے۔ انسانی سوسائٹی اور ملکی مصالح سے اسے مفر نہیں ہے۔ پھر اگر کوشش کر کے ان میں یکرنگی پیدا بھی کر لی جائے

تو ایک اچھا اقدام ہوگا۔ لیکن قوانینِ الٰہی اپنی فطرت کے اعتبار سے یکرنگی اور ہم آہنگی پر قائم ہیں۔ خداوند قدوس نے اپنے تمام انبیاء کو جزوی اور فروعی اختلافات کے ساتھ ایک ہی قانونِ حیات سے نوازا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ پ ۲۵ ر ۳۔

اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کیلئے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا۔ اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے۔ اور جس کا ہم نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کو مع ان سب کے اتباع کے حکم دیا تھا اور ان کی امتوں کو یہ کہا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

پھر جن زریں اصول پر قوانینِ اسلام اپنی ابتداء سے قائم ہیں۔ اگر دنیا کا ذہن صدیوں کی گمراہی کے بعد اس طرف آ بھی گیا تو انسان کی کمزوری اور خدائی برتری کا جو زمین وآسمان بلکہ تشبیہ سے بالاتر جو ایک فرق ہے وہ دونوں قوانین میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس تفصیلی گذارش سے یہ بات بہت حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ جن لوگوں نے اپنی سفاہت یا اسلامی قوانین سے لاعلمی کے نتیجہ میں ایک غلط قیاس کی بنیاد پر یہ کہا ہے کہ اسلامی قوانین اپنی قدامت کی بنا پر دورِ حاضر کا علاج نہیں ہو سکتے کس درجہ غلط ہے۔ ان کے اس غلط قیاس کی وضاحت کے لئے .... قوانینِ موضوعہ اور قانونِ اسلام کے امتیازات پر قدرے روشنی ڈالی گئی۔

ورنہ گفتگو یہ تھی کہ قیاس۔ جو قانونِ اسلام کا چوتھا ماخذ ہے۔ اپنی وسعت اور ہمہ گیری میں اجماع سے کہیں زیادہ ہے اور یہ قیاس وانطباق ہی کا فیضان ہے کہ شریعتِ اسلامیہ ہر دور کے مسائل کیلئے علاج کے قابل بنی ہوئی ہے۔ مثلاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نماز کا سبب یہ اوقات ہیں تو قطبِ شمالی اور قطبِ جنوبی میں جہاں دن اور رات چھ چھ ماہ کے ہوتے ہیں وہاں چھ ماہ میں صرف پانچ ہی نمازیں ادا ہونی چاہئیں۔ تلاش کیا گیا تو حدیث شریف میں ایسا جزئیہ نکل آیا کہ علت میں اشتراک کی بنا پر اس جزئیہ سے اس سوال کا جواب نکل آیا۔ حدیث شریف علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں آتا ہے آپنے فرمایا کہ قربِ قیامت میں دجال پوری دنیا میں چالیس دن میں گھوم جائے گا۔ اور اس کی سیاحت کا پہلا دن تمہارے ان عام چالیس دنوں کے برابر ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چالیس یوم کے برابر ایک دن میں ہماری نمازوں کی ادائیگی کی کیا شکل ہوگی۔ ایک دن کی نمازیں پڑھیں یا چالیس کی۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اس دن میں نمازیں حساب سے ادا ہوں گی۔

قیاس کا یہ عمل پوری شریعت میں دائر و سائر ہے۔ خداوند قدوس ان مسلمان فقہاء کرام کی قبروں کو نور سے بھر دے جنہوں نے شب وروز کی عرق ریزی سے پوری امت اسلامیہ کیلئے بڑی آسانیاں فراہم فرما دی ہیں۔ قوانینِ اسلام کے ان چاروں ماخذ کو سامنے رکھکر ترتیب قوانین کا یہ سلسلۂ زریں غالباً پہلی صدی ہجری سے شروع ہو چکا تھا۔ زید بن علی متوفی ۱۲۲ھ ہجری کی کتاب "المجموعہ" دستیاب ہونیوالی کتابوں میں سب سے پہلی کتاب شمار کی جاتی ہے۔ بین الاقوامی قانون پر بھی اس کتاب میں سیر کے عنوان سے ایک باب قائم کیا گیا ہے۔ امام مالک قدس سرہ کی "موطا" بھی اپنے اجتہادی اور فکری نقطۂ نظر سے ایک اہم فقہی اور

قانونی دستاویز ہے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب ایک مجموعۂ فتاویٰ کی نسبت کی جاتی ہے جسے چند تابعین نے ترتیب دیا ہے لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ غالباً وہ تلف ہو چکا ہے۔ ابتداءً ان فتاویٰ کی کتابوں میں ایک ہی مفتی کے نام سے منسوب فتاویٰ جمع کئے جاتے تھے۔ یا ایک ہی قاضی کے عدالتی فیصلوں کو یکجا کر دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ ایک مجموعہ ابن رشد سے بھی منسوب ہے۔

پھر ان انفرادی مساعی کے بعد اجتماعی کوششوں کا دور آتا ہے۔ اجتماعی کوششوں کے ذریعہ صحیح بات کا سراغ لگا دینا انفرادی طریقۂ کار کے مقابلہ پر آسان ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم ترین علمی مجلس امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ کی مجلس ہے اس مجلس نے اسلامی قوانین کی ترتیب و تدوین پر گہرا اثر چھوڑا ہے۔ منقول ہے کہ اس مجلس کے چالیس رکن تھے۔ یہ سب حضرات قانون دان تھے اس کے علاوہ ان ہی حضرات میں بعض حضرات مختلف دوسرے موضوعات کے اسپیشلسٹ تھے۔ ان میں ماہرینِ لسان، علمائے منطق اور ایسے مورخ بھی تھے جنہوں نے خلافت راشدہ کے عہدِ عتیق کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ اور جو حدیث نبوی اور اجتہادات صحابہ کے پس منظر، اور ان کی روشنی میں اشباہ و نظائر کیلئے مسائل استخراج کرنے کی کامل مہارت رکھتے تھے ابھی تک امام صاحب کی اس علمی مجلس پر گہرا مطالعہ نہیں کیا گیا۔ اور وہ اپنے علمی و عملی کارناموں کے لئے معرضِ خفاء میں ہے۔ اس کے بعد بھی مختلف اجتماعی مساعی ہوتی رہیں۔

فتاویٰ عالمگیری

اسی سلسلہ کی ایک زریں کڑی "اورنگ زیب عالمگیر" کے عہد کی تدوین قانونِ اسلامی کی مشہور مجلس ہے۔ اس مجلس کی برس ہا برس کی محنت اور کاوش کے نتیجے کو "فتاوی عالمگیری" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ "یہ فتاوی" آجتک بھی اپنا مخصوص مقام رکھتے ہیں۔ چونکہ "مکتبہ آفتاب ہدایت دیوبند" ان فتاوی کو اردو کے نئے قالب میں مختلف افادی حیثیتیں بڑھا کر شائع کر رہا ہے اس لئے ہمیں اس کتاب کے دورِ تالیف، ضرورتِ تالیف، مجلس تالیف، اور ماخذ تالیف کا تفصیل سے جائزہ لینا ہے۔ تاکہ کتاب کا اصل مقام و مرتبہ متعین ہو سکے۔

"حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ" نے تخت نشینی کے چوتھے سال ۱۰۷۳ھ میں تدوینِ فتاوی کا کام شروع کرایا۔ اور پورے آٹھ سال بعد ۱۰۸۱ھ میں یہ عظیم الشان خدمت اپنی تکمیل کو پہنچی۔ یہ کتاب چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اس کی تدوین میں ہندوستان کے تقریباً تیس چالیس علماء نے شیخ نظام الدین برہانپوری کی زیر صدارت عرقریزی سے کام کیا ہے۔ "فتاوی" کی تدوین و ترتیب کسی وقتی مصلحت یا تنہا شہنشاہ اورنگ زیب کا دینی جذبہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسلمانوں کی ایک دیرینہ آرزو کی تکمیل تھی۔ جس کیلئے وہ صدیوں سے چشم براہ تھے۔ مسلمانوں میں ہر دور میں یہ احساس پوری شدت سے موجود رہا ہے کہ ان کے اجتماعی اور انفرادی معاملات کا تصفیہ کتاب اللہ اور سنتِ نبوی کی روشنی میں ہو۔ اور انفرادی فتاوی آپس میں جن فروعی اختلافات کے حامل ہیں۔ قانون کی کسی بنیادی کتاب کے ذریعہ ان سے بے نیازی ہو جائے تاکہ معاملات میں یکرنگی، فیصلوں میں یکسانی پیدا ہو سکے۔ جہانتک اس احساس کا تعلق ہے وہ مسلمانوں میں عوام سے لیکر علماء اور احکام تک مختلف دواعی کے تحت موجود تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ انتظام کوئی تنہا شخص نہیں کر سکتا تھا۔ اِدھر مسلم حکمرانوں کا سیاسی پس منظر کچھ اس طرح کا رہا کہ وہ اپنی عنانِ توجہ اس طرف منعطف نہ کر سکے۔ بالآخر اورنگ زیب

عالمگیر کے نام پر ازل ہیں یہ فضیلت لکھی جا چکی تھی اور ان کے عہد مملکت میں یہ ناقابل فراموش خدمت انجام پذیر ہوئی۔

سیاسی پس منظر سے میری مراد وہ سیاسی حالات ہیں جن سے مسلم سلاطین دوچار رہے اور ضرورت کے باوجود حکومتی سطح پر کسی آئینِ اسلام کی تشکیل عمل میں نہ آسکی۔ دراصل مسلمان اپنے ابتدائی دورِ حکومت میں ..... بڑی حد تک متفق اور ایک مستحکم حکومت کے قیام کیلئے کوشاں تھے۔ لیکن اسوقت سب سے بڑی دقت جو صدیوں مسلمانوں کے قوائے عمل کو کسی بھی دوسری جانب متوجہ ہونے سے مانع رہی۔ یہ بھی کہ ہندوستان کے آبائی باشندے مسلمانوں کی اس فتح اور حکمرانی سے متفق نہ تھے۔ اور انہوں نے مسلم حکمرانوں سے تعاون اور میل ملاپ کے بجائے مسلسل جنگ جاری رکھی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح وہ اپنی انفرادیت کے خدوخال بھی بچا سکیں گے اور ممکن ہوا تو اپنی قوت اور اکثریت کے سہارے ان کو شکست بھی دیں گے۔ لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہوسکی اور اس کا آخری تجربہ انہیں بابر کے مقابلہ پر ہوگیا۔ جب رانا سنگرام سنگھ راجپوتانہ نے تمام ہندو راجاؤں کے متحدہ محاذ سے بابر کیساتھ جنگ کی اور اسے ہندوستان سے باہر نکالنے میں ناکام رہا۔ یہ باشندگانِ ہند کا آخری تجربہ تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے طریقِ کار میں تبدیلی کا منصوبہ بنایا۔ اور اب حکومت کی مشینری کے ساتھ سازباز کر کے اپنے مفاد کے مطابق تابقدر ڈھالنے کی کوشش کی۔ اور اکبر کے دور میں وہ اس پروگرام میں کافی حد تک کامیاب ہوگئے۔ حتیٰ کہ اکبر نے اپنی ناعاقبت اندیشی اور جہالت کی بناء پر "دین الٰہی" کے نام سے ایک نئے مذہب کی طرح ڈالی۔ اگر اکبر اپنے ارادوں میں کامیاب ہوجاتا۔ اور مجدد الف ثانیؒ کے تجدیدی کارناموں نے بروقت ملت کی دستگیری نہ کی ہوتی تو آج اسلام ہندوستان کی سرزمین سے مٹ چکا ہوتا۔ اور اگر اسلام کے نام کی کوئی چیز باقی بھی رہتی تو وہ چند در چند خرافتیں ہوتیں۔

جب مجدد الف ثانی کی تحریک احیاءِ اسلام اپنے شباب پر آئی تو اکبر کا پیمانۂ عمر لبریز ہوچکا تھا اور جہانگیر اس تخت خلافت پر متمکن تھا۔ ابتداءً اس نے اکبر کے نظریات اور اس کے طریقۂ حکومت کو اپنایا۔ چنانچہ تزک جہانگیری میں مجدد صاحب کا تذکرہ ہتک آمیز انداز میں کیا گیا ہے۔ لیکن بہرحال جہانگیر نے مجدد الف ثانی کی تحریک کے زور پکڑنے پر اپنے طریقۂ کار پر نظرِ ثانی کی۔ اور پھر نظامِ حکومت میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن سے کفر کی طاغوتی قوتوں کو پسپائی ہوئی۔

جہانگیر کے بعد عالمگیر اور دارا شکوہ میں اسی کفر و اسلام اور ان کے نظریات کی بناء پر تصادم ہوا۔ پھر بظاہر اسباب مسلمانوں کے سوادِ اعظم کی حمایت کی وجہ سے عالمگیر کو دارا شکوہ کے مقابلہ پر فتح نصیب ہوئی۔ عالمگیر کی اپنے بھائی کے مقابلہ پر اس کامیابی سے ہندوستان میں احیاءِ اسلام کی ایک نئی روح پیدا ہوتی ہے۔ سب سے پہلے عالمگیر نے شاہی مصارف میں کمی کی۔ تزک و احتشام اور سرمایۂ زندگی کے بجائے اسلام کا طرۂ امتیاز سادگی اور اعتدال پسند زندگی کو اپنایا۔ پھر معاشرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور سب سے پہلے اس کیلئے ایک محکمۂ احتساب قائم فرمایا۔ جس کیلئے بلا عوض وجیہہ کی خدمات حاصل کی گئیں۔ پھر عوامی مقبولیت حاصل کرنے کیلئے ایسے اقدامات کئے جن سے افادہ عام اور سہولت کی صورتیں پیدا ہوں۔ جادو ناتھ سرکار کہتا ہے کہ آپ کے عہد حکومت میں غلہ اور دیگر اجناس کا محصول راہداری ہمیشہ کیلئے معاف کر دیا گیا۔ اس طرح کے اقدامات سے .. عالمگیر کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ اور اسلام کے احیاء کیلئے زمین ہموار ہوگئی۔

اس دور میں نہ تو مخالفینِ اسلام سے نبرد آزمائی کی سیاسی الجھنیں تھیں اور نہ ایسے اقدام کیلئے کسی میں تاب مخالفت تھی۔ اس لئے شہنشاہ عالمگیر نے اپنی توجہات ایک اسلامی دستورِ حکومت اور قانونِ مملکت کی طرف مبذول کیں۔ کیونکہ کسی حکومت کا سب سے بنیادی پتھر عدلیہ قوانین ہوتے ہیں۔ عالمگیر کی دلی خواہش تھی کہ وہ اپنے دورِ حکومت میں اسلامی عقائد و اعمال کی سرکاری

سطح پر پرورش کرے۔ اور روزمرہ کے معاملات و نزاعات قوانینِ اسلام کی روشنی میں حل کرنے کی کوئی تدبیر فراہم کرے۔ عالمگیرؒ کی سوانح کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علمی کے دور میں فقہِ اسلامی اس کا پسندیدہ موضوع رہا تھا۔

عالمگیر کی تدوینِ فتاویٰ سے دلچسپی

اسلامی فقہ سے اس گہری دلچسپی اور تعلق خاطر کا نتیجہ تھا کہ خود عالمگیر نے عملی طریقہ پر فتاویٰ کی ترتیب میں اپنا وقت لگایا ہے۔ سب سے پہلا تو کام انہوں نے یہ کیا کہ فتاویٰ کی تدوین و ترتیب کیلئے جن علماء کا انتخاب فرمایا وہ ان کے نزدیک مسلم الثبوت اور مستند حیثیت کے مالک تھے۔ دوسرے یہ کہ علماء کرام کو معاشی اور مالی اعتبار سے ایسی سہولتیں فراہم کیں کہ جس کے بعد وہ یکسوئی اور جمعیت خاطر کے ساتھ اسی کام کے ہو کے رہیں۔ ان کیلئے اراضی کے مستقل قطعے عنایت کئے گئے۔ تیسرے یہ کہ ان کے استفادہ کیلئے کتابوں کی فراہمی کا بندوبست کیا۔ اور سب سے اہم اقدام یہ کیا کہ روزانہ مقررہ وقت پر شیخ نظام الدین برہانپوریؒ صدر مجلس ترتیبِ فتاویٰ کو اپنے یہاں بلاتے۔ اور بڑے انہماک سے تنقیدی نگاہ کے ساتھ تین چار صفحات یومیہ کا مطالعہ کرتے اور چونکہ خود صاحب نظر عالم تھے اس لئے اول تو مجلس ترتیب کو خود سرکاری نگرانی کے باعث بڑے اہتمام اور جانفشانی سے اپنے امور انجام دینے پڑتے۔ اور اگر اتفاق سے کہیں کوئی بات قابلِ گرفت رہجاتی تو فوری طور پر عالمگیر کی ژرف نگاہی اسے احاطہ گرفت میں لے آتی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنے والد شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ نظام الدین روزانہ بادشاہ کے حضور میں جاکر چند صفحات سنایا کرتے تھے۔"

ایک مرتبہ عجلت میں حاشیہ کے نوٹس اور اصل متن کو ملا دیا جس سے مطلب خبط ہوگیا۔ عالمگیر نے فوراً گرفت کی۔ اور ملا نظام الدین سے مطلب دریافت کیا۔ ملا دم بخود رہ گئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ بادشاہ کی اسی علمی دلچسپی کے نتیجہ میں کتاب اپنی استنادی حیثیت میں بھی ممتاز ہے۔ انسانی حد و احتیاط کا جہاں تک تعلق ہے اس کے اعتبار سے حزم و احتیاط میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوا۔ اس کام کیلئے سرکاری طور پر پہلے ملا نظام الدین برہانپوری کو طلب کیا گیا۔ اور انہیں فقہاء ہند کی ایک مجلس کی تشکیل دینے کیلئے کہا گیا۔ انہوں نے اپنے دائرہ علم کے اعتبار سے ہندوستان کے چیدہ فقہاء کو بلا کر ایک مجلس قانون ساز تشکیل دی۔

ترتیب کا طریق کار

فتاویٰ کی ترتیب میں جس حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ اسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے لیکن اتنا عظیم کام جس پر صرف آٹھ سال کی مدت میں دو لاکھ (دور حاضر کے تیس لاکھ روپے) کی رقم صرف ہوئی ہو۔ اس طرح انجام پذیر ہوا کہ متعدد فقہاء کرام کو موضوع کے اعتبار سے کتاب کے حصے دیدیئے گئے۔ چونکہ یہ بات ہنوز معرض خفا میں ہے کہ کون کون سا حصہ کس کس مفتی کی تحویل میں دیا گیا تھا اس لئے اجمالی طور پر صرف اسی قدر کہا جا سکتا ہے کہ ایک چوتھائی حصہ شیخ وجیہہ الدین گوپاموی۔ دوسرا چوتھائی حصہ شیخ جلال الدین محمد جونپوری۔ تیسرا چوتھائی حصہ قاضی محمد حسین جونپوری اور چوتھائی حصہ ملا حامد جونپوری کے سپرد تھا۔ ان چاروں حضرات کے تحت مختلف مشاہیر فقہاء تھے جن کی تعداد کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ وہ فقہ کی مستند کتابوں سے اقتباسات و حوالہ جات جمع کر کے ترتیب دیتے تھے۔ پھر ان چاروں مفتیانِ کرام پر ایک اور فقیہہ ملا نظام الدین مامور تھے بادشاہ کا تعلق ملا نظام سے ہی براہِ راست ہوتا تھا۔ ملا حامد جونپوری ذرا غیر محتاط تھے اور ان کی وجہ سے کئی بار ملا نظام کو بادشاہ

سے ندامت ہوئی۔ اس اہتمام کے ساتھ فتاویٰ کی ترتیب دیگئی ہے۔ اسی لئے "فتاویٰ عالمگیری" کو فقہ حنفی کی ایک بلند پایہ تصنیف شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں مستند فقہاء کے فیصلے، دقیق مسائل کی تشریح اختلاف فقہاء اور رسم و رواج زندگی کے بارے میں مفصل مسائل درج ہیں

فتاویٰ عالمگیری ـــــ اور ـــــ دیگر فتاویٰ ہندیہ

علمی سرپرستی سے ہندوستان کا دامن پہلے بھی محروم نہ تھا۔ فتاویٰ عالمگیری سے قبل سرکاری طور پر دو فتاویٰ کی ترتیب اور بھی عمل میں آچکی ہے ایک کا نام "فتاویٰ تاتارخانیہ" جس کا حوالہ جا بجا "فتاویٰ عالمگیری" میں موجود ہے۔ اور دوسرے فتاویٰ ابراہیم شاہی۔ ان دونوں فتاویٰ کو بھی شاہی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ پہلا مجموعہ "تاتارخانیہ" سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں ترتیب دیا گیا ہے۔ فیروز شاہ تغلق شریعت پر عمل اور اس کیلئے جد وجہد میں بہت کافی مشہور ہے۔ اسی کے عہد سلطنت میں "امیر تاتارخاں" کے حکم سے اس فتاویٰ کی ترتیب عمل میں آئی۔ اس فتاویٰ میں بھی جو چودھویں صدی عیسوی میں مرتب ہوا ہے۔ سابق کتب فقہ و فتاویٰ سے امداد لی گئی ہے۔ اور آجتک یہ فتاویٰ اپنی استنادی حیثیت میں مشہور ہے۔ اسی طرح "فتاویٰ ابراہیم شاہی" ابراہیم شاہ والی جونپور کی کوششوں کا ثمر ہے۔ اس کے بارے میں مولانا عبدالاول جونپوری نے اپنی کتاب "مفید المفتی" میں تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔ لیکن ان تمام چیزوں کے باوصف "نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول"۔ "فتاویٰ عالمگیری" نقش ثانی کی حیثیت رکھتی ہے۔

مجلس تالیف

افسوس کہ اس مجلس تالیف کے بارے میں کوئی تفصیلی اور یقینی دستاویز موجود نہیں ہے جس نے "فتاویٰ عالمگیری" جیسی گرانقدر خدمت انجام دی۔ تحقیق سے یہ انداز ہوتا ہے کہ اس کی تدوین و تالیف میں کم از کم ۴۰ یا ۵۰ علماء کرام شامل رہے ہیں تفصیلی دستاویز تو بجائے خود کسی کتاب میں ان علماء کرام کا یکجا تذکرہ بھی نہیں ہے۔ مختلف کتابوں سے جن لوگوں کے بارے میں ترتیب فتاویٰ کے سلسلہ میں منسلک ہونیکا سراغ ملتا ہے وہ ۲۳ ہیں۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

(۱) ملا نظام الدین برہانپوری ـــــ ملا نظام برہانپوری اس مجلس تدوین و تصنیف کے صدر اعلیٰ تھے۔ اور انہیں کو یہ فرمان شاہی ملا تھا کہ وہ فقہائے امت کی ایک مجلس تدوین فتاویٰ تشکیل دیں۔ چنانچہ ملا صاحب موصوف نے اس کام کو چار افراد پر تقسیم فرمایا۔ اور ہر شخص کے تعاون کیلئے مختلف معاون و مددگار مہیا کئے۔ اس طرح یہ کارنامہ انجام پذیر ہوا۔

ملا نظام الدین اپنے وطن برہانپور میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم قاضی نصیر الدین برہانپوری سے حاصل کی۔ قاضی نصیر الدین اپنے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ جہانگیر نے کسی سلسلہ میں خفگی کے باعث قاضی صاحب موصوف کیلئے سزائے موت کا اعلان کیا تھا لیکن قاضی صاحب نے اس سے بچنے کیلئے حجاز کی راہ لی۔ اور کئی سال وہاں اقامت پذیر رہے۔ ملا نظام الدین اپنے علم و فضل میں اپنے استاد کے جانشین تھے۔ اور عالمگیر کے اقتدار کی صبح ہی سے اس کے ساتھ تھے۔ عالمگیر کو جب دکن کا وائسرائے بنایا گیا تو ملا نظام نے اس کے یہاں ملازمت اختیار کی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکاری معاملات سے فارغ ہو کر عالمگیر ملا نظام سے "احیاء العلوم" کا درس لیتے تھے۔ علمی فضل و کمال کے ساتھ ساتھ ملا نظام ایک بہادر سپہ سالار بھی تھے۔ متعدد مرتبہ مرہٹوں کے مقابلہ پر انہوں نے معرکے

سر کئے ہیں ۔ طویل القامۃ ، قوی الجسہ ، اور وجیہ انسان تھے ۔ فتاویٰ کی ترتیب کے وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی ۔ طویل عمر میں انتقال کیا برہانپور میں ان کا مزار آج بھی عوام و خواص کی زیارت گاہ ہے ۔ ان کے علاوہ ان چار علماء کرام کے نام جو شیخ کے نائب کی حیثیت سے تقسیم کئے گئے چار حصوں کی نگرانی کرتے تھے ۔ (۲) ملا وجیہ الدین گوپاموی (۳) ملا حامد جونپوری (۴) قاضی محمد حسین جونپوری (۵) ملا جلال الدین محمد جونپوری ہیں ۔

نیز مختلف کتابوں سے (۶) سید نظام الدین ٹھٹوی (۷) ملا محمد جمیل صدیقی (۸) مولانا شفیع سرہندی (۹) قاضی محمد ابو خیر (۱۰) ملا ابو واعظ ہرگامی (۱۱) ملا وجیہ الرب (۱۲) ملا ضیاء الدین محدث (۱۳) سید محمد قنوجی (۱۴) شیخ رضی الدین بھاگلپوری (۱۵) ملا محمد اکرم لاہوری (۱۶) مولانا محمد فائق (۱۷) قاضی علی اکبر سعد اللہ خانی (۱۸) سید عنایت اللہ مونگیری (۱۹) ملا غلام محمد لاہوری (۲۰) ملا نصیح الدین جعفری (۲۱) شیخ احمد خطیب (۲۲) ملا محمد غوث (۲۳) امیر میران علامہ الفرح ۔ ان حضرات کے بھی مجلس تدوین میں شریک ہونے کا پتہ چلتا ہے ۔

ان کے علاوہ اور بھی بعض علماء یقینی طور پر اس مجلس تدوین کے ارکان تھے ۔ لیکن ان کے اسماء گرامی اور حالاتِ زندگی کے بارے میں اس عہد کے تمام تذکرے خاموش ہیں ۔ جن حضرات کے نام دیئے گئے ہیں یہ بھی کسی کتاب میں یکجا نہیں ہیں ۔

ماخذ فتاویٰ

فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں فقہ کی جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان میں سے چند کتابیں درج ذیل ہیں ۔

(۱) ہدایہ فقہ حنفی کی سب سے مستند اور مشہور کتاب ہے ، کشف الظنون میں لکھا ہے کہ فقہ میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ۔ ہدایہ کو ان سب پر درایت و روایت کے اعتبار سے فوقیت اور فضیلت حاصل ہے ۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ مقامات حریری یا فتح القدیر جیسی کوئی کتاب اگر کوئی مجھ سے لکھوانا چاہے تو میں بلا تکلف لکھ سکتا ہوں ۔ لیکن ہدایہ جیسی کتاب کی دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتا ۔ صاحب ہدایہ کا اسم گرامی برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی ہے ۔ آپ کی ولادت مبارکہ ۸ رجب ۵۱۱ھ بروز دوشنبہ عصر کے بعد ہوئی ۔ آپ نے فقہ و حدیث کی تعلیم شیخ نجم الدین ابو حفص اور عمر بن عبد العزیز ابو محمد حسام الدین سے حاصل کی اور تھوڑی ہی مدت میں آپ نے مختلف علوم و فنون میں دسترس اور مہارت حاصل کر لی ۔ آپ نے ہدایہ کی تصنیف و تالیف کا آغاز ۵۷۳ھ بروز چہار شنبہ بعد نماز ظہر فرمایا ۔ اور مسلسل تیرہ سال میں اس عظیم کارنامہ کو اس طرح پایہ تکمیل تک پہونچایا کہ روزانہ کھانا لانے والے خادم تک کو بھی معلوم نہ ہو سکا کہ آپ صائم الدہر ہیں اور وہ کھانا بالآخر کسی غریب طالب علم کی نذر ہو جاتا تھا ۔ ۵۴۴ھ میں زیارتِ حرمین سے مشرف ہوئے اور ۱۴ ذی الحجہ ۵۹۳ھ یا ۵۹۶ھ بروز سہ شنبہ رشد و ہدایت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا ۔

شرح وقایہ فقہ حنفی کی یہ کتاب بھی علماء کرام کے نزدیک نہایت مستند ہے یہ شرح ۷۴۷ھ میں عبید اللہ ابن مسعود ابن تاج الشریعۃ نے چار جلدوں میں لکھی ہے ۔ مصنف کا لقب صدر الشریعۃ ہے اور آپ کے پر دادا احمد بن جمال الدین عبید اللہ بن ابراہیم العبادی البخاری کا لقب بھی یہی ہے ۔ دونوں میں امتیاز کیلئے صاحب شرح وقایہ کے نام کے ساتھ صدر الشریعۃ اصغر اور پر دادا کے نام کے ساتھ صدر الشریعۃ اکبر لگا دیتے ہیں ۔ وقایہ اسی کا متن ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے ۔ ”وقایہ“ ان کے دادا محمود ابن صدر الشریعۃ کی تالیف ہے ۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ وقایہ کے مولف کا نام

"محمود" ہے اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ آن کے جد صحیح ہیں یا جد فاسد۔ اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ قہستانی نے جامع الرموز اور ملا لطف اللہ نے حواشی شرح میں دادا کا نام "عمر" ذکر کیا ہے اور عبدالمولی دمیاطی نے در مختار کے حاشیہ میں شیخ سید مرتضی حسینی سے نقل کیا ہے کہ ان کے دادا کا نام "محمود" ہے۔ جو حضرات دادا کا نام محمود بتاتے ہیں ان کے نزدیک یہ جد صحیح ہیں اور جو حضرات دادا کا نام "عمر" بتاتے ہیں ان کے نزدیک "محمود" صاحبِ شرح وقایہ کے جد فاسد ہیں۔ یہ کتاب آج بھی داخل نصاب ہے، اور فقہاء وعلما کے نزدیک نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔

شرح نقایہ

صدر الشریعۃ عبیداللہ ابن مسعود صاحب شرح وقایہ نے اپنے دادا کی تالیف "وقایہ" سے ایک اور مختصر اور جامع متن تیار کیا جس کا نام "نقایہ" رکھا جس کو علماء کرام اور فقہاء عظام نے نہایت پسند فرمایا اور بہت مشہور ہوا۔ اس کا اندازہ اس کی شروح سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ تقی الدین، ابو العباس، شیخ زین الدین عبدالواحد بن محمد، علاؤالدین علی بن محمد، قاسم بن قطلوبغا، محمود بن الیاس رومی، مولی شمس الدین محمد خراسانی قہستانی، ابوالمکارم بن عبداللہ، ملا علی قاری قابلِ ذکر ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں اس کی نہایت کامیاب اور عمدہ شروح لکھیں۔ ان میں سب سے ممتاز اور کامیاب شرح ملا علی قاری کی ہے جو "شرح نقایہ" کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا انور شاہ قدس سرہٗ اس کتاب کو شرح وقایہ پر ترجیح دیتے تھے اور ان کی قلبی خواہش تھی کہ شرح وقایہ کی جگہ شرح نقایہ درس نظامی میں داخل نصاب کیجائے۔ اور علما کو ہدایت بھی کرتے تھے کہ وہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھا کریں۔

شرح نقایہ کے مصنف کا نام علی بن سلطان محمد الھروی ہے ملا علی قاری کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے دور کے چوٹی کے علماء میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔ تبحر علمی وسعت مطالعہ اور تحقیق وتنقید میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ ان کے معاصرین پر ان کے علم وفضل اور کمال کی گہری چھاپ تھی۔ اسلامی علوم وفنون کے مختلف موضوعات پر ان کے بیشمار رسائل اور کامیاب شروح ہیں۔ جن میں مشکوٰۃ کی شرح سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ شوال سنہ ۱۰۱۴ھ میں بمقام مکہ مکرمہ وفات حسرت آیات ہوئی۔ محلاۃ میں مدفون ہوئے۔ ان کی وفات کی اطلاع جب علماء مصر کو پہونچی تو جامعہ ازہر میں جمع ہو کر تقریباً چار لاکھ آدمیوں نے نماز غائبانہ ادا کی۔

طحاوی

اسم گرامی محمد بن سلامۃ الازدی ہے آپ نے شرح معانی الاثار المعروف بطحاوی لکھکر حنیفہ کی بہترین وکالت اور ان کی جانب سے کامیاب مدافعت فرمائی ہے اسی بنا پر آپ کو حنفیہ کا میاب بیرسٹر کہا جاتا ہے۔ ابتداء میں شافعی المسلک تھے۔ اپنے ماموں اسماعیل مزنی شاگرد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسماعیل مزنی انپر غضبناک ہو گئے اور غصہ کی حالت میں واللہ لاجاء منک شی (بخدا تجھ سے کچھ نہیں آسکتا) کہہ بیٹھے۔ امام طحاوی کو یہ بات ناگوار محسوس ہوئی اور اسی روز سے نہ صرف یہ کہ ان سے پڑھنا چھوڑ دیا بلکہ ان کے مسلک سے بھی علیحدہ ہو گئے اور حنفی مسلک اختیار کیا۔ شرح معانی الآثار لکھنے کے بعد وہ کہا کرتے تھے کہ مزنی آج بقید حیات ہوتے تو انہیں اپنی قسم کا کفارہ دینا پڑتا۔ متعدد مفید کتابیں لکھیں جن میں احکام قرآن، اختلاف العلماء، مشکل الآثار، شرح معانی الآثار یعنی طحاوی قابل ذکر ہیں۔

کنز

فقہ میں متن کی حیثیت سے جن کتابوں کے نام ذکر کئے جاتے ہیں ان میں "کنزالدقائق" کا نام سرفہرست ہے۔ اسم گرامی عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ہے ابوالبرکات آپ کی کنیت ہے فقہ اور اصول فقہ میں آپ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں کنز، کافی، مصفیٰ، مستصفیٰ فی شرح النافع اور منار نہایت مشہور ہیں۔ آپنے اپنے دور کے جن علماء سے تعلیم حاصل کی ان میں شمس الائمہ کردری بھی ہیں۔ جن سے فقہ حاصل کیا۔ سنہ ۷۱۰ھ میں بغداد تشریف لائے اور وہیں انتقال ہوا۔ سید حموی نے اپنی

شرح میں اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کی وفات ماہ ربیع الاول ۶۱۶ھ میں جمعہ کی شب میں واقع ہوئی ......
...... ایذج شہر میں انتقال ہوا اور جلال نامی بستی میں مدفون ہوئے۔ واللہ اعلم۔

قدوری

فقہ اسلامی کی مستند کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ہر دور میں مقبول رہی ہے اور آج بھی مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔ مصنف کا اسم گرامی ابوالحسین احمد ابن محمد قدوری ہے "قدور" کے متعلق بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ بغداد کی ایک بستی کا نام ہے اور بعض حضرات "قدور" سے انتساب کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ ہانڈی فروخت کیا کرتے تھے عربی میں قدر ہانڈی کو کہتے ہیں جس کی جمع قدور آتی ہے۔ پھر اس کی جانب ان کی نسبت کردی گئی۔ آپنے اپنے دور کے جن عالموں سے تعلیم حاصل کی ان میں علی ابوعبداللہ محمد ابن یحییٰ جرجانی بھی شامل ہیں فقہ کی تعلیم آپنے ان ہی سے حاصل کی۔ سچائی اور امانت و دیانت آپکے ممتاز اوصاف ہیں خطیب بغدادی وغیرہ نے آپ سے روایات بیان کی ہیں مختصر قدوری۔ سیع اسفار اور شرح مختصر کرخی وغیرہ آپ کی تصانیف میں قابل ذکر ہیں۔ ۳۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور رجب ۴۲۸ھ میں وفات حسرت آیات ہوئی۔

محیط برہانی

برہان الدین محمود ابن صدر السعید تاج الدین احمد نے یہ کتاب کئی جلدوں میں لکھی ہے محیط کبیر کے نام سے مشہور رہے۔ ان کا خاندان عرصہ دراز تک علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے ان کے والد، دادا پردادا اور اس سے بھی اوپر کے لوگ علم و فضل میں ہمیشہ مشہور رہے۔ ان کی چند تصانیف یہ ہیں۔ ذخیرہ اس میں محیط کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ شرح جامع صغیر شرح زیادات۔ شرح ادب القضا للخصاف۔

محیط السرخسی

یہ فقہ کی تین عظیم اور مستند کتابوں کا خلاصہ ہے یہ تینوں کتابیں کبریٰ وسطیٰ اور صغریٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ محیط دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ مصنف کا اسم گرامی رضی الدین محمد بن محمد السرخسی ہے سرخس کا شمار، خراسان کے نہایت قدیم شہروں میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اپنے بانی کے نام کیساتھ منسوب ہے۔ سمعانی نے کتاب الانساب میں ذکر کیا ہے کہ اس شہر کی تکمیل ذوالقرنین کے ہاتھوں ہوئی۔ صدر الشہید سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے ۴۳۴ھ میں انتقال فرمایا۔

جامع صغیر

فقہ کی قدیم ترین مستند کتابوں میں اس کا شمار کیا جاتا ہے اس کے مصنف امام محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ کے والد شام کے رہنے والے تھے بنی امیہ کے آخری دور میں عراق آئے ۱۳۲ھ میں بمقام واسط آپ کی ولادت ہوئی ان کے والد انھیں لیکر کوفہ چلے آئے اور یہیں پرورش کی۔ جبتک حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات رہے۔ تعلیمی سلسلہ ان سے منسلک رہا اور فقہ میں ممتاز درجہ کے مالک ہوئے۔ آپکے شاگردوں میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابو عبید۔ ابوسلیمان جوزجانی۔ موسیٰ رازی۔ محمد بن سماعہ۔ عیسیٰ ابن ابان۔ یحیٰ بن صالح الوحاظی یحیٰ بن معین۔ نہایت مشہور ہیں۔ آپ کے بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام محمد جیسا کوئی شخص میری نظر سے نہیں گذرا اگر میں کسی شخص کے بارے میں مبالغۃً یہ کہتا کہ اس پر قرآن کا نزول ہوا ہے تو محمد بن حسن کو ان کی فصاحت کی بنا پر کہتا۔ اتنا بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ ان کی کتابوں پر ساٹھ دراہم صرف کرکے مسائل کی تحقیق و تفتیش کی۔ تو ہر مسئلہ پر مجھے کوئی نہ کوئی حدیث ضرور ملی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میرے علم کے جزو اعظم محمد بن حسن ہیں۔ یوسف ابن ابو یوسف کے بعد خلیفۂ وقت نے آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ تفویض فرمایا۔ آپنے اس کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی آپ کو نہایت محبوب تھا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپنے ۹۹۰ کتابیں لکھیں۔ ان میں سیر صغیر سیر کبیر جامع صغیر جامع کبیر، مبسوط، زیادات، موطا اور کتاب الآثار زیادہ مشہور ہیں۔

تہذیب الاسمار میں مذکور ہے کہ ۱۸۹ھ میں آپنے وفات پائی اور مقام ریے میں مدفون ہوئے۔

مبسوط :- اس کے مصنف بھی حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہیں " اصل " کے نام سے یہ کتاب مشہور ہے۔

منیۃ المصلی :- فقہ کی نہایت مستند اور معتبر کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ فقہا میں نہایت مقبول ہوئی اور عرصہ دراز تک درس نظامی میں داخل نصاب رہی ہے سعید الدین کاشغری نے اس کو لکھا ہے۔

کافی :- یہ در اصل عدالتی فیصلوں کا ایک مجموعہ ہے جس کو حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط میں درج کیا ہے صاحب کتاب کا اسم گرامی شاہد محمد ابن محمد حنفی ہے۔

فتح القدیر :- یوں تو ہدایہ کی بہت سی شرح ہیں۔ لیکن ان سب میں مجموعی اعتبار سے فتح القدیر سب سے عمدہ شرح ہے یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے پہلی دو جلدیں محدث ابن ہمامؒ اور آخری دو جلدیں مفتی احمد شمس الدین نے تحریر فرمائی ہیں۔

النوازل :- یہ کتاب امام ابو اللیث سمرقندی نے تحریر کی ہے۔ آپنے یہ کتاب لکھکر فقہ حنفی کی بڑی خدمت انجام دی نہایت محنت و کاوش سے ابتدا اسلام کے قاضیوں کے فیصلے۔ فقہا کی آرا اور فقیہوں کے بیش قیمت فتاوی اس میں درج کردیئے ہیں۔ ۳۷۵ھ میں آپنے وفات پائی۔

بدائع صنائع :- تحفۃ الفقہا کی شرح ہے ابو بکر ابن مسعود کاشانی نے یہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شرح جب لکھی گئی تو اصل کتاب کے مصنف بھی زندہ تھے انہوں نے اس عالمانہ شرح کی نہایت تعریف کی تھی۔ سن تالیف ۵۸۷ھ بیان کیا جاتا ہے۔

سراج الوہاج :- یہ قدوری کی شرح ہے حدادی عبادی مولف کا نام ہے اس شرح کے بارے میں بعض علمار کا خیال ہے کہ جا بجا اس میں غیر مستند چیزیں پائی جاتی ہیں۔

ظہیریہ :- اس کتاب کی تالیف ظہیر الدین ابو بکر محمد بخاری نے فرمائی ہے قابل اعتماد کتاب ہے، کتاب کی قابل قدر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں زیادہ تر ان مسائل کے احکام بیان کئے گئے ہیں جن کی ضرورت انسان کو روزمرہ کی زندگی میں پڑتی ہے۔ اس میں بعض نہایت اہم فتاوی درج ہیں۔

المنتقی :- یہ کتاب نایاب ہے۔ مصنف کا اسم گرامی حکیم ابو الفضل محمد ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ کتاب ترتیب دینے سے پہلے میں نے فقہ کی تین سو کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔

بحر الرائق :- کنز کی مشہور شرح ہے مستند کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک مسئلہ کے بارے میں فقہا کے اقوال و آرا اور ان کے تفصیلی دلائل جتنی تعداد میں آپ کو اس کتاب میں ملیں گے وہ کسی دوسری کتاب میں نہیں پائے جاتے۔ کتاب میں فقہ کی دوسری کتابوں کے حوالے بھی نہایت تحقیق اور محنت سے جمع کئے گئے ہیں۔ مصر کے شہرۂ آفاق فقیہہ زین العابدین اس کے مؤلف ہیں۔

عنایہ :- ہدایہ کی شرح ہے دو جلدوں پر مشتمل ہے شیخ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی اس کے مؤلف ہیں ایک زمانہ میں ایشیا کوچک میں یہ شرح نہایت مقبول ہوئی تھی۔

جامع المضمرۃ :- قدوری کی شرح ہے۔ مؤلف کا نام جمال الدین یوسف ابن محمد ہے۔ آجکل نایاب ہے ریاست رامپور کے کتب خانہ میں اسکا ایک نسخہ موجود ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں۔ جن سے فتاوی میں

مدد لی گئی ہے طوالت کے خوف سے ہم صرف ان کے نام پر اکتفا کرتے ہیں زندگی رہی تو انشاء اللہ فتاویٰ کے "مقدمہ" میں کچھ تفصیل کے ساتھ ان کو بیان کریں گے۔" قنایہ۔ جامع کبیر حسیدی۔ مختار۔ ذخیرہ۔ غیاث بیان۔ برجندی۔ نیابیعہ۔ المزید۔ تہذیب۔ اختیار، فتاویٰ قاضی خاں۔ فتاویٰ تاتارخانیہ۔ معراج الدرایہ۔ تمارتاشی۔ جوہر نیرہ۔ کفایہ۔ غیاث السراجی۔ جوہر الاخلاطی۔ فتاویٰ بزازیہ فصول عمادیہ۔ فتاویٰ سراجیہ۔ تجنیس۔ تبیین۔ مختار الفتاویٰ۔ خزانۃ الفتاویٰ۔ فتاویٰ کبریٰ۔ فتاویٰ صغریٰ۔ حوی القدس۔ فتاویٰ محبیہ۔ خزانۃ المفتین۔ نہر الفائق۔ مجموعہ بحرین۔ تنویر۔ شمنی۔ خزینۃ الفقہ۔ برہانیہ۔ وغیرہ وغیرہ" فتاویٰ کی اس طویل فہرست سے آپنے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا۔ کہ اس کی تدوین میں کتنی تحقیق، محنت جستجو اور کد و کاوش سے کام لیا گیا ہے۔ اور کسقدر کتابوں کا نچوڑ اور خلاصہ اسمیں درج کیا گیا ہے۔

فقہی اصطلاحات

فتاویٰ عالمگیری میں مسائل اور اقوال کے بعد جگہ جگہ ہوالصحیح، ہوالاصح وغیرہ کے الفاظ آپ کو نظر آئیں گے ان کی تشریح بھی ضروری ہے۔ یہ دراصل فقہی اصطلاحیں ہیں جن کے مخصوص معانی و مطالب ہیں۔ فتاویٰ میں زیادہ تر یہ الفاظ آپ دیکھیں گے۔

ھوالصحیح۔ یہ قول صحیح ہے ھوالاصح۔ یہ قول سب سے زیادہ صحیح ہے علیہ الفتویٰ اسی قول پر فتویٰ ہے بہ یفتی اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ بہ ناخذ۔ اسی قول کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ علیہ الاعتماد۔ اسی قول پر فقہا کو اعتماد ہے۔ علیہ عمل الیوم آجکل اسی پر عمل ہے علیہ عمل الامۃ۔ امت کا اسی پر عمل ہے ھوالاظہر۔ یہ قول سب سے زیادہ ظاہر ہے ھوالاشبہ یہ قول فقہ یا صحت و صواب کے لحاظ سے زیادہ مشابہ ہے ھوالاوجہ۔ یہ قول زیادہ موجہ ہے ھوالمختار یہ قول فقہا نے اختیار کیا ہے بہ جری العرف عرف یہ ہوگیا ہے ھوالمتعارف۔ یہ قول مشہور ہے بہ اخذ علمائنا۔ ہمارے علماء نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

ان الفاظ میں کچھ ایسے ہیں جنہیں دوسرے الفاظ پر فوقیت اور ترجیح حاصل ہے مثال کے طور پر اگر ایک قول کے ساتھ صحیح اور دوسرے کے ساتھ اصح کے الفاظ ہیں تو دوسرے قول کو ترجیح ہوگی اس طرح اگر کسی قول کے ساتھ صرف فتوی کے الفاظ ہوں اور دوسرے کیساتھ بہ یفتی کے الفاظ ہوں تو دوسرا قول راجح شمار کیا جائیگا۔ اسی طرح بہ ناخذ، علیہ الاعتماد، علیہ عمل الیوم، علیہ الامۃ ان سب کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ فقہا کے نزدیک یہ اقوال معمول بہا ہیں۔ ایک قول کے ساتھ لفظ ظاہر ہے اور دوسرے قول کے ساتھ اظہر تو دوسرا قول راجح ہوگا۔ اشبہ کا لفظ تخریجات مشائخ پر بولتے ہیں۔ یعنی اصحاب تخریج میں سے دو فقیہہ کے اقوال ایک مسئلہ میں باہم مغائر ہوں اور ایک قول کے ساتھ لفظ اشبہ ذکر کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ قول ہمارے ائمہ کے طریقہ فقہ سے زیادہ مشابہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی قول کے ساتھ اوجہ کے الفاظ ہیں تو معنی یہ ہیں کہ یہ قول دلائل کے اعتبار سے دوسرے قول کے مقابلہ میں زیادہ باوزن ہے۔

عامۂ مشائخ:۔ اس سے مراد اکثر مشائخ ہیں بعض جگہ آپ دیکھیں گے کہ صرف لفظ "المشائخ" لکھا ہوا ہے۔ اس سے مراد وہ فقہاء ہیں جنہوں نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں پایا۔

متقدمین:۔ اس سے مراد وہ فقہا ہیں جنہوں نے امام یا صاحبین میں سے کسی کو پایا ہو۔

متاخرین:۔ اس سے مراد ایسے فقہا ہیں جنہوں نے ائمہ ثلثہ میں سے کسی کو نہیں پایا۔ ان کے علاوہ کچھ اور اصطلاحات ہیں جو "فتاویٰ" کے مقدمہ میں تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کی جائیں گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الطہارۃ

پہلا باب وضو کے مسائل (پانچ فصلیں)

پہلی فصل فرائضِ وضو کا بیان

اس میں اصل اللہ تبارک وتعالیٰ کی یہ آیۃ کریمہ ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ۔ ترجمہ:- اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ دھوؤ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں اپنے ٹخنوں تک دھوؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو میں چار فرض ہیں[۱]۔ پہلا فرض چہرہ کا دھونا ہے اس سے مراد پانی کا بہا دینا ہے اور مسح کے معنی ہیں تری پہونچانا (ھدایہ) شرح طحاوی میں ہے کہ ظاہر روایت[۲] کے اعتبار سے وضو کے اندر پانی کا بہا دینا شرط ہے اور اسوقت تک وضو جائز نہ ہوگا جبتک پانی کے قطرے نہیں گرے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان کے نزدیک وضو میں پانی کے قطروں کا بہنا شرط نہیں ہے پس برف سے اگر وضو کرے اور اس میں سے دو یا اس سے زائد قطرے ٹپک پڑیں تو بالاجماع وضو جائز ہے اور اگر قطرے نہ ٹپکیں تو حضرت امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک وضو درست نہیں ہوگا۔ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہو جائے گا (ذخیرہ) حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام محمدؒ کا قول صحیح ہے (مضمرات) ظاہر روایت میں چہرہ کی حد نہیں ذکر کی گئی ہے (بدائع) مغنی میں ہے کہ چہرہ سر کے بال اُگنے کی جگہ سے دونوں جبڑوں کے نیچے تک اور ٹھوڑی کے نیچے سے دونوں کانوں کی لو تک ہے) کذا فی (عینی شرح ہدایہ) اگر سر کے اگلے حصہ کے بال صلع[۳] کی وجہ سے گر پڑے تو اصح یہ ہے کہ وہاں پانی پہونچانا واجب نہیں (خلاصہ) اور یہی صحیح ہے (زاہدی) اور جس کے سر کے بال بقدر

---

[۱] فرض کا اطلاق اصطلاح میں اس چیز پر ہوتا ہے جو دلیل قطعی سے بلا معارض ثابت ہو اور یہ امر و نواہی دونوں قسم کے احکام کو شامل ہے۔ مترجم ۱۲

[۲] ظاہر روایت۔ یہ بھی فقہ کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ اس سے مراد ہر وہ روایت ہے جو حضرت امام محمد کی کتابوں (جامع صغیر جامع کبیر زیادات مبسوط وغیرہ) میں ذکر کی گئی ہو۔ مترجم ۱۲ [۳] صلع۔ اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پیدائشی بال نہ ہوں یا کسی بیماری کی وجہ سے گر گئے ہوں۔ مترجم ۱۲

نیچے تک اُگ آئیں کہ چہرہ کی حد میں داخل ہو جائیں تو اس پر اُن بالوں کا دھونا ضروری ہے جو اس مقام سے نیچے نکل آتے ہیں۔ جہانتک عموماً بال نکلا کرتے ہیں (عینی شرح ہدایہ) آنکھوں کے اندر پانی پہونچانا نہ واجب ہے نہ سنت۔ پلکوں کی جڑوں اور آنکھوں کے کناروں میں پانی پہونچانے کیلئے آنکھوں کے کھولنے اور بند کرنیکا تکلف نہ کرے (ظہیریہ) نقیہ احمد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ چہرہ دھوتے ہوئے آنکھوں کو نہایت قوت کے ساتھ بند کرنا جائز نہیں (محیط) آنکھ کے اس کویہ پر جو ناک سے ملا ہوا ہے پانی پہونچانا واجب ہے۔ (خلاصہ) اگر آنکھیں دکھتی ہوں اور چیپڑ نکلے ہوے ہوں تو اگر آنکھیں بند کرنے میں وہ چیپڑ نکلے ہوئے بہتے ہوں تو ان کے نیچے پانی پہونچانا واجب ہے، ورنہ نہیں (زاہدی) ہونٹ بند کرتے وقت جسقدر کھلے رہیں وہ چہرہ میں شامل ہیں اور جو چھپ جائیں وہ منہ کے تابع ہیں یہی صحیح ہے (خلاصہ) اور وہ سفیدی جو جبڑے اور کانوں کے درمیان ہے وضو میں اس کا دھونا ضروری ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی صحیح ہے۔ اکثر مشائخ کا یہی مذہب ہے (ذخیرہ) مونچھوں اور بھوؤں کے بال اور داڑھی کے وہ بال جو ٹھوڑی کے جڑ پر ہوں دھونے چاہئیں۔ بال اُگنے کی جگہ پر پانی پہونچانا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر بال تھوڑے ہوں اور بال اُگنے کی جگہ کھلی ہوئی ہو تو پانی پہونچانا لازم ہے (قاضی خان) .... نصاب میں ہے کہ اگر وضو کرنے والے شخص کی مونچھیں بڑی ہوں اور وضو کرتے ہوئے اُن کے نیچے پانی نہ پہونچے تو وضو جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ غسل کا حکم اسکے برخلاف ہے (مضمرات) داڑھی کا حکم یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی دھاڑی کا مسح فرض ہے (شرح وقایہ) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ داڑھی کے اوپر پانی کا بہانا فرض ہے اور یہی اصح ہے (تبیین) یہی صحیح ہے (زاہدی) جو بال ٹھوڑی سے نیچے لٹکے ہوئے ہیں انکا دھونا فرض نہیں (کذا فی المحیطین) اگر ٹھوڑی کے بالوں پر پانی بہایا اور اس کے بعد بال منڈوائے تو ٹھوڑی کا دھونا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر بھویں یا مونچھیں منڈائیں یا سر پر مسح کیا پھر سر منڈایا یا ناخن کٹوائے تو اعادہ ضروری نہیں ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

وضو کا دُوسرا فرض

دونوں ہاتھوں کا دھونا ہے۔ ہمارے تینوں ائمہ (امام اعظم، امام محمد، امام ابو یوسف) کے نزدیک کہنیاں بھی دھونے میں شامل ہیں۔ (محیط) اگر اعضاء وضو میں کوئی انگلی یا ہتھیلی زائد ہو تو اس کا دھونا بھی ضروری ہے (سراج وہاج) اگر کسی کے کاندھے پر دو ہاتھ نکل آئیں تو جو ہاتھ پورا ہو وہی اصل ہاتھ ہے۔ اسکا دھونا واجب ہے اور دُوسرا زائد ہے۔ اس کا جو حصہ اصلی ہاتھ کے اس حصہ کے بالمقابل ہوگا جس کا دھونا فرض ہے تو صرف اتنے حصہ کا دھونا ضروری ہوگا۔ اور زائد ہاتھ کا وہ حصہ جس کی یہ شان نہیں ہے اس کا دھونا واجب نہیں (فتح القدیر) لیکن اس کا دھونا مستحب ہے (بحر الرائق) فتاویٰ ماوراء النہر میں ہے وضو میں جن حصوں کا دھونا ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی حصہ سوئی کے ناکے کے برابر خشک رہ گیا یا ناخنوں کی جڑوں میں سوکھی یا تر مٹی لگی ہوئی ہو تو وضو دُرست نہ ہوگا۔ اگر ہاتھ میں خمیر یا مہندی لگی ہوئی ہو تو وضو جائز ہوگا۔ نقیہ دبوسیؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر آٹا گوندھنے میں گوندھا ہوا آٹا کسی کے ہاتھ میں لگ کر خشک ہو گیا پھر اس نے وضو کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا اگر آٹا تھوڑی مقدار میں لگا ہوا ہے تو وضو جائز ہے" زاہدی" ناخنوں کے نیچے جو جگہ ہے وہ بھی اعضاء وضو میں داخل ہے اگر اسمیں گندھا ہوا آٹا بھر گیا ہو تو اس کے اندر پانی پہونچانا واجب ہے (کذا فی الخلاصۃ واکثر المعتبرات) شیخ امام زاہد ابو نصر صفار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ اگر ناخن اتنے لانبے ہوں کہ ان کے نیچے انگلیوں کے سرے چھپ جائیں تو اُن کے نیچے پانی پہونچانا واجب ہے، اور اگر

ناخن چھوٹے ہوں تو واجب نہیں ہے (محیط) اگر ناخن اسقدر لمبے ہوں کہ انگلیوں کے سروں سے بھی متجاوز ہو جائیں تو بالاتفاق سب کا یہی مذہب ہے کہ ناخنوں کے نیچے کا حصہ دھونا واجب ہے (فتح القدیر) جامع صغیر میں ہے کہ ابوالقاسم سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا اگر کسی کے ناخن ایسے بڑھے ہوئے ہوں کہ اُن میں میل جما رہے یا کوئی شخص مٹی کا کام کرتا ہو یا کسی عورت نے اپنی انگلیں مہندی میں رنگی ہوں یا اس شخص کے ناخنوں میں میل جم جائے جو چمڑے کو پکا کر صاف کرتا اور چھیلتا ہے یا رنگریز ہو۔ سب کا وضو جائز ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ان سب کا ایک حال ہے اور سب کا وضو جائز ہے۔ اس لئے کہ ان کا ان چیزوں سے بچنا مشکل ہے فتویٰ جواز پر ہے۔ شہری اور دیہاتی میں کوئی فرق نہیں ہے (ذخیرہ) ایسے ہی اگر نان بائی کے ناخن بڑھے ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے (زاهدی ناقلاً عن جامع صغیر) خضاب جب جم جائے اور خشک ہو جائے تو وضو اور غسل قائم نہیں ہوگا۔ (سراج وہاج ناقلاً عن ذخیرہ) اور مجموع النوازل میں ہے اگر انگوٹھی ڈھیلی ہو تو اس کو حرکت دینا سنت ہے۔ اگر اسقدر تنگ ہو کہ اسکے نیچے پانی نہ پہونچتا ہو تو اس کو ہلانا فرض ہے۔ (خلاصہ وھو ظاہر الروایۃ ھذا فی المحیط)

وضو کا تیسرا فرض

دونوں پاؤں دھونا ہے ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک ٹخنے بھی پاؤں دھونے میں شامل ہیں۔ ٹخنہ پنڈلی کی اسا بھری ہوئی ہڈی کو کہتے ہیں جو قدم کے اوپر ہوتی ہے (محیط) اگر کسی کا ہاتھ یا پاؤں کٹ جائے اور کہنی یا ٹخنے میں سے کچھ باقی نہ رہے تو ان کا دھونا ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر باقی رہے تو واجب ہوگا۔ (بحر الرائق) جس جگہ سے کٹا ہے اس کے دھونیکا بھی یہی حکم ہے (محیط) تمیمہ میں ہے کہ تجنیؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی کا پاؤں شل ہو جائے اس طرح پر کہ اگر اس کو کاٹا جائے تو پتہ نہ چلے کیا وضو میں اس کا دھونا واجب ہوگا؟۔ انہوں نے فرمایا کہ واجب ہوگا۔ (تاتارخانیہ) اگر پاؤں پر تیل ملا پھر وضو میں پاؤں دھوئے لیکن چکنائی کی وجہ سے پاؤں پر پانی کا اثر نہیں ہوا تو وضو جائز ہوگا۔ (ذخیرہ) مجموع النوازل میں ہے اگر کسی کے پاؤں میں پھٹن ہو اور ان میں وہ چربی رکھے پھر پاؤں دھوئے اور اس چربی کے نیچے پانی نہ جائے تو یہ دیکھے کہ اگر اسکے نیچے پانی پہونچانے سے نقصان ہوتا ہے تو وضو جائز ہے ورنہ وضو جائز نہیں (المحیط) اور اگر اس کو سی دے تو ہر صورت میں وضو جائز ہوگا۔ (خلاصہ) شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے اگر کسی کے اعضا میں شگاف ہو اور اسکے دھونے سے عاجز ہو تو اس کے دھونے کا فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا۔ لیکن اسپر پانی گذارنا لازم ہوگا اگر پانی گذارنے سے بھی عاجز ہو تو مسح کافی ہے اور مسح کرنے پر بھی قادر نہ ہو تو مسح بھی اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اس کے آس پاس کے حصہ کو دھوئے اور اسجگہ کو چھوڑ دے (ذخیرہ) اگر کسی کے زخم ہو اور اس زخم کی کھال اوپر ابھر آئے اور زخم کے کنارے اس کھال سے ملے ہوئے ہوں لیکن جس جانب سے پیپ نکلی ہے وہ اس سے ملی ہوئی نہ ہو۔ اس نے وضو میں کھال دھوئی لیکن پانی کھال کے نیچے نہ پہونچا تو وضو جائز ہے۔ اس لئے کہ کھال کے نیچے جو حصہ ہے وہ کھلا ہوا نہیں ہے تو اسکا دھونا بھی فرض نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں) اگر اعضاء وضو میں سے کسی عضو میں زخم ہے مثلاً دمل وغیرہ اور اس پر باریک کھال ہے وضو کرتے ہوئے اس کھال پر پانی بہا لیا پھر اس کھال کو نوچ ڈالا تو اب اس پر اس کھال کے نیچے کے حصہ کا دھونا واجب ہے کہ یا نہیں۔ جواب یہ ہے کہ جب وہ کھال اتاری گئی تو اگر اسوقت وہ زخم بالکل اچھا ہو گیا تھا کہ کھال کے اُترنے سے کچھ تکلیف نہ محسوس ہوئی تو اسجگہ کا دھونا اس پر واجب ہے اور اگر کھال زخم اچھا ہونے سے پیشتر اتار دی اور اس کے اتارنے میں تکلیف محسوس ہوئی۔ تو اگر اسمیں سے کچھ نکلا اور بہا تو وضو

وضو ٹوٹ گیا اور اگر کچھ نہ نکلا تو اس جگہ کا دھونا واجب نہیں۔ اور درست جواب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں دھونا واجب نہیں ہے اور فوائد قاضی امام رکن الاسلام علی اسعدی میں لکھا ہے اگر وضو کے کسی عضو پر مکھیوں اور پسوؤں کی بیٹ لگی ہوئی ہو اور وضو میں پانی اس کے نیچے نہ پہونچے تو وضو جائز ہوگا۔ اس لئے کہ اس سے بچنا ناممکن ہے۔ اور اگر مچھلی کی کھال یا چبائی ہوئی روٹی لگ گئی ہو اور خشک ہو گئی ہو اور وضو کرتے ہوئے پانی اس کے نیچے نہ پہونچے تو جائز نہیں اسلئے کہ اس سے بچنا ممکن ہے (محیط) اگر وضو کا کوئی ایسا حصہ باقی رہ گیا جہاں پانی نہیں پہونچا۔ اور اسی عضو کی تری اس حصہ پر پہونچائی جائے تو جائز ہے (خلاصہ) اگر ایک عضو کی تری دوسرے عضو پر پھیری جائے تو وضو میں جائز نہیں غسل میں جائز ہے بشرطیکہ وہ تری ٹپکتی ہو (ظہیریہ) اگر کسی شخص پر بارش کا پانی پڑ گیا یا کسی بہتی ہوئی ندی میں داخل ہو گیا تو وضو اس کا ہو گیا۔ اور غسل بھی ہو جائیگا۔ بشرطیکہ تمام بدن پر پانی پہونچ گیا ہو مگر کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا (وضو میں سنت اور غسل میں فرض ہے) بھی اس کے ذمہ ہے (سراجیہ)۔

وضو کا چوتھا فرض

سر کا مسح کرنا ہے۔ اس میں مقدار ناصیہ[1] فرض ہے (ہدایہ) مختار یہ ہے کہ مقدار ناصیہ چوتھائی سر کے برابر ہے (اختیار شرح مختار) اصح قول یہ ہے کہ مسح میں ہاتھ کی تین انگلیاں لگانی واجب ہیں (کفایہ) پس اگر ایک انگلی یا دو انگلیوں سے مسح کیا تو ظاہر روایت کے اعتبار سے جائز نہیں۔ (شرح طحاوی) اگر شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے اس طرح مسح کیا کہ وہ دونوں کھلے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان جتنی ہتھیلی ہے وہ بھی سر کو لگا دے تب بھی مسح جائز ہوگا۔ اس بنا پر کہ شہادت کی انگلی اور انگوٹھا دو انگلیاں ہیں۔ اور ایک انگلی کی مقدار وہ ہتھیلی ہے جو ان دونوں کے درمیان ہے تو کل تین انگلیاں ہو گئیں (محیط) اگر انگلیوں کے سروں سے سر کا مسح کرے اگر پانی ان سے ٹپکتا ہے تو مسح جائز ہوگا۔ اور اگر پانی ٹپکتا نہ ہو تو مسح جائز نہیں (ذخیرہ) اگر کسی کے سر پر لانبے بال ہوں اور تین انگلیوں سے ان بالوں پر مسح کیا تو اگر وہ مسح ان بالوں پر ہو جن کے نیچے سر ہے تو وہ مسح راس کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور اگر ایسے بالوں پر مسح کیا جن کے نیچے پیشانی یا گردن ہے تو مسح جائز نہ ہوگا۔ اگر سر کے اوپر دو گیسو بندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عورتیں باندھا کرتی ہیں اور مسح گیسوؤں کے سرے پر کیا۔ ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک یہ مسح اس شرط پر جائز ہوگا کہ وہ ان گیسوؤں کو نیچے نہ لٹکائے۔ اس لئے کہ اس نے ایسے بالوں پر مسح کیا ہے جن کے نیچے سر ہے۔ اور عامہ مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ وہ مسح جائز نہیں. خواہ ان کو لٹکائے یا نہ لٹکائے (محیط) کانوں کا مسح کر لینا سر کے مسح کے قائم مقام نہیں بن سکتا (سراجیہ) اگر اس کی ہتھیلی میں تری ہو اور وہ اس سے مسح کرے جائز ہے خواہ وہ تری اس پانی کی ہو جو اس نے برتن سے لیا ہے یا اس نے ہاتھ دھوئے اس کی تری اس کی ہتھیلی میں باقی تھی یہی صحیح ہے لیکن اگر سر کا یا موزہ کا مسح کیا اور تری ہاتھ میں باقی رہی تو اس سے پھر سر کا یا موزہ کا مسح جائز نہیں۔ (خلاصہ) اگر کسی عضو سے تری لے لی تو اس سے مسح جائز نہیں. خواہ اس عضو کو دھویا تھا یا اس پر مسح کیا تھا۔ (ذخیرہ) اور جس نے اپنے سر پر برف سے مسح کیا تو بہر صورت جائز ہے یعنی فقہائے اس میں کوئی فرق نہیں کیا ہے کہ اس میں سے قطرے ٹپکیں یا نہ ٹپکیں (فتاوی برھانیہ) اگر سر کو بھی چہرہ کے ساتھ دھو لیا تو یہ مسح کے قائم مقام ہو جائیگا لیکن مکروہ ہے۔ اسلئے کہ یہ صورت اس حکم کے خلاف ہے جس کا آیۃ کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے (محیط) اگر سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا ہے اور کچھ حصہ منڈا ہوا نہیں ہے اور اس حصہ جو منڈا ہوا نہیں ہے مسح کر لیا جائز ہے (جوہرنیرہ) اور حجت میں ہے اگر سر کے اگلے حصہ پر مسح نہیں کیا بلکہ سر کے آخری حصہ پر یا دائیں بائیں جانب یا وسط سر پر مسح کیا جائز ہے (تاتارخانیہ) ٹوپی پر اور

[1] مقدار ناصیہ۔ ناصیہ عربی میں پیشانی کو کہتے ہیں. مقدار ناصیہ یعنی پیشانی کے برابر بال اور وہ چوتھائی سر کے برابر ہے یہی مختار اور اصح ہے مترجم۔

عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح عورت اگر اپنے دوپٹہ پر مسح کرے جائز نہیں ہے لیکن اگر پانی ٹپک رہا ہو اور وہ بالوں تک پہونچ جائے تو یہ مسح کے قائم مقام ہو جائیگا (خلاصہ) یہ حکم اس صورت میں ہے جب پانی میں رنگ ظاہر نہ ہو (ظہیریہ) افضل یہ ہے کہ عورت دوپٹے کے نیچے مسح کرے (فتاوی قاضی خان) اگر عورت کے سر پر خضاب لگا ہوا ہو اور وہ خضاب پر مسح کرے پس اگر اس کے ہاتھ کی تری خضاب سے ملکر ماء مطلق کے حکم سے خارج ہو گئی تو مسح جائز نہ ہو گا (خلاصہ)

دوسری فصل ——— وضو کی سنتوں کا بیان

وضو میں تیرہ سنتیں ہیں جیساکہ متون میں مذکور ہیں (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔ اس کا پڑھنا وضو میں مطلقاً سنت ہے، یہ قید نہیں ہے کہ جب سونے سے اٹھکر وضو کرے۔ تب ہی بسم اللہ پڑھے۔ بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنی چاہیے اگر ابتدا میں بھول گیا اور جب بعض اعضا دھو چکا تو یاد آئی پھر بسم اللہ پڑھی تو سنت ادا نہ ہو گی۔ مگر کھانا کھانے میں اور اسی طرح کے دیگر کاموں میں بسم اللہ کا یہ حکم نہیں ہے (تبیین) اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا اور وضو تمام کرنے سے پیشتر یاد آ گئی تو بسم اللہ پڑھے تاکہ وضو اس سے خالی نہ ہو۔ (سراج الوہاج) استنجا کرنے سے پیشتر بھی بسم اللہ پڑھے اور بعد میں بھی پڑھے یہی صحیح ہے (ہدایہ) لیکن جب ستر کھلا ہوا ہو۔ یا محل نجاست میں ہو تو بسم اللہ نہ پڑھے (فتح القدیر) حضرت امام طحاوی اور مولانا فخر الدین اتمرغی نے کہا ہے کہ سلف سے بسم اللہ وضو میں اس طرح منقول ہے۔ بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام۔ خبازیہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے (معراج الدرایہ) وضو کے شروع میں اگر لا الہ الا اللہ یا الحمد للہ یا اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھے تو بسم اللہ کی سنت ادا ہو جائے گی (قنیہ) (۲) وضو کے شروع میں دونوں ہاتھوں کا تین بار گٹوں تک[1] دھونا۔ کہا گیا ہے کہ یہ فرض ہے اور اس کو مقدم کرنا سنت ہے (فتح القدیر و اختیار المعراج والجنازیہ) اصل میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے (بحر الرائق) ہاتھ دھونے کا طریقہ جبکہ برتن چھوٹا ہو یہ ہے بائیں ہاتھ میں برتن پکڑے اور داہنے ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے پھر دائیں ہاتھ میں برتن لے اور بائیں ہاتھ پر تین بار پانی ڈالے۔ اگر برتن بڑا ہو جیسے مٹکا وغیرہ تو اگر اس کے اوپر کوئی چھوٹا برتن بھی ہو وہی طریقہ اختیار کرے جو پہلے ذکر کیا گیا۔ اور اگر چھوٹا برتن نہ ہو تو بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کرکے برتن میں داخل کرے اور اس سے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔ انگلیوں کو آپس میں ملکر ہاتھ کو پاک صاف کرکے پھر داہنا ہاتھ برتن میں ڈالے اور اس سے بایاں ہاتھ دھوئے (مضمرات) یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ ہاتھ پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو۔ اگر ہاتھ پر نجاست بھی لگی ہوئی ہو تو کوئی اور صورت اختیار کرے۔ (خلاصہ) اس میں اختلاف ہے کہ ہاتھ استنجا کرنے سے پہلے دھوئے یا بعد میں اور اصح یہ ہے کہ دونوں بار دھوئے۔ ایک مرتبہ استنجے سے پیشتر اور ایک بار استنجے کے بعد۔ (فتاوی قاضی خان) (۳) کلی کرنا اور (۴) ناک میں پانی ڈالنا۔ سنت یہ ہے کہ پہلے تین مرتبہ کلی کرے پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے ہر مرتبہ نیا پانی لے (محیط السرخسی) کلی کرنے کے معنی یہ ہیں کہ تمام منہ کے اندر پانی بھر جائے۔ اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد یہ ہے کہ (بانسے) تک پانی پہونچ جائے (خلاصہ) اگر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ترک کریگا تو صحیح یہ ہے کہ اس کا یہ فعل برا ہو گا۔ اس بنا پر کہ یہ دونوں سنن موکدہ میں سے ہیں۔ اور سنت موکدہ کو چھوڑنا برا ہے۔ بخلاف سنن زوائد کے کہ ان کا چھوڑنا برا نہیں ہے۔ (سراج الوہاج) اگر پانی ایک بار ہتھیلی میں لیکر اسی سے تین

[1] یہ سنت اسی وقت ہے جبکہ دونوں ہاتھ پاک ہوں لیکن ہاتھ اگر ناپاک ہوں تو اس صورت میں ہاتھوں کا دھونا فرض ہے۔ مترجم

کلیاں کرے جائز ہے۔ اگر پانی ایک بار ہاتھ میں لیکر اس سے استنشاق کرے نا جائز ہے اس لئے کہ استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) میں مستعمل پانی ہتھیلی میں لوٹ کر آئیگا۔ اور یہ صورت کلی کرنے میں نہیں ہے (محیط) اگر پانی ہتھیلی میں لیکر تھوڑے پانی سے کلی کرے پھر بقیہ پانی ناک میں ڈالے جائز ہے۔ اگر اس کا اُلٹا کرے تو نا جائز ہے (سراج الوہاج) (۵) مسواک کرنا۔ مسواک ایسے درختوں کی لکڑیوں سے بنانی چاہیئے جو کڑوے ہوتے ہیں۔ اس سے منہ کی بدبو جاتی رہتی ہے۔ دانتوں میں مضبوطی آتی ہے۔ معدہ قوی ہوجاتا ہے مسواک تر ہونی چاہیئے۔ چھنگلیا کے برابر موٹی ہو۔ ایک بالشت لانبی ہو۔ مسواک کرنے کیلئے انگلی لکڑی کے قائم مقام نہیں ہوسکتی البتہ اگر لکڑی دستیاب نہ ہو تو داہنے ہاتھ کی انگلی لکڑی کے قائم مقام ... ہوسکتی ہے۔ (محیط۔ ظہیریہ) عورتوں کیلئے گوند چابنا مسواک کے قائم مقام ہوسکتا ہے۔ (بحر الرائق) مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح لینا مستحب ہے کہ چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے ہو اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر رکھے (نہر الفائق) مسواک کرنے کا وقت وہی ہے جو کلی کرنے کا ہے (نہایہ) دانتوں میں اوپر نیچے دونوں جانب مسواک کرنی چاہیئے۔ اور دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے۔ داہنی جانب سے مسواک کا آغاز کرے (جوہرنیرہ) جس شخص کو یہ خوف ہو کہ مسواک کرنے سے قے آجائے گی وہ مسواک نہ کرے۔ چت لیٹ کر مسواک کرنا مکروہ ہے (سراج وہاج) (۶) داڑھی میں خلال کرنا۔ قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک تین بار منہ دھونے کے بعد داڑھی میں خلال کرنا سنت ہے اور یہی قول لیا گیا ہے (زاہدی) مبسوط میں ہے کہ یہی قول اصح ہے (کذا فی معراج الدرایہ) داڑھی میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ اپنی انگلیاں داڑھی میں ڈال کر نیچے کی جانب سے اوپر کی جانب کو خلال کرے۔ شمس الائمہ کردری سے یہی منقول ہے۔ (کذا فی المضمرات) (۷) انگلیوں میں خلال کرنا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں کو انگلیوں میں اس طرح ڈالے کہ اُن سے پانی ٹپکتا ہو۔ بالاتفاق یہ سنت مؤکدہ ہے (نہر الفائق) انگلیوں میں خلال کرنا اسوقت سنت ہے کہ پانی ان کے درمیان پہونچ چکا ہو۔ اور اگر انگلیاں بند ہونے کے سبب پانی نہ پہونچا ہو۔ تو خلال کرنا واجب ہوگا۔ (تبیین) انگلیوں میں پانی ڈالنا خلال کے قائم مقام ہوجاتا ہے اگرچہ پانی جاری نہ ہو۔ ہاتھوں کے خلال میں بہتر صورت یہ ہے کہ انگلیوں میں انگلیاں ڈالے۔ پاؤں کے خلال میں بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے خلال کرے۔ داہنے پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرکے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے (نہر الفائق) انگلی نیچے کی جانب سے ڈالے (مضمرات)۔

(۸) تین بار اعضا کو دھونا۔ اعضا سے مراد وہ ہیں جن کا دھونا وضو میں فرض ہو جیسے دونوں ہاتھ۔ منہ اور پاؤں (محیط) ایک بار دھونا اس طرح پر کہ پورے عضو پر پانی پہونچ جائے فرض ہے (ظہیریہ) دو بار دھونا سنت مؤکدہ ہے (جوہرنیرہ) سبغ کی تفسیر یہ ہے کہ پانی عضو کے ہر ہر حصہ پر پہونچائے اور اس سے پانی کے قطرے ٹپکنے لگیں (خلاصہ) فتاوی حجۃ میں لکھا ہے ہر وہ عضو جس کا دھونا وضو میں ضروری ہے اس کو ہر بار اس طرح دھونا چاہیئے کہ پورے عضو پر پانی پہونچ جائے۔ اگر پہلی بار اس طرح دھویا کہ عضو کا کچھ حصہ خشک رہ گیا پھر دوسری بار بھی تھوڑا سا حصہ خشک رہ گیا پھر تیسری مرتبہ کے دھونے میں پورا عضو دھل گیا تو یہ تین بار کا دھونا شمار نہ ہوگا۔ (کذا فی المضمرات) اگر پانی کی گرانی کے سبب یا سردی کی وجہ سے یا کسی اور ضرورت کی بنا پر اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھویا تو مکروہ نہیں ہے اور نہ وہ گنہگار ہوگا۔ ورنہ وہ گنہگار ہوگا۔ (معراج الدرایہ) اگر اطمینانِ قلب حاصل کرنے کیلئے اشک کی صورت میں یا دوسرے وضو کی نیت کرتے ہوئے اعضاء وضو کو تین بار سے زیادہ دھویا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (نہایہ۔ سراج وہاج) (۹) پورے سر کا ایک بار مسح کرنا۔ اسی طرح متون میں لکھا ہے زیادہ ظاہر یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصہ پر رکھکر پیچھے کی جانب اس طرح لے جائے کہ پورے سر پر ہاتھ پھر جائے۔ پھر دو انگلیوں سے کانوں کا مسح کرے اس طرح

کہ ان کا پانی مستعمل نہ ہوا ہو۔ (تبیین) اگر کوئی شخص ہمیشہ پورے سر کا مسح بلا عذر چھوڑ دیتا ہے تو گنہگار ہوگا۔ (قنیہ)۔

(۱۰) کانوں کا مسح کرنا ـــــ کانوں کا آگے اور پیچھے دونوں جانب اسی پانی سے مسح کرے جس سے سر کا مسح کیا ہے۔ (شرح طحاوی) اگر کانوں کے مسح کیلئے نیا پانی لے ایسی حالت میں کہ پہلی تری بھی باقی تھی تو بہتر ہوگا (بحرالرائق) اگر کانوں کی اگلی طرف منہ دھوتے ہوئے مسح کرے اور پچھلی طرف سر کے مسح کے ساتھ مسح کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن افضل وہی صورت ہے جو پہلے ذکر کی گئی (شرح طحاوی) کانوں کے اوپر کے حصہ میں انگوٹھوں کے اندر کی طرف سے مسح کرنے اور کانوں کے اندرونی حصہ میں انگشت شہادت کی اندر کی جانب سے مسح کرے (سراج الوہاج)۔

(۱۱) نیت کرنا ـــــ مذہب یہ ہے کہ وضو کرنے کے وقت ایسی عبادت کی نیت کرے جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔ یا اس ناپاکی کے دور کرنے کی نیت کرے جو بے وضو ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ (تبیین) نیت اس طرح سے کرے اور کہے۔ میری نیت یہ ہے کہ میں یہ وضو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کرتا ہوں۔ یا میری نیت یہ ہے کہ اس سے "حدث"[1] دور ہو جائے۔ یا میں پاکی کی نیت کرتا ہوں۔ یا میری نیت یہ ہے کہ نماز پڑھنا جائز ہو جائے (سراج وہاج) نیت منہ دھوتے ہوئے کرنی چاہئے۔ محل نیت دل ہے اور زبان سے ادا کرنا مستحب ہے۔ (جوہرہ نیرہ)۔

(۱۲) ترتیب ـــــ اس سے مراد یہ ہے کہ حق جل شانہ نے آیۃ کریمہ میں جس کا ذکر پہلے کیا ہے اس کو پہلے کرے (تبیین) قدوری نے نیت ترتیب اور پورے سر کے مسح کو مستحبات میں شمار کیا ہے۔ صاحب ہدایہ۔ محیط۔ تحفہ۔ ایضاح اور روانی نے ان کو سنتوں میں داخل مانا ہے۔ اور یہی اصح ہے (زیادہ ٹھیک) (معراج الدرایہ)۔

(۱۳) موالات ـــــ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک عضو کو دھو کر اسکے فوراً بعد دوسرا دھوئے اس کی حد یہ ہے کہ معتدل موسم میں بعد والے عضو کو دھونے سے قبل پہلا عضو خشک نہ ہو جائے۔ گرمی۔ ہوا۔ اور سردی کی شدت کا اعتبار نہیں ہے۔ البتہ وضو کرنے والے کے عام حالات کا اعتبار کیا جائیگا[2] (جوہرہ نیرہ) اور وضو میں تفریق کرنا (یعنی بعض اعضاء کو دھو کر تھوڑی دیر رک جائے پھر دوسرے اعضاء کو دھوئے) بلا عذر مکروہ ہے۔ اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً پانی ختم ہو جائے اور اس کی طلب میں جائے یا کوئی اور وجہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ غسل اور تیمم میں بھی تفریق کا یہی حکم ہے (سراج الوہاج)

تیسری فصل ـــــ وضو کے مستحبات[3] کا بیان

وضو کے مستحبات متون (متون جمع متن جیسے کنز وغیرہ مترجم) میں دو ذکر کئے گئے ہیں (۱) سیدھی طرف سے ابتدا کرنا یعنی پہلے دایاں ہاتھ دھوئے پھر بایاں ہاتھ۔ پہلے داہنا پیر دھوئے پھر بایاں۔ صحیح مذہب یہ ہے کہ (یہ مؤکد نہیں ہے بلکہ) فضیلت ہے۔ (اور اولیٰ ہے) اعضاء وضو میں جسقدر دو دو عضو ہیں ان میں داہنے عضو کو بائیں عضو پر مقدم کرنا مستحب ہے۔ لیکن کانوں کا حکم

---

[1] حدث۔ سے مراد وہ نجاست حکمی ہے جو وضو ختم ہو جانیکے باعث لاحق ہوتی ہے۔ [2] چنانچہ اگر تیز بخار کی وجہ سے عضو فوراً خشک ہو جائے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ [3] مستحب وہ عمل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ ہو۔ لیکن آپ نے اس پر مداومت نہ فرمائی ہو۔

اس کے خلاف[1] ہے لیکن اگر کسی کے صرف ایک ہی ہاتھ ہو یا ایک ہاتھ میں کسی قسم کی بیماری ہو اس بنا پر دونوں کانوں کا ایک ساتھ مسح نہ کر سکے تو وہ پہلے دائیں اور پھر بائیں کان کا مسح کرے (جوہرۂ نیرہ) (۲) گردن کا مسح ...... یہ دونوں ہاتھوں کی پشت سے کرنا چاہیے۔ گلے کا مسح بدعت ہے (بحر الرائق) اس مقام پر مشائخ نے کچھ اور بھی سنتیں اور آداب ذکر کئے ہیں۔

سنت ہے کہ پیر دھوتے ہوئے داہنے ہاتھ میں برتن پکڑے اور دائیں پیر پر اوپر کی جانب سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے اسکو ملے اسی طرح تین مرتبہ دھوئے پھر بائیں پیر پر اچھی طرح پانی ڈالے اور اس کو بھی رگڑے اور ملے۔ (محیط) ہاتھوں اور پیروں کے دھونے میں انگلیوں کے سروں سے شروع کرنا سنت ہے (فتح القدیر-محیط) مسح میں سر کے اگلے حصہ سے شروع کرنا سنت ہے (زاہدی) کلی اور ناک کے اندر پانی ڈالنے میں ترتیب[2] کا لحاظ کرنا ہمارے نزدیک سنت ہے۔ (خلاصہ) کلی اور ناک کے دھونے میں مبالغہ[3] کرنا بھی سنت ہے (کافی شرح طحاوی) لیکن روزہ دار کیلئے ان دونوں میں مبالغہ کرنا سنت نہیں ہے (تاتارخانیہ) کلی میں مبالغہ یہ ہے کہ غرغرہ کرے (کافی) اور ناک میں مبالغہ یہ ہے کہ دونوں نتھنوں میں پانی ڈال کر اوپر کو چڑھائے یہاں تک کہ پانی ناک کے اس مقام تک پہونچ جائے جو سخت ہے (محیط) اصل میں لکھا ہے۔ ادب[4] یہ ہے کہ پانی میں اسراف نہ کرے اور کمی بھی نہ کرے (خلاصہ) یہ اس صورت میں ہے کہ جب نہر کا پانی ہو یا اپنی ملک ہو۔ اور اگر ایسے پانی سے وضو کرے جو طہارت حاصل کرنے والوں کیلئے وقف ہو تو پانی میں زیادتی اور اسراف بلا اختلاف حرام ہے (بحر الرائق) ہر عضو کو دھوتے ہوئے یہ پڑھے:۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں صدق قلب سے گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں)۔ وضو میں دنیا کی باتیں نہ کرے (محیط) اگر کوئی بات ضروری کہنی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر بات نہ کہی تو ضرورت رہ جائے گی تو ایسی حالت میں بات کرنا ترک ادب نہیں۔ (بحر الرائق) وضو کے تمام امور خود انجام دے جب وضو سے فارغ ہو جائے تو یہ دعا پڑھے:۔ سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک واشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ[5] جس کپڑے سے استنجا کی جگہ پونچھے اس سے دیگر اعضاء وضو کو صاف نہ کرے۔ استنجے سے فارغ ہونے کے بعد وضو کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرے اور وضو سے فارغ ہونیکے بعد یا وضو کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے:۔ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین[6] جب وضو کر چکے تو دو رکعت[7] نماز پڑھے۔ جب وضو سے فارغ ہو جائے تو اپنے برتن میں دوسری نماز کی وضو کیلئے پانی بھر کر رکھدے (محیط) جو پانی وضو سے بچ جائے اس میں ایک قطرہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر پی لے۔ مٹی کے برتنوں سے وضو کرے اور کپڑوں پر وضو کا پانی گرنے سے احتراز کرے۔ (زاہدی) اپنے ہاتھوں کو نہ جھاڑے (سراج الوہاج) کلی کیلئے داہنے ہاتھ سے پانی لے ناک کے اندر بھی دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے (خزانۃ الفقہ) خلف ابن ایوب سے منقول ہے کہ وضو کرنیوالے کیلئے مناسب یہ ہے کہ

---

[1] یعنی کانوں کا ایک ساتھ مسح کرنا چاہئے۔ [2] یعنی پہلے کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے [3] مبالغہ کرنا یعنی خوب اچھی طرح دھونا۔

...... [5] ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں ہے میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ [6] اے اللہ مجھکو توبہ کرنے والوں میں سے بنا دیجئے اور مجھے پاک ہونے والوں میں سے کر دیجئے۔ [7] یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضو کہلائیں گی۔ بشرطیکہ یہ وقت مکروہ نہ ہو اور فجر کا وقت نہ ہو اور فرض عصر کے بعد کا وقت نہ ہو۔

موسم سرما میں پہلے اپنے اعضا کو اس طرح تر کرے جس طرح تیل مل لیا کرتے ہیں اس کے بعد ان پر پانی بہادے اسلئے کہ جاڑے کے موسم میں پانی اعضا کے اندر اچھی طرح اثر نہیں کرتا (بدائع) آدابِ وضو میں سے ہے کہ اعضا کو ملے - کانوں کے سوراخ میں چھوٹی انگلی ڈالے وقت سے پیشتر وضو کرے منہ پر پانی ڈالتے ہوئے ہاتھ اس طرح نہ مارے جیسے طمانچے مارتے ہیں۔ اونچی جگہ پر بیٹھے (تبیین) برتن کی وہ جگہ جہاں سے اس کو پکڑتے ہیں تین بار دھوئے - اعضاء کو نرمی کے ساتھ دھوئے - وضو کرنے میں زیادہ جلدی نہ کرے - اعضاء کو خوب اچھی طرح دھوئے ملے اور انگلیوں اچھے طریقہ پر خلال کرے - منہ ہاتھ اور پیروں کو جہاں تک دھویا جاتا ہے اس سے آگے بھی کچھ دھوئے تاکہ متعین شدہ جگہوں کے دھل جانے کا پورا پورا یقین ہو جائے (معراج الدرایہ) - منہ دھونے کی ابتداء اوپر کی جانب سے ہونی چاہئے (نہر الفائق) وضو پاک جگہ میں کرنا چاہئے اس لئے کہ وضو کے پانی کا بھی احترام ہے - (نہر الفائق ناقلاً عن المضمرات) چھوٹے برتن کو بائیں جانب اور بڑے برتن کو (جیسے لگن وغیرہ جس میں ہاتھ ڈال کر چلو سے پانی لے سکتا ہو) داہنی طرف رکھے - نیتِ وضو زبان اور دل دونوں سے کرنی چاہئے - ہر عضو دھوتے ہوئے بسم اللہ پڑھے - کلی کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ

اے اللہ - قرآن پاک کی تلاوت میں میری مدد فرمائیے۔ اور ذکر و شکر اور اچھی عبادت کی توفیق مرحمت فرمائیے

ناک میں پانی ڈالتے ہوئے یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ۔

اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سنگھائیے اور دوزخ کی بدبو نہ سنگھائیے۔

منہ دھوتے ہوئے یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ

اے اللہ میرا چہرہ روشن اور تابناک کر دیجئے اس دن کہ جبکہ بہت سے چہرے روشن ہوں گے اور بہت سے چہرے سیاہ ہونگے۔

جب داہنا ہاتھ دھوئے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

اے اللہ میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیجئے۔ اور میرا ہلکا پھلکا حساب کیجئے۔

جب بایاں ہاتھ دھوئے تو یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ۔

اے اللہ میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں دینا اور نہ میری پیٹھ کے پیچھے۔

جب سر کا مسح کرے یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِکَ۔

اے اللہ مجھے اپنے عرش کے نیچے اس روز سایۂ رحمت عطا فرمائیے جس روز تیرے عرش کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔

کانوں کے مسح کے وقت یہ دعا پڑھے :-

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔

اے اللہ میرا شمار ان لوگوں میں سے کیجئے جو بات سنتے ہیں اور اس قول کو مانتے ہیں - جو اچھا ہوتا ہے -

جب گردن کا مسح کرے تو یہ دعا پڑھے :-

اللھم اعتق رقبتی من النار۔ اے اللہ میری گردن آگ سے محفوظ رکھیے۔

جب دایاں پیر دھوئے تو یہ دعا پڑھے۔

اللھم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزول الاقدام۔ اے اللہ میرے دونوں قدم پل صراط پر اس دن ثابت رکھیے جس دن قدم پھسلیں گے۔

جب بایاں پیر دھوئے تو یہ دعا پڑھے:۔

اللھم اجعل ذنبی مغفوراً وسعیی مشکوراً وتجارتی لن تبور۔ اے اللہ میرے گناہوں کو بخشا ہوا اور میری کوشش کو مقبول بنا اور میری تجارت نہ برباد ہونیوالی ہو۔

ہر عضو کے دھونے کے بعد درود شریف بھی پڑھے۔ وضو میں پانی کی مقدار ایک[1] مد سے کم نہ کرے (تبیین)۔

وضو کی قسمیں

وضو کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب۔

(۱) فرض اس کے لئے ہے جو نماز کا ارادہ کرے اور وہ بے وضو ہو (۲) واجب اس شخص پر ہے جو خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ اگر بے وضو طواف کرے گا۔ تو طواف ہو جائے گا مگر واجب ترک ہو جائے گا۔ (۳) وضو کی تیسری قسم مستحب ہے، اور اس کی کوئی تعداد نہیں۔ چند ان میں سے یہ ہیں:۔ (۱) سونے کے وقت وضو کرنا۔ (۲) وضو کی محافظت کرنا یعنی جب وضو ٹوٹے اسی وقت وضو کرے (۳) غیبت کرنے کے بعد وضو کرنا۔ (۴) شعر پڑھنے کے بعد وضو کرنا (۵) وضو پر وضو کرنا۔ (۶) قہقہہ لگانے کے بعد وضو کرنا۔ (۷) مردہ کو غسل دینے کیلئے وضو کرنا (فتاویٰ قاضی خان)۔

چوتھی فصل ——— وضو کے مکروہات کا بیان

مکروہات میں سے چند یہ ہیں (۱) منہ پر سختی کے ساتھ پانی مارنا (۲) بائیں ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ (۳) داہنے ہاتھ سے بلا عذر ناک صاف کرنا (خزانۃ الفقہ مصنفہ ابو اللیث) (۴) سر کا مسح نیا پانی لیکر تین بار کرنا۔ وضو کر لینے کے بعد رومال سے صاف کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے (تبیین) (۵) وضو کے لئے کوئی برتن خاص کر لینا (۶) جس طرح یہ مکروہ ہے کہ مسجد میں کوئی جگہ نماز کیلئے خاص کر لی جائے (وجیز مصنفہ کردری)

پانچویں فصل ——— وضو کو توڑنیوالی چیزیں

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں (۱) ہر وہ شی جو سبیلین (پیشاب اور پاخانہ کا مقام) سے نکلتی ہے

---

[1] روایتوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو فرماتے اور ایک صاع سے غسل کیا کرتے تھے۔ مد اور صاع دونوں عربی پیمانے ہیں۔ ہمارے یہاں کے حساب سے مد تقریباً ایک سیر کے برابر ہوتا ہے۔ اور صاع تقریباً چار سیر کے برابر۔

جیسے پیشاب۔ پاخانہ۔ ریح۔ ودی۔ مذی۔ منی۔ کیڑا۔ پتھری۔ پاخانہ نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تھوڑا ہو یا بہت۔ اور یہی حکم پیشاب اور اس ہوا کا ہے جو پاخانہ کے مقام سے نکلتی ہے۔ (محیط) وہ ہوا جو مرد یا عورت کے پیشاب کے مقام سے خارج ہو صحیح مذہب کے موافق اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر کسی عورت کے پیشاب اور پاخانہ کا راستہ مل گیا ہے تو اس کیلئے وضو کر لینا مستحب ہے (جوہرہ نیرہ) اگر کسی کے پیٹ میں آر پار زخم ہو اور اس میں سے ہوا نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ جس طرح ایسی ڈکار سے وضو نہیں ٹوٹتا جس میں سے بدبو آتی ہو (قنیہ) اگر پیشاب عضو تناسل کی ڈنڈی میں اتر آیا ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگر پیشاب اس کھال میں اتر آئے جسکی ختنہ کیا کرتے ہیں تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ذخیرہ) اور یہی صحیح ہے (بحرالرائق) اگر عورت کی اندر کی شرم گاہ سے پیشاب نکلا باہر کی شرم گاہ سے نہ نکلا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ جس مرد کا ذکر کٹ گیا ہو اور پیشاب کی جگہ سے کوئی ایسی چیز خارج ہو جو پیشاب کے مشابہ ہو تو اگر وہ اس کے بند کر لینے پر قادر ہے۔ چاہے روکے رکھے اور چاہے خارج کر دے تب وہ پیشاب ہی سمجھا جائیگا وضو اس سے ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر وہ شخص اس پر قادر نہیں ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ جبتک وہ خود نہ بہے (قاضی خان) فتاویٰ میں ہے کہ جب یہ بات ظاہر ہو جائے کہ خنثیٰ (ہیجڑا) مردوں میں ہے تو اس کی دوسری فرج زخم کے حکم میں ہو گی۔ اس سے جو چیز خارج ہو گی اس سے اسوقت تک وضو نہ ٹوٹے گا جبتک وہ نہ بہے (سراج الوہاج) (هكذا فى فتاوى قاضى خان والذخيرة و محيط السرخسى واكثر المعتبرات) اور اکثر کا یہ مذہب ہے کہ اس پر وضو واجب ہو جاتا ہے (تبیین) پھر وسہ اور اعتماد کے قابل پہلا ہی قول ہے (نہرالفائق) اگر مرد کے ذکر میں زخم ہو اور اس کے دو سوراخ ہوں ایک سے وہی چیز خارج ہوتی ہو جو پیشاب کی راہ سے بہتی ہو۔ اور دوسرے سے ایسی چیز نکلتی ہو جو پیشاب کے راستہ میں نہ بہتی ہو۔ تو پہلا سوراخ ذکر کے سوراخ کے حکم میں ہو گا جب پیشاب اس پر ظاہر ہو گا تو وضو جاتا رہے گا۔ اگرچہ وہ اپنی جگہ سے نہ بہے اور دوسرے سوراخ سے اگر کوئی چیز ظاہر ہوئی ہو تو جبتک وہ اپنی جگہ سے نہ بہے وضو نہ ٹوٹے گا۔ اگر کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ اسکا پیشاب نکل جائیگا اور اسلئے وہ پیشاب کے سوراخ میں روئی رکھ لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کا وضو اسوقت تک باقی رہے گا۔ جبتک کہ پیشاب روئی میں ظاہر نہ ہو (فتاوی قاضی خان) اگر کسی شخص کی کانچ باہر آجائے اور اس کو ہاتھ سے یا کپڑے میں لیکر اندر لیجائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے کہ کچھ نجاست اس کو ضرور لگے گی۔ شیخ امام شمس الائمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کانچ کے نکلنے ہی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (ذخیرہ) مذی اور ودی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جو منی بلا شہوت کے خارج ہوتی ہے اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً کوئی وزن اٹھایا یا اونچی جگہ سے گر پڑا اور منی نکل آئی تو وضو واجب ہو گا (محیط) مرد کی منی گاڑھی اور سفید رنگ کی ہوتی ہے اور اسکی بو کھجور کے درخت کی کلی کے مشابہ ہوتی ہے۔ اور اس کے اندر چپکاہٹ بھی ہوتی ہے۔ اور اس کے خارج ہونے سے عضو میں سستی آجاتی ہے عورت کی منی پتلی زرد رنگ کی ہوتی ہے۔ اور مذی پتلی سفیدی مائل ہوتی ہے اور جب کوئی شخص اپنی بیوی سے شہوت کے ساتھ اختلاط کرتا ہے تو وہ خارج ہوتی ہے اس کے بالمقابل عورت سے جو چیز نکلتی ہے اس کو قذی کہتے ہیں۔ ودی گاڑھا پیشاب ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ودی اسکو کہتے ہیں جو جماع سے فارغ ہو کر غسل کرنے کے بعد اور پیشاب کے بعد خارج ہوتی ہے۔ (تبیین) (۱۱) کیڑا اگر پیچھے کے راستہ سے نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کیڑا عورت یا مرد کے پیشاب کے مقام سے ظاہر ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہی حکم پتھری کا ہے (فتاوی قاضی خان) اگر کسی شخص نے اپنے ذکر کے سوراخ میں قطرے ڈالے پھر وہ نکل آئے تو وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ظہیریہ) اگر تیل سے حقنہ کیا پھر وہ بہ کر نکل آیا تو وضو کا اعادہ کریگا (محیط سرخسی) اور جو چیز نیچے کی جانب سے اندر چلی جائے پھر نکلے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اسلئے کہ اندر سے ضرور کچھ نہ کچھ تری اس میں لگ جاتی ہے۔ اگرچہ وہ پوری اندر نہ گئی ہو

مثلاً اس کا کنارہ اس کے ہاتھ میں ہو (وجیز کردری) وضو ایسی چیزوں سے بھی ٹوٹتا ہے جو ان دو راستوں (پیشاب۔ پاخانہ کا مقام) کے علاوہ کسی اور جانب سے خارج ہوں اور ایسی طرف بہیں جو پاک کی جاتی ہیں۔ مثلاً خون۔ کچلہو۔ پیپ وغیرہ یا پانی جو کسی بیماری کی وجہ سے بہہ نکلے۔ بہنے کے یہ معنی ہیں کہ زخم کے سرے سے ابھر کر نیچے کی جانب آئے (محیط سرخسی) اور یہی اصح ہے (بحر الفائق) خون جب زخم کے سرے پر ابھر آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اگرچہ وہ زخم کے سرے سے زیادہ جگہ میں ہو جائے (ظہیریہ) اسی پر فتویٰ ہے کہ اس قسم کی صورت میں وضو نہیں ٹوٹتا۔ (محیط) خون۔ کچلو۔ پیپ۔ زخم اور آبلہ کا پانی اور وہ پانی جو بیماری کی وجہ سے ناف۔ پستان۔ آنکھ یا کان سے نکلے۔ صحیح مذہب کے موافق سب کا ایک ہی حکم ہے۔ (زاہدی) اگر دماغ میں تیل ڈالا وہ دماغ میں کچھ دیر ٹھہرا۔ پھر کان یا ناک کی طرف سے بہہ گیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر منہ کے راستہ سے نکلے گا تو وضو اس پر واجب ہوگا۔ اس لئے کہ منہ سے نکلے گا تو معدہ میں ہو کر آئیگا۔ اور معدہ محل نجاست ہے پس وہ قے کے حکم میں ہوگا۔ (محیط سرخسی) اگر کسی چیز کو ناک کے راستہ سے اوپر چڑھایا پھر وہ منہ کے راستہ سے منہ بھر کر نکلی تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر کانوں کے راستہ سے نکلی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (سراج الوہاج) ۔ اگر غسل کرتے ہوئے کسی شخص کے کان میں پانی چلا گیا اور ٹھہرا رہا۔ پھر وہ ناک کے راستہ سے نکل آیا تو دوبارہ وضو واجب نہ ہوگا۔ (محیط) اور نصاب میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ (تاتارخانیہ،) لیکن اگر وہ پانی کچلہو بن گیا تو اس سے وضو ٹوٹ جائیگا (مضمرات) کان سے پیپ یا کچلہو نکلا۔ اگر بغیر درد کے نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور اگر درد کیساتھ نکلا تو وضو ٹوٹ جائے گا وجہ یہ ہے کہ یہ جب تکلیف اور درد کے ساتھ نکلا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ کسی زخم سے نکلا ہے۔ یہ فتویٰ شمس الائمہ حلوائی کا منقول ہے (محیط ہذا و فی الذخیرۃ والتبیین و السراج الوہاج)۔

حضرت امام محمد نے اصل[1] میں ذکر کیا ہے اگر زخم سے تھوڑا سا خون نکلا اس کو پونچھ ڈالا پھر تھوڑا سا نکلا پھر پونچھ دیا۔ پس دیکھا جائیگا کہ وہ خون اتنا تھا کہ نہ پونچھا جاتا تو بہہ نکلتا تو اس سے وضو ٹوٹ جائیگا۔ اور اگر اتنی مقدار میں ہے کہ وہ اپنی جگہ سے نہ بہتا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ یہی حکم ہے۔ اس صورت میں کہ زخم سے تھوڑا سا خون نکلا۔ اس پر راکھ یا مٹی ڈالدی پھر کچھ تھوڑا سا نمودار ہوا۔ پھر راکھ یا مٹی ڈالدی۔ دیکھا جائے گا کہ اگر کل جمع کیا جاتا تو وہ اپنی جگہ سے بہتا یا نہ بہتا (ذخیرہ) اگر خون سر سے ایسی جانب اترے جہاں حکم پاک کرنیکا ہے۔ مثلاً ناک یا کان تو وضو ٹوٹ جائیگا (محیط) ناک کے جس حصہ کو پاک کرنیکا حکم ہے وہ وہ حصہ ہے جہاں تک ناک نرم ہے (ملتقط) اگر کسی شخص کے منہ سے خون نکلا تو یہ دیکھا جائے گا کہ خون غالب ہے یا تھوک۔ اگر دونوں برابر ہوں تو وضو ٹوٹ جائیگا اور اس کا اعتبار رنگ سے ہوتا ہے۔ اگر سرخ رنگ ہے تو وضو ٹوٹ جائیگا اور اگر زرد رنگ ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا (تبیین) اگر وضو کرنیوالے نے دانتوں میں کوئی چیز چبائی اور اس میں خون کا نشان دیکھا۔ یا مسواک میں خون کا اثر نظر آیا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ جبتک خون کا بہنا نہ معلوم ہو۔ (ظہیریہ) اگر کسی شخص کی آنکھ میں زخم ہے اور اس میں سے خون نکل کر آنکھوں کے اندر ہی دوسری طرف جا پہونچا تو وضو نہیں ٹوٹے گا اسلئے کہ وہ خون ایسی طرف نہیں گیا جس کا دھونا واجب ہو (کفایہ) اگر زخم میں سے کچھ خون دبانے سے نکل آیا اس طرح پر کہ اگر نہ دبایا جاتا تو نہ نکلتا تو مختار یہی ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا (وجیز کردری) یہی ٹھیک ہے (قنیہ) یہی اچھا ہے۔ (شرح منیۃ للحلبی) اگر کوئی آبلہ چھل گیا اور اس میں سے پانی۔ پیپ وغیرہ بہی تو دیکھا جائیگا اگر وہ زخم کے سرے سے بہی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ ورنہ وضو نہیں ٹوٹے گا۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ خود نکلے اور اگر دبانے سے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اس لئے کہ وہ نکالا گیا ہے خود

---

[1] اس سے مراد امام محمد کی چھ کتابیں ہیں۔

نہیں نکلا (ہدایہ[1]) کسی شخص نے ناک صاف کی اس میں خون بستہ مسور کے دانہ کے برابر نکل آیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا (خلاصہ) چیچڑی اگر کسی انسان کے عضو سے خون چوسے اور وہ خون سے پُر ہو جائے۔ اگر وہ چھوٹی ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ جیسے مکھی اور مچھر کے چوسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر وہ بڑی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح جونک اگر کسی انسان کے عضو کو چوسے اور خون سے پُر ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (محیط السرخسی) اگر کسی شخص کی آنکھ سے ناسور کی طرح پانی بہتا ہو تو وہ زخم کے حکم میں ہے جو اس کے اندر سے بہیگا۔ اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خان) اگر کسی شخص کی آنکھ دُکھنے کی وجہ سے یا کسی اور بیماری کی وجہ سے پانی بہتا رہتا ہو تو ہر نماز کے وقت کے لئے تازہ وضو کرے۔ اس لئے کہ یہ احتمال ہے کہ وہ پیپ یا کچلہو ہو (تبیین) اگر زخم کے سرے سے کیڑا باہر نکل آیا تو وضو نہیں ٹوٹیگا۔ اگر کسی کو "عرق مدن" (جسے فارسی میں رشتہ کہتے ہیں) کی بیماری ہو تو وہ کیڑے کے حکم میں ہے۔ اگر پانی اس سے بہتا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (ظہیریہ) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان میں قے بھی ہے۔ اگر پت کھانے یا پانی کی قے منہ بھر کر ہوئی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا (محیط) منہ بھرنے کی صحیح تعریف یہ ہے کہ تکلیف و مشقت کے بغیر اس کو نہ روکا جا سکے (محیط السرخسی) اگر کسی شخص نے پانی پیا پھر قے میں پانی ہی نکل آیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (سراج الوہاج ناقلاً عن الفتاویٰ) اگر کسی شخص کو بلغم کی قے منہ بھر کر ہوتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ یہ بلغم اگر دماغ سے اُترا ہے تو وضو نہ ٹوٹے گا اور اگر معدہ سے آیا ہے تو حضرت امام محمدؒ اور حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک وضو نہ ٹوٹیگا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ قے میں خالص بلغم ہی بلغم ہو۔ اگر بلغم کسی اور شئے کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ مثلاً کھانا وغیرہ تو اگر کھانا منہ بھر کر قے میں آیا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ وضو نہ ٹوٹے گا۔ (محیط سرخسی) اگر کسی نے خون کی قے کی تو دیکھا جائے گا اگر بہتا ہوا خون سر سے اُترا ہے تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جائیگا۔ اگر خون بستہ ہے تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹیگا۔ اور اگر وہ خون معدہ سے آیا ہے اور وہ خون بستہ ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ بشرطیکہ وہ منہ بھر کر نہ ہو۔ اور اگر بہتا ہوا خون ہے تو امام اعظمؒ کے قول کے مطابق وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ منہ بھر کر نہ ہو (شرح منیہ) اور یہی مختار ہے۔ (تبیین) اسی کو ائمہ مشائخ نے صحیح کہا ہے۔ (بدائع)

اگر کسی نے تھوڑی تھوڑی قے اس طرح کی ہے کہ سب جمع کی جائے تو منہ بھر کر ہو تو امام محمد کا قول یہ ہے کہ اگر ان سب کا سبب متحد تھا تو قے جمع کی جائے گی اور وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ وضو نہ ٹوٹے گا۔ یہی صحیح ہے (مضمرات) اگر ایک بار جی متلا کر قے آئی اور اسی متلی میں دوبارہ قے آئی تو ان دونوں کا سبب ایک ہے اور اگر وہ متلی ختم ہو گئی اور اس کے بعد پھر قے آئی تو دونوں کا سبب مختلف ہے۔ (کافی) جو چیزیں انسان کے بدن سے خارج ہوتی ہیں اور ان سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ وہ نجس بھی نہیں ہوتیں۔ مثلاً تھوڑی سی قے اور خون بستہ (تبیین) اور یہی صحیح ہے (کافی) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان میں نیند بھی ہے کروٹ سے لیٹ کر ہو۔ نماز میں یا غیر نماز میں اس حکم میں فقہا کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ اور یہی حکم ہے جبکہ کوئی شخص کولہے پر سہارا دیکر سو جائے (بدائع) اور یہی حکم ہے جبکہ چت لیٹ کر سوئے (بحر الرائق) اگر کوئی شخص اس طرح بیٹھکر سوئے کہ اپنے دونوں سُرین اپنی دونوں ایڑیوں پر رکھدے تو اس پر وضو واجب نہیں اور یہی اصح ہے (محیط سرخسی) اگر کوئی شخص کسی چیز کا سہارا لیکر اسی طرح سو یا کہ اگر وہ چیز ہٹالی جائے تو گر پڑے تو مقعد اگر زمین سے علیحدہ ہے تو بالاجماع وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر مقعد علیحدہ نہیں ہے تو صحیح

---

[1] شیخ کمال الدین ابن الہمام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں ایک چیز کے خود بخود نکلنے میں اور اس کو نکالنے میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ زخم سے نکلی ہوئی چیز ناپاک ہے خواہ خود نکلی ہو یا نکالی گئی ہو جبکہ احادیث اور قیاس سے بھی اس بات کی تائید ہو رہی ہے۔ محیط میں بھی یہ ہی لکھا ہے کہ نقض وضو کا حکم دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

یہ ہے کہ وضو نہ ٹوٹے گا (تبیین) اگر کوئی شخص کھڑا ہوا یا بیٹھا ہوا سو جائے اگرچہ وہ زمین پر ہو یا محمل میں ہو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر رکوع یا سجدہ کی حالت میں سو جائے اور وہ نماز میں ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر وہ نماز میں نہیں ہے تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا مگر سجدہ کی صورت میں یہ شرط ہے کہ ہیئت مسنون کے مطابق ہو اس طرح پر کہ اسکا پیٹ رانوں سے اوپر اٹھا ہوا ہو اور اس کے بازو اس کے پہلوؤں سے جدا ہوں۔ اگر سجدہ میں یہ ہیئت نہ ہوگی تو وضو ٹوٹ جائیگا (بحر الرائق) ظاہر روایت میں نیند کے غلبہ سے سو جانے میں اور قصد و ارادہ کے ساتھ سونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے یہ منقول ہے کہ اگر کوئی شخص عمداً سوئے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور صحیح وہی ہے جو ظاہر روایت میں لکھا ہے (محیط) مریض اگر کروٹ سے لیٹ کر نماز پڑھتا ہو اور سو جائے تو اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے (المحیط والتبیین وبحر الرائق) اور اسی کے اوپر فتویٰ ہے (نہر الفائق)

اگر کوئی بیٹھا ہوا سویا اور وہ جھک جھک جاتا ہے اور اکثر اس کی مقعد زمین سے جدا ہو جاتی ہے شمس الائمہ حلوائی کا قول یہ ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا۔ (فتاوی قاضی خاں) اگر بیٹھے ہوئے سویا تھا پھر منہ یا پہلو کے بل گر پڑا تو اگر وہ گرنے سے پیشتر یا گرتے ہوئے بیدار ہو گیا تھا یا سویا ہوا تھا مگر گرنے کے بعد فوراً بیدار ہو گیا تو ان صورتوں میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر سوتا رہا پھر کچھ دیر کے بعد بیدار ہوا تو وضو ٹوٹ جائے گا (تبیین) اگر چار زانو بیٹھکر سویا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس طرح سوئے کہ دونوں پاؤں ایک جانب نکالدے۔ اور سرین زمین سے مل جائیں (خلاصہ) اگر کوئی شخص ایسی سواری پر سو گیا جس کی پشت ننگی ہے اور وہ سواری بلندی کی جانب جا رہی ہے یا سیدھے راستہ پر چل رہی ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اور اگر وہ نشیب کی جانب اتر رہی ہے۔ تو وضو واجب ہو گا۔ (محیط) اگر کوئی شخص ایسے جانور پر سویا جس کی پیٹھ پر زین ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر کوئی شخص تنور کے منہ پر بیٹھا ہوا سو گیا اور دونوں پاؤں لٹکا دیئے تو وضو ٹوٹ جائے گا (فتاوی قاضی خاں) اگر کوئی شخص کروٹ پر لیٹا ہوا اونگھنے لگے تو اگر یہ شدید ہو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر خفیف ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ شدید اور خفیف اونگھ میں فرق یہ ہے جو شخص اپنے قریب کی باتیں سنتا ہے وہ خفیف ہے۔ اور اگر قریب کی اکثر باتوں سے وہ بیخبر ہے تو وہ شدید ہے (محیط) اور یہی فتویٰ شمس الائمہ سے منقول ہے (ذخیرہ) وضو کو توڑنیوالی چیزوں میں بیہوشی، جنون، غشی اور نشہ بھی ہے۔ بیہوشی تھوڑی ہو یا زیادہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور جنون۔ غشی نشہ سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہاں نشے سے مراد بعض مشائخؒ کے نزدیک یہ ہے کہ عورت و مرد میں تمیز نہ کر سکے اور یہی قول صدر الشہید کا مختار ہے۔ اور صحیح قول شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے۔ سکر یہ ہے کہ چال میں لغزش آجائے (ذخیرہ)۔

وضو کو توڑنیوالی چیزوں میں قہقہہ بھی ہے قہقہہ کی تعریف یہ ہے کہ خود سنے اور برابر والے بھی سنیں۔ اور ہنسی یہ ہے کہ خود سنے اور برابر والے نہ سنیں اور تبسم یہ ہے کہ نہ وہ سنے اور نہ برابر والے سنیں۔ (ذخیرہ) قہقہہ لگانا ہر اس نماز میں جسمیں رکوع سجدے کئے جاتے ہیں ہمارے نزدیک نماز اور وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے (محیط) قہقہہ جان کر لگانے میں اور بھولے سے لگانے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (خلاصہ) قہقہہ نماز کے باہر لگا ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ ہنسی سے نماز جاتی رہتی ہے اور وضو نہیں جاتا۔ اور تبسم سے نہ نماز جاتی ہے نہ وضو۔ اگر سجدۂ تلاوت یا نماز جنازہ میں قہقہہ لگایا تو وہ سجدہ اور نماز باطل ہو جائے گی۔ وضو نہیں ٹوٹے گا (فتاوی قاضی خاں) بچہ اگر نماز میں قہقہہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا (محیط) اگر نماز کے اندر سوتے ہوئے قہقہہ لگایا تو صحیح یہ ہے کہ نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ نماز فاسد ہوتی ہے (تبیین) حاکم ابو محمد کوفی کا قول یہ ہے کہ اس سے نماز اور وضو دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔ عامۂ متاخرین نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے (محیط)۔ اگر کسی شخص نے نماز "مظنونہ"[1] میں قہقہہ لگایا تو صحیح یہ ہے کہ وضو ٹوٹ جائیگا (ظہیریہ) اگر کسی شخص نے ایسی

---

[1] "نماز مظنونہ" سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے اس نے عصر کی نماز کی نیت باندھی اور شروع کردی پھر معلوم ہوا کہ وہ پڑھ چکا ہے تو اس پر شروع کرنیسے نماز لازم نہ ہوگی۔ لیکن اس میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جائیگا۔

نماز میں قہقہہ لگایا جس کو عذر کی بنا پر اشاروں سے ادا کرتا تھا۔ یا سوار تھا نفل اشاروں سے پڑھتا تھا یا فرض نماز عذر کی بنا پر اشارے سے پڑھتا تھا تو ان سب صورتوں میں وضو ٹوٹ جائیگا۔ (فتح القدیر) قہقہہ سے جس طرح وضو ٹوٹتا ہے اسی طرح تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اس سے غسل کی طہارت نہیں جاتی۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ غسل کی طہارت کو بھی وضو کے چار دل اعضا سے باطل کر دیتا ہے غسل کرنیوالے نے جب نماز میں قہقہہ لگایا تو نماز اس کی فاسد ہوگی اور جبتک دوبارہ وضو نہ کرے نماز پڑھنا جائز نہیں (محیط) اور یہی صحیح ہے (تاتارخانیہ) وضو کو توڑنیوالی چیزوں میں کھلی ہوئی مباشرت بھی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں ننگے ہوں شہوت سے ایستادگی ہو اور دونوں کی شرمگاہیں ملجائیں تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک[1] استحسانا وضو ٹوٹ جائیگا۔ امام محمدؒ کے نزدیک وضو نہ ٹوٹے گا اور یہی قیاس ہے (محیط) اور یہی صحیح ہے۔ (نصاب) اور اسی پر فتویٰ ہے (ینابیع) کذافی التاتارخانیہ۔ اس مباشرت میں عورت کے وضو ٹوٹنے کیلئے مرد کے عضو میں استادگی ضروری نہیں ہے (قنیہ) مرد عورت کو چھوے یا عورت مرد کو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (محیط)۔ اپنے ذکر کو چھوئے یا دوسرے کے ذکر کو دونوں صورتوں میں ہمارے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا (کذافی الزاد) مباشرت دو عورتوں میں ہو یا مرد اور لڑکے میں امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جائیگا (قنیہ) اسی طرح دو مردوں میں مباشرت ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ (معراج الدرایہ)۔

شک کے مسائل

چونکہ شک کے مسائل ان سے متعلق میں اسلئے انکو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اصل اس میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو شک پیدا ہوا کہ اس نے فلان عضو دھویا ہے یا نہیں تو دیکھا جائیگا کہ یہ شک پہلی بار پیدا ہوا ہے یا یہ شک عموماً ہوتا رہتا ہے۔ پہلی صورت میں اس عضو کو دھو لینا چاہئے جس میں شک ہوا ہے۔ اور اگر شک ہوتا رہتا ہے تو اسکا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ حکم اس صورت میں جبکہ شک وضو کرنے کی حالت میں ہو۔ اگر وضو سے فارغ ہونیکے بعد شک ہوا ہے تو اس کی طرف کوئی توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس شخص کا وضو تھا پھر اس کو اس بارے میں شک ہوا تو وضو اس کا باقی رہے گا۔ اور اگر اس کا وضو نہ تھا اور طہارت میں اس کو شک لاحق ہوا تو وہ بے وضو ہی رہے گا۔ اس مسئلہ میں تحرّی[2] کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (خلاصہ)

دوسرا باب ـــــــ غسل کے مسائل (تین فصلیں)

پہلی فصل غسل کے فرائض کا بیان۔

غسل کے فرائض تین ہیں:۔ (۱) کلی کرنا (۲) ناک میں پانی دینا۔ (۳) تمام بدن کا دھونا۔ متون میں بھی لکھا ہے۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کی تعریف وضو کے باب میں خلاصہ سے بیان ہوگئی۔ جنبی[3] نے اگر پانی پی لیا اور کلی نہیں کی تو کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کلی کے قائم مقام سمجھا جائیگا بشرطیکہ تمام منہ میں پانی پہونچ گیا ہو (ظہیریہ) اگر کسی کا دانت کھوکرا ہے اس میں پوری طرح پانی نہیں پہونچا یا دانتوں کی ریخ میں کچھ کھانا لگا ہوا ہے یا ناک میں تر رینٹھ لگی ہوئی ہے۔ صحیح مذہب کے موافق اس کا غسل پورا ہوگیا (زاہدی) احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دانتوں کی ریخوں سے کھانا نکالکر اس پر پانی بہادے (فتح القدیر) ناک میں اگر خشک رینٹھ موجود ہے تو

---

[1] استحسانا قیاس خفی کو کہتے ہیں۔ [2] گمان غالب پر عمل کر لینے کو اصطلاح میں تحرّی کہتے ہیں [3] جنبی وہ شخص ہے جس پر غسل فرض ہے۔

غسل پورا نہیں ہوگا۔ (زاہدی) اگر ناخنوں میں گندھا ہوا آٹا لگا ہوا ہے تو غسل نہ ہوگا۔ اگر ناخنوں میں میل ہے تو غسل پورا ہو جائے گا۔ شہری اور دیہاتی دونوں حکم میں برابر ہیں۔ ناخنوں میں اگر خشک یا تر مٹی لگی ہوئی ہے۔ تب بھی غسل پورا ہو جائیگا۔ چرم ساز اور رنگریز کے ناخنوں میں جو چیز بھری رہتی ہے اس کی وجہ سے غسل پورا نہیں ہوتا۔ اور بعض حضرات کا قول ضرورت اور حرج کے پیش نظر یہ ہے کہ غسل پورا ہو جائے گا اس لئے کہ ضرورت اور حرج کی چیزیں قواعد شرع سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔ (ظہیریہ) اگر بدن پر مچھلی کی کھال یا چبائی ہوئی روٹی لگی ہوئی ہے اور غسل کرتے ہوئے پانی اس کے نیچے نہیں پہونچا تو غسل جائز نہ ہوگا۔ اگر بدن پر مکھی یا مچھر کی بیٹ لگی ہوئی ہے تو غسل جائز ہوگا۔ (محیط) اگر کسی شخص کے چیچک نکل آئی اور اس کے چھلکے ابھر آئے۔ لیکن کنارے ملے ہوئے ہیں اور چھلکوں کے نیچے پانی نہیں پہونچا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر اگر چھلکے اتر جائیں تب بھی دوبارہ غسل نہ کرے (ظہیریہ) آنکھوں کے اندر پانی پہونچانا واجب نہیں ہے (محیط سرخسی) بالوں کی جڑوں میں پانی پہونچ جائے تو عورت کیلئے ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنی چوٹی کو کھولے۔ اور عورت کیلئے ضروری ہے کہ اپنی زلفیں کھولے۔ یہی صحیح ہے (ہدایہ) اگر عورت کے بال کھلے ہوئے ہوں تو ان کے اندر پانی پہونچانا ضروری ہے۔ اور مرد کو اپنی داڑھی کے اندر پانی پہونچانا فرض ہے جس طرح اس کی جڑوں میں پانی پہونچانا ضروری ہے۔ بال اگر گندھے ہوئے ہوں تب بھی ان کے اندر پانی پہونچانا واجب ہے (محیط سرخسی) عورت اپنے سر پر اس طرح خوشبو لیپے کہ پانی بالوں کی جڑوں میں نہیں پہونچتا تو ..... خوشبو کا دور کرنا اسکے لئے ضروری ہے تاکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہونچ جائے (سراج الوہاج) بالی اور انگوٹھی اگر تنگ ہو تو اس کو حرکت دینا ضروری ہے۔ اگر کان میں بالی نہ ہو اور پانی اُوپر سے گذرتے ہوئے سوراخ میں چلا جاتا ہے تو یہ کافی سمجھا جائے گا۔ ورنہ پانی کو سوراخ میں داخل کرنا ضروری ہے۔ لیکن پانی کے علاوہ سوراخ میں لکڑی وغیرہ نہ ڈالے (بحر الرائق) ناف یعنی سونڈھی میں پانی پہونچانا ضروری ہے اور اچھی طرح پانی پہونچانے کیلئے اس میں انگلی کا استعمال کرنا چاہئے (محیط سرخسی) جس شخص کی ختنہ نہیں ہوئی اور اس نے جنابت سے غسل کیا اور ذکر کی لٹکی ہوئی کھال کے اندر پانی نہ پہونچا تو جائز ہے (محیط) (ہکذا فی واقعات ناطفی) اور یہی مختار ہے (تاتارخانیہ) مستحب یہ ہے کہ اس کھال کے اندر پانی داخل کرے۔ (فتح القدیر)۔ عورت کیلئے ضروری ہے کہ وہ غسل جنابت اور حیض و نفاس میں پیشاب گاہ کے باہر کا حصہ دھوئے اور وضو میں سنت ہے (محیط سرخسی) فتاویٰ غیاثیہ میں مذکور ہے کہ عورت غسل کرنیکے وقت اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل نہ کرے اور یہی مختار ہے (تاتارخانیہ) اگر تیل ملا اور پانی بہایا اور بدن نے پانی قبول نہیں کیا تو جائز ہے۔ (شرح وقایہ)۔

(دوسری فصل) ———— غسل کی سُنتیں۔

سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتوں کو پہونچوں تک تین بار دھوئے۔ پھر اپنی شرم گاہ دھوئے اور اگر بدن پر نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کو زائل کردے۔ پھر اسی طرح وضو کرے جس طرح کہ نماز کیلئے کیا کرتے ہیں۔ مگر دونوں پاؤں نہ دھوئے (ملتقط)۔ غسل کے اندر شرمگاہ کو پہلے دھو لینا سنت ہے، خواہ اس پر نجاست ہو یا نہ ہو جس طرح کہ باقی بدن کے دھونے سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے، خواہ غسل ہو یا نہ ہو (منتقیٰ) حسن کی روایت میں یہ ہے کہ سر کا مسح بھی نہ کرے اور صحیح یہ ہے کہ مسح کرے (زاہدی) (وھکذا فتاویٰ قاضی خان) پھر تین بار اپنے سر پر اور تمام بدن پر پانی ڈالے (زاہدی) صحیح مذہب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ پانی ڈالنا فرض ہے اور دو بار سنت ہے (سراج وہاج)۔ پانی ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین بار اپنے دائیں مونڈھے پر ڈالے پھر تین بار اپنے بائیں مونڈھے

پر اور اس کے بعد اپنے سر اور تمام بدن پر تین بار پانی ڈالے (معراج الدرایہ) اور یہی اصح ہے (زاہدی) (۶) پھر اپنے نہانے کی جگہ سے ہٹ جائے تب پاؤں دھوئے (محیط) یہ حکم اس صورت میں ہے جب ایسی جگہ نہاتا ہو جہاں پانی جمع ہو جائے اور اگر تختے پر یا پتھر پر نہایا ہو تو پیر اسی وقت دھولے۔

مشائخ کے ذکر کردہ آداب و سُنن

(۱) دل سے نیت کرنا اور زبان سے اس طرح کہنا کہ میں اس غسل سے جنابت کے دور ہونے کی نیت کرتا ہوں سنت ہے۔ (۲) دونوں ہاتوں کو دھوتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے (۳) ہاتوں کو دھونے کے بعد استنجا کرے۔ (جوہر نیرّہ) (۴) سنت یہ ہے کہ پانی میں نہ اسراف کرے اور نہ کمی۔ (۵) غسل کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے۔ (۶) پہلی مرتبہ تمام بدن کو خوب اچھی طرح ملے (۷) ایسی جگہ غسل کرے جہاں اس کو کوئی شخص نہ دیکھے (۸) کسی سے نہلاتے ہوئے گفتگو نہ کرے (۹) غسل سے فارغ ہونے کے بعد تولیے سے بدن صاف کرے۔

تیسری فصل ـــــ ان چیزوں کا بیان جن سے غسل واجب ہوتا ہے

جنابت

جن چیزوں سے غسل واجب ہو جاتا ہے تین ہیں۔ (۱) جنابت اور یہ دو وجہ سے لاحق ہوتی ہے ایک یہ ہے کہ منی شہوت کیساتھ کود کر دخول کے بغیر خارج ہو چھونے سے دیکھنے سے احتلام ہو گیا ہو یا ہاتھ سے منی نکالی ہو (محیط سرخسی) مرد سے نکلے یا عورت سے، سوتے ہوئے یا جاگتے ہوئے (ہدایہ) شہوت کا اعتبار اسوقت کیا جاتا ہے جب منی اپنی جگہ سے جدا ہوتی ہے ذکر کے سوراخ سے نکلتے ہوئے شہوت کا اعتبار نہ کیا جائے گا (تبیین) اگر احتلام ہوا یا کسی عورت کی جانب دیکھا اور منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی پھر اس نے اپنے عضو کو دبا لیا۔ یہاں تک کہ اس کی شہوت زائل ہو گئی پھر منی خارج ہوئی تو اس پر حضرت امام اعظم ـــــ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک غسل واجب ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا۔ (خلاصہ) اگر جنابت کے بعد بغیر پیشاب کئے ہوئے یا بغیر سوئے ہوئے غسل کر لیا اور پھر نماز پڑھی۔ پھر بقیہ منی خارج ہوئی تو اس پر حضرت امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک اس پر غسل ضروری ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا۔ لیکن سب کے نزدیک بالاتفاق اس نماز کو نہ لوٹائے گا۔ (ذخیرہ) اگر پیشاب کرنے، سونے۔ یا چلنے کے بعد منی نکلی تو بالاتفاق غسل واجب نہ ہوگا (تبیین) اگر کسی شخص کو احتلام ہوا اور منی اپنی جگہ سے جدا ہوئی لیکن عضو کے سوراخ پر ظاہر نہ ہوئی تو غسل واجب نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خان) ایک شخص نے پیشاب کیا اور اس کے ذکر سے منی نکلی تو اس کے عضو میں اگر استادگی تھی تو غسل واجب ہوگا۔ اور اگر سستی تھی تو وضو واجب ہوگا (خلاصہ) اگر صحبت کے بعد عورت نہائی پھر اس سے شوہر کی منی خارج ہوئی تو عورت پر وضو لازم ہوگا۔ اور غسل واجب نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص نیند سے بیدار ہوا۔ اور اس نے اپنے بچھونے پر یا ران پر تری دیکھی اور اس کو احتلام بھی یاد ہے۔ اگر اس کو یقین ہے کہ وہ منی ہے یا مذی ہے یا منی اور مذی میں اس کو شک ہے تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ اور اگر اس کو یقین ہے کہ وہ مذی ہے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔ اگر اس نے تری دیکھی اور احتلام یاد نہیں ہے۔ پس اگر اسکو یقین ہے کہ وہ مذی ہے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔ اور اگر یقین ہے کہ وہ منی ہے تو غسل واجب ہوگا۔ اور اگر یقین ہو کہ وہ مذی ہے تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اگر منی اور مذی میں شک ہو تو امام ابو یوسف کا قول ہے کہ جبتک احتلام کا یقین نہ ہو۔۔ تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اور حضرت

امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ غسل واجب ہوگا۔

قاضی امام ابو علی نسفی فرماتے ہیں کہ ہشام نے اپنے نوادر میں امام محمد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص بیدار ہونیکے بعد اپنے ذکر پر تری دیکھے اور خواب اس کو یاد نہ ہو۔ اگر سونے سے قبل اس کے عضو میں استادگی تھی۔ تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر یقین ہو جائے کہ وہ منی ہے تو اس پر غسل ضروری ہوگا۔ اور اگر سونے سے پہلے اس کے عضو میں سستی تھی تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے۔ یہ صورت اکثر واقع ہوتی رہتی ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ اس کو ضرور یاد رکھنا چاہئے (محیط) اگر احتلام اور انزال کی لذت یاد ہے۔ لیکن تری نہ پائی تو غسل واجب نہ ہوگا۔ عورت کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ اس پر غسل واجب ہونیکیلئے شرط ہے۔ کہ منی فرج خارج کی طرف نکلے۔ اسی پر فتویٰ ہے (معراج الدرایہ)۔

اگر کوئی شخص بیٹھکر یا کھڑے ہو کر سو جائے پھر جاگے اور تری دیکھے تو اس کا حکم اور لیٹ کر سونے والے کا حکم برابر ہے (محیط) اگر بچھونے پر منی دیکھی، اور مرد یہ کہتا ہے کہ عورت کی ہے اور عورت یہ کہتی ہے کہ مرد کی ہے تو اصح یہ ہے کہ دونوں پر احتیاطاً غسل واجب ہوگا (ظہیریہ) مرد پر غشی طاری ہو جائے اور افاقہ کے بعد وہ اپنی ران پر یا اپنے کپڑے پر مذی پائے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔ یہی حکم نشے کی حالت کا ہے اور اس کا حکم نیند کی طرح نہیں ہے۔ (محیط) ایک شخص خواب سے جاگا اور اسے احتلام یاد ہے۔ لیکن کوئی تری ظاہر نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد مذی نکلی تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ رات کو احتلام ہوا پھر جاگا اور تری نہ پائی اس نے وضو کیا اور فجر کی نماز پڑھی۔ پھر منی نکلی تو اس پر غسل واجب ہوگا۔ (ذخیرہ) اور وہ اپنی نماز کا اعادہ نہ کرے گا۔ اور اسی طرح اگر نماز میں احتلام ہو جائے۔ اور انزال نہ ہوا۔ یہاں تک کہ نماز پوری ادا کرلی پھر نماز کے بعد انزال ہوا تو غسل واجب ہوگا۔ مگر نماز نہ لوٹائے گا۔ (فتح القدیر)۔

جنابت کا دوسرا سبب۔ دخول ہے۔ دخول دونوں راستوں میں سے کسی راستہ میں ہو۔ جب سپاری چھپ جائے تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ انزال ہو یا نہ ہو۔ ہمارے علماء کا یہی مذہب ہے۔ (محیط) اور یہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر کسی کا حشفہ کٹا ہوا ہو۔ تو مقدار حشفہ داخل کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے (سراج الوہاج) اگر کسی جانور یا مردہ یا ایسی چھوٹی لڑکی کے داخل کرے جس کی مثل کی لڑکیوں کے ساتھ صحبت نہیں کی جا سکتی تو انزال کے بغیر غسل واجب نہ ہوگا۔ (محیط) اور صحیح یہ ہے کہ جس لڑکی کی فرج میں دخول اس طرح ہو سکتا ہو کہ اس کے اندر کا پردہ پھٹ کر دونوں راستے ایک نہ ہو جائیں تو وہ صحبت کے قابل ہے (سراج الوہاج) اگر کسی عورت کے فرج کے باہر صحبت کی جائے اور منی اس کے رحم میں داخل ہو جائے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ اس عورت پر غسل واجب نہ ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ وجوب غسل کے دو سبب ہیں۔ ایک انزال اور دوسرے سپاری کا دخول۔ یہاں ان میں سے ایک بھی نہیں پایا جاتا۔ البتہ اگر اس کے حمل ٹھہر جائے تو غسل واجب ہوگا۔ اس لئے کہ انزال پایا گیا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر عورت کے حمل رہ جائے۔ تو صحبت کے وقت سے اس پر غسل واجب ہوگا اور اُس وقت سے تمام نمازیں لوٹائے گی (ملتقط) اگر عورت یہ کہتی ہے کہ میرے پاس جن آتا ہے اور اس سے وہ لذت حاصل ہوتی ہے جو شوہر کے ساتھ صحبت میں ہوتی ہے تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا[ا] - اگر دس برس کا لڑکا عورت سے صحبت کرے تو عورت پر غسل واجب ہوگا۔ اور لڑکے پر واجب نہ ہوگا۔ لیکن لڑکے کو بھی غسل کرنے کا حکم دیا جائیگا۔ تاکہ اس کو عادت ہو جائے۔ جس طرح سے اس کو نماز پڑھنے کا حکم عادۃً ہونیکے لئے کیا جاتا ہے۔ اگر مرد بالغ ہو اور لڑکی نابالغ۔ مگر صحبت کے قابل ہو تو مرد پر غسل واجب ہوگا اور لڑکی پر واجب نہ ہوگا۔ اگر کوئی خنثی صحبت کرے تو فاعل اور مفعول دونوں پر غسل واجب

[ا] یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ عورت کو انزال نہ ہوا ہو۔ اگر انزال ہو تو عورت پر غسل واجب ہوگا۔ اور یہ بمنزلہ احتلام کے سمجھا جائیگا۔ اور اگر جن انسان کی صورت میں ظاہر ہو کر صحبت کرے تو دخول حشفہ ہی سے عورت پر غسل واجب ہو جائیگا انزال ہو یا نہ ہو اسلئے کہ احکام کا مدار ظاہر پر ہے۔ مترجم ؒ

ہوتا ہے (محیط) اور اگر اپنے عضو پر کپڑا لپیٹ کر دخول کرے اور انزال نہ ہو تو بعض کہتے ہیں کہ غسل واجب ہوگا۔ اور بعض حضرات کا قول ہے کہ غسل واجب نہ ہوگا اور اصح یہ ہے کہ اگر کپڑا ایسا پتلا ہو کہ فرج کی حرارت اور لذت محسوس ہو تو غسل واجب ہوگا اور اگر ایسا کپڑا نہ ہو تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اور احتیاط کا حکم یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں غسل واجب ہو۔ اگر خنثیٰ مشکل کسی عورت کی فرج یا دبر میں اپنا ذکر داخل کرے تو ان میں سے کسی پر غسل واجب نہ ہوگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ ایک مخنث دوسرے مخنث کی فرج میں اپنا ذکر داخل کرے اگر کوئی مرد خنثیٰ مشکل کی فرج میں اپنا ذکر داخل کرے تب بھی غسل واجب نہ ہوگا۔ اور ان تمام صورتوں کا حکم اسوقت ہے جبکہ انزال نہ ہو۔ لیکن اگر انزال ہو جائے تو اس کی وجہ سے غسل واجب ہوگا۔ (سراج الوہاج)۔

حیض و نفاس

وجوب غسل کا سبب حیض و نفاس بھی ہے جب حیض و نفاس کا خون نکلکر عورت کی فرج خارج تک آجائے تو غسل واجب ہو جائے گا۔ اور جبتک فرج خارج میں نہ آئے تو وہ خون نہیں نکلا۔ اس لئے حیض نہ ہوگا۔ (تبیین) عورت کے اگر بچہ پیدا ہوا اور خون نہ نکلا تو کیا اس پر غسل ضروری ہوگا۔ اصح یہ ہے کہ عورت پر غسل کرنا ضروری ہوگا۔ (ظہیریہ)

غسل کی قسمیں

غسل کی نو قسمیں ہیں۔ ان میں سے تین فرض ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) جنابت کا غسل (۲) حیض کا غسل (۳) نفاس کا غسل۔ اور ایک واجب ہے (۴) اور وہ ہے مردہ کا غسل۔ (محیط سرخسی) کافر اگر جنبی ہے پھر مسلمان ہوا تو اس پر غسل واجب ہوگا اور یہی ظاہر روایت ہے، اگر کافرہ عورت کا خون بند ہوا پھر مسلمان ہو گئی تو اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔ لڑکی جب حیض سے بالغ ہو تو حیض ختم ہو جانے کے بعد اس پر غسل ضروری ہوگا۔ لڑکا جب احتلام سے بالغ ہو تو صحیح یہ ہے کہ اس پر غسل واجب ہوگا۔ (زاہدی) اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ تمام صورتوں میں غسل واجب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) اور غسل کی چار قسمیں سنت ہیں۔ (۵) جمعہ کے دن غسل کرنا (۶) عیدین کے دن غسل کرنا۔ (۷) احرام کے وقت غسل کرنا (۸) عرفہ کے دن غسل کرنا اور ایک مستحب ہے، (۹) کافر کا مسلمان بننے کے بعد غسل کرنا جبکہ وہ جنبی نہ ہو۔ (محیط سرخسی) جمعہ کے دن غسل نماز کیلئے ہوتا ہے یہی صحیح ہے (ہدایہ) اگر فجر کے بعد غسل کیا پھر وضو ٹوٹ گیا اور وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھی۔ یا جمعہ کی نماز کے بعد غسل کیا تو سنت ادا نہ ہوگی۔ اگر جمعہ اور عید ایک دن میں جمع ہو جائیں اور صحبت بھی کی اس کے بعد غسل کیا۔ تو اس سے تینوں غسل ادا ہو جائیں گے (زاہدی) کافی میں ہے اگر صبح سے پہلے غسل کیا اور اس سے جمعہ کی نماز پڑھی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غسل کی فضیلت حاصل ہو جائیگی اور امام ابو الحسن کے نزدیک حاصل نہ ہوگی (فتح القدیر) بعض مشائخ نے (مندرجہ ذیل چیزوں کیلئے بھی کو مستحب لکھا ہے۔ (مکہ میں داخل ہونیکے لئے غسل کرنا (۲) مزدلفہ میں قیام کیلئے غسل کرنا (۳) مدینہ میں داخل ہونے کیلئے غسل کرنا (۴) مجنون کا اچھا ہو جانے کے بعد غسل کرنا (۵) لڑکا جب اپنی عمر کے لحاظ سے بالغ ہو جائے تو غسل کرنا (تبیین)۔

متعلقہ مسائل

جنبی اگر نماز کے وقت تک غسل میں تاخیر کرے تو گنہگار نہ ہوگا (محیط) شیخ سراج الدین ہندی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص بے وضو ہو اس پر وضو اور جنبی اور حیض و نفاس والی عورت پر غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز ان پر واجب ہو۔ یا کسی ایسے کام کا ارادہ کرے

جو وضو اور غسل کے بغیر صحیح نہیں ہوتا (بحر الرائق) جیسے نماز۔ سجدۂ تلاوت۔ قرآن کا چھونا وغیرہ (محیط سرخسی) ظاہر روایت میں ہے غسل کیلئے کم سے کم پانی جو کافی ہوتا ہے ایک صاع ہے اور وضو کیلئے کم از کم ایک مد ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ غسل کیلئے ایک صاع کافی ہے جبکہ وضو نہ کرے لیکن اگر وضو بھی کرے تو ایک مد سے وضو اور اس کے علاوہ ایک صاع سے غسل کرے۔ اور اکثر مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ ایک صاع غسل اور وضو دونوں کیلئے کافی ہوتا ہے اور یہی اصح ہے۔ ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ اوپر غسل اور وضو کیلئے پانی کی جو مقدار بیان کی گئی ہے وہ کم سے کم ہے۔ پانی کی یہ مقدار لازم اور ضروری نہیں ہے۔ اگر ایک شخص اس مقدار سے بھی کم میں وضو اور غسل کر لیتا ہے تو اس میں کم کرے اور اگر یہ مقدار نا کافی ہے۔ تو اس میں اسقدر زیادتی کرے جس میں اسراف نہ ہو اور ضرورت سے کم بھی نہ ہو۔ (محیط سرخسی)۔ ایک شخص اگر مد سے کم پانی میں اچھی طرح وضو کرے تو جائز ہے (شرح طحاوی) وضو کیلئے ایک مد پانی اس وقت ہے جب استنجا نہ کرے اور اگر استنجا بھی کرے تو ایک رطل سے استنجا اور ایک مد سے وضو کرے۔ اگر موزے پہن رکھے ہیں اور استنجے کی ضرورت بھی نہیں ہے تو وضو کیلئے ایک رطل کافی ہے۔ پانی کی جو مقداریں اوپر ذکر کی گئیں ہیں ان میں سے کوئی بھی لازم نہیں ہے۔ اسلئے کہ انسانوں کی مختلف طبیعتیں ہوتی ہیں (شرح مبسوط) عورت اور مرد اگر ایک برتن سے وضو کریں تو کوئی حرج نہیں ہے (محیط) اسی طرح اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کہ جنبی وضو کے بغیر اپنی عورت سے صحبت کرے۔ لیکن اگر وضو بھی کر لی جائے تو بہتر ہے۔ جنبی اگر کچھ کھانا پینا چاہے تو پہلے کلی کرے اور ہاتھ دھوئے (سراج الوہاج)۔

تیسرا باب پانی کے احکام (دو فصلیں)

پہلی فصل۔ وہ چیزیں جن سے وضو جائز ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) بہتا ہوا پانی (اس کی مختلف تعریفیں ہیں)۔

(۱) بہتا ہوا پانی وہ ہے جس میں تنکا بہ جائے۔ (کنز۔ خلاصہ) یہ ایسی تعریف ہے جس سے جاری پانی کے پہچاننے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔ (شرح وقایہ) (۲) بہتا ہوا پانی وہ ہے جس کو لوگ جاری سمجھیں اور یہی اصح ہے (تبیین) نصاب میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے۔ کہ جبتک جاری پانی کا مزہ رنگ یا بو نجاست کے ملنے کی وجہ سے نہ بدلے اس وقت تک وہ پاک رہتا ہے (مضمرات)۔ اگر جاری پانی میں کوئی ناپاک چیز جیسے مردار اور شراب ڈالدی جائے تو جبتک اس کے رنگ۔ مزہ یا بو میں۔ تغیر نہ آئے وہ پاک رہے گا۔ اگر کتے نے نہر کی چوڑائی روک لی اور اس کے اوپر پانی بہ رہا ہے تو دیکھا جائے گا کہ وہ پانی جو کتے کو لگ رہا ہے اگر اس پانی سے کم ہے جو اس کو نہیں لگ رہا ہے تو اس کتے سے نیچے کی جانب وضو جائز ہے۔ اور اگر وہ پانی جو کتے کو لگ رہا ہے کم نہیں ہے تو وضو جائز نہ ہوگا۔

فقیہ ابو جعفر نے کہا ہے کہ میں نے اپنے مشائخ کو اسی قول پر پایا ہے۔ (شرح وقایہ) وهكذا (فی المحیط) تجنیس جو صاحب ہدایہ کی تصنیف ہے اسمیں اسکی تصحیح ہے (بحر الرائق)۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جبتک اس کے تینوں اوصاف میں سے کوئی وصف نہ بدلے (شرح وقایہ) اور نصاب میں ہے کہ فتویٰ اس قول پر ہے (مضمرات) اگر مردہ جانور پانی کے صاف ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ اس پانی کے کم ہونے کی وجہ سے نظر آتا ہو اور نہر کی چوڑائی اس نے روک لی ہو تو کہا جائیگا۔ کہ نہر کا اکثر پانی اس مردہ جانور سے لگتا ہے[1]۔ اور اگر مردہ جانور نظر نہیں آتا یا نصف سے کم عرض میں ہے تو کہا جائیگا کہ نہر کا اکثر پانی اس مردار سے نہیں ملتا ہے[2] (محیط) اگر چھت پر کوئی ناپاک شے پڑی ہوئی تھی۔ بارش ہوئی اور پرنالہ سے پانی بہا تو اگر نجاست پرنالے کے قریب تھی۔ اور چھت کا سب پانی یا اکثر پانی یا آدھا پانی اس نجاست سے لگ کر آتا ہے تو پرنالہ کا پانی ناپاک ہوگا ورنہ وہ پانی پاک ہے۔ اگر نجاست چھت پر مختلف جگہوں پر پڑی تھی اور پرنالے کے سرے پر نہ تھی تو اس پرنالے کا پانی پاک ہوگا۔ اور جاری پانی کے

---

[1] یعنی اس پانی سے وضو جائز نہ ہوگا۔ [2] یعنی اس پانی سے وضو کرنا جائز ہوگا۔

حکم میں ہو گا۔ (سراج الوہاج) بعض فتاوی میں ہے کہ ہمارے مشائخ کا قول ہے کہ بارش جبتک برستی ہے تو اس کا پانی جاری کے حکم میں ہو گا۔ یہانتک کہ وہ پانی اگر نجاستوں سے ملے پھر کپڑے پر پڑ جائے تو کپڑا ناپاک نہ ہو گا جبتک کہ اس پانی میں تغیر نہ آئے۔ چھت پر نجاست پڑی تھی بارش ہوئی چھت ٹپکی اور کپڑے پر پانی پڑا تو صحیح یہ ہے کہ اگر بارش ابھی تک نہیں رُکی تو چھت سے جو پانی ٹپک رہا ہے وہ پاک ہے (محیط، عتابیہ میں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ پانی میں نجاست کی وجہ سے تغیر نہ پیدا ہوا ہو (تاتارخانیہ) اگر بارش رُک جانے کے بعد چھت سے پانی ٹپکا تو وہ ناپاک ہو گا (محیط) اور نوازل میں ہے کہ ہمارے مشائخ متاخرین کا یہی مختار ہے۔ (تاتارخانیہ) نہر یا زمین دوز نہر میں اگر نجاست پڑی ہو اور نجاست کے قریب سے کوئی پانی لے تو جائز ہے اور وہ پانی پاک ہے بشرطیکہ اسکے مزے۔ رنگ اور بو میں کسی قسم کا تغیر نہ آئے۔ نہر کا پانی اگر اوپر سے بند ہو جائے تو اس کے جاری ہونیکے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی (فتاوی قاضی خان) اگر مسافر کے ساتھ ایک بڑا پرنالہ ہے اور ایک برتن ہے جس میں پانی ہے اور مزید پانی کی اسکو ضرورت بھی ہے اور پانی ملنے کی توقع بھی ہے۔ لیکن یقین نہیں ہے۔ اس بارے میں شیخ ابوالحسن کا قول یہ ہے کہ وہ اپنے کسی ساتھی کو یہ حکم کرے کہ وہ پرنالے کے ایک طرف سے پانی ڈالے اور خود اس پرنالے کے پانی سے وضو کرے اور پرنالے کی دوسری جانب ایک پاک برتن رکھدے۔ جس میں پانی جمع ہو جائے۔ تو یہ پانی جو اس برتن میں جمع ہوا ہے خود پاک ہے اور پاک کرنیوالا بھی ہے۔ اور یہی صحیح ہے (ذخیرہ) ایک چھوٹی سی حوض سے کسی نے نہر نکال کر پانی جاری کیا اور وضو کیا۔ پھر یہ پانی کسی دوسری جگہ میں اکٹھا ہو گیا اس میں سے ایک دوسرے شخص نے نہر نکال کر پانی جاری کیا اور وضو کیا۔ تو سب کا وضو جائز ہو گا۔ اگر دونوں جگہوں میں فاصلہ ہو خواہ یہ فاصلہ تھوڑا ہی ہو۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب ایک گڑھے سے دوسرے گڑھے میں پانی جاتا ہو۔ اور ان دونوں کے درمیان کوئی شخص بیٹھکر وضو کرے۔ (محیط) اگر لوگ نہر کے کنارہ پر صفیں بنا کر بیٹھیں اور وضو کریں تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ (منیۃ المصلی) اگر حوض چھوٹا ہے ایک جانب سے اسمیں پانی آتا ہے اور دوسری جانب سے نکل جاتا ہے تو اس کے ہر طرف وضو جائز ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے اس میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ وہ حوض چار گز لانبی اور چار گز چوڑی ہو تو وضو جائز ہے اور اس سے زیادہ لانبی اور چوڑی ہو تو جائز نہیں ہے (شرح وقایہ) (وھکذا فی الزاھدی ومعراج الدرایۃ) ایک چھوٹا حوض ہے جس کا پانی ناپاک ہے اس میں ایک جانب سے پاک پانی داخل ہوا۔ اور دوسری جانب سے حوض کا پانی بہنے لگا۔ تو فقیہہ ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ جس وقت سے حوض کا پانی دوسری جانب سے بہنے لگا ہے اسی وقت سے وہ حوض پاک سمجھی جائے گی اور یہی صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ کا مختار ہے (محیط، اور نوازل میں لکھا ہے کہ اسی قول پر ہمارا عمل ہے۔ (تاتارخانیہ) اگر دوسری جانب سے حوض جاری نہیں ہوئی۔ لیکن لوگ بلا کسی توقف کے اس میں سے پانی نکال رہے ہیں تو اس حوض کا پانی پاک سمجھا جائیگا (ظہیریہ) لوگوں کے بلا توقف پانی نکالنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایک دفعہ پانی لینے کے بعد فوراً جب دوسری بار اس میں سے پانی نکالے تو پانی کا ہلنا۔ موقوف نہ ہو۔ (زاہدی) حمام کے حوض کا پانی فقہا کے نزدیک پاک ہے جبتک یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں نجاست پڑی ہوئی ہے۔ اگر ایک شخص نے حوض میں ہاتھ ڈالے اور اس کے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہے تو اگر حوض کا پانی ٹھہرا ہوا ہے۔ اور نہ کسی نلکی کے ذریعہ سے اس میں پانی آتا ہے اور نہ اس میں سے کوئی شخص برتن کے ذریعہ سے پانی نکالتا ہے تو پانی نجس ہو جائیگا۔ اور اگر اس حوض میں سے برتن کے ذریعہ سے پانی نکالا جاتا ہے اور نلکی کے ذریعہ سے بھی اس حوض میں پانی داخل ہوتا ہے تو اکثر کے نزدیک پانی ناپاک ہو جائیگا۔ (فتاوی قاضی خاں) اور اسی پر فتوی ہے (محیط) بہتے ہوئے پانی کا جب کوئی وصف نجاست کی وجہ سے بدل جائے تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اور اسوقت تک پانی پاک نہ ہو گا۔ جبتک کہ پاک پانی مل کر اس کے اس وصف کو زائل نہ کر دے (محیط)

دوسرا پانی جس سے وضو جائز ہے۔ ٹھہرا ہوا پانی ہے جب زیادہ ہو تو وہ جاری پانی کے حکم میں ہے ایک طرف نجاست پڑ جانے سے وہ پورا ناپاک نہ ہوگا۔ لیکن جب رنگ۔ مزہ یا بو میں تغیر آجائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ اور اکثر مشائخ نے اسی قول کو لیا ہے۔ (محیط) اور اس میں جس جگہ نجاست گری ہے اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ نجاست نظر آتی ہے تو اس پر اجماع ہے کہ موضع نجاست ناپاک ہے اور موضع نجاست سے ایک چھوٹے حوض کے مقدار ہٹ کر وضو کرنا چاہیئے۔ اور اگر نجاست نظر نہیں آتی تب بھی مشائخ عراق کے نزدیک یہی حکم ہے اور مشائخ بخارا یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں جس جگہ نجاست پڑی ہے اس جگہ سے بھی وضو کرنا درست ہے۔ (خلاصہ) اور یہی اصح ہے (سراج الوہاج) اور چھوٹا حوض چار گز لانبا اور چار گز چوڑا ہونا چاہیئے۔ (کفایہ) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ بڑا گڑھا جاری پانی کے حکم میں ہے جب تک اس کے اوصاف میں سے کسی وصف میں تغیر نہ آئیگا۔ ناپاک نہ ہوگا۔ اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے (فتح القدیر) قلیل اور کثیر پانی میں فرق یہ ہے کہ اگر پانی کے ایک حصہ کا اثر دوسرے حصہ پر پہونچتا ہے۔ یعنی ایک طرف کی نجاست کا اثر دوسری جانب آجاتا ہے تو قلیل ہے ورنہ وہ پانی کثیر ہے ابو سلیمان جوزجان نے کہا ہے اگر گڑھا دس گز لانبا اور دس گز چوڑا ہو تو ایک طرف کا اثر دوسری جانب نہیں پہونچتا۔ اس قول کو عامہ مشائخ نے لیا ہے۔ (محیط) اور اس کی گہرائی اتنی ہونی چاہیئے کہ چلو سے پانی لینے میں زمین کی سطح نظر نہ آئے۔ یہی صحیح ہے (ہدایہ) اور اس میں کپڑے کے گز کا اعتبار کیا گیا ہے (ظہیریہ) اور اسی پر فتویٰ ہے (ہدایہ) اور وہ گز عام رواج کے مطابق چھ مٹھیوں کی مقدار کے برابر ہوتا ہے جو چوبیس انگلیوں پر مشتمل ہوں (تبیین) اگر حوض گول ہے تو اڑتالیس گز کا اعتبار ہوگا۔ (خلاصہ) اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔ (محیط سرخسی) اگر بڑے حوض میں بد بو ہو اور نجاست معلوم نہ ہو تو اس سے وضو کر لینا جائز ہے (فتاوی قاضی خان) فتاوی میں ہے کہ ایک بڑا گڑھا ہے گرمیوں میں اس میں پانی نہیں رہتا اور چوپایے اور انسان اس میں پاخانہ پھرتے ہیں۔ سردی کے موسم میں اس کے اندر پانی جمع ہو جاتا ہے اور اس پر برف بھی جم جاتا ہے۔ پس جو پانی اس گڑھے میں نجس جگہ میں داخل ہوتا ہے وہ پانی اور برف دونوں ناپاک ہیں۔ اگرچہ بعد میں پانی بہت ہو جاتا ہو۔ اور اگر گڑھے میں پانی پاک جگہ میں داخل ہوا اور وہ دہ در دہ کی مقدار میں ہو کر پھر ناپاک جگہ میں پہونچا تو پانی اور برف دونوں پاک ہیں۔ (فتح القدیر) اگر بانس کے درختوں کی جڑ میں پانی جمع ہو جائے یا ایسے کھیت میں بھر جائے جس کے درخت گھنے اور ملے ہوئے ہوں اور وہ پانی دہ در دہ کی مقدار میں ہو تو اس سے وضو جائز ہے اور بانسوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملا ہوا ہونا پانی کے باہم ملنے میں مانع نہیں ہے۔ اگر ایسے حوض سے وضو کیا جس کے پانی کے ہر طرف کائی جمی ہوئی ہے اور وہ کائی ہلانے سے ہل جاتی ہے تو اس وضو جائز ہے۔ (خلاصہ) اگر کسی حوض پر اتنا پتلا برف جما ہوا ہے جو پانی کے ہلنے سے ٹوٹ جاتا ہے تو اس سے وضو جائز ہے۔ اور اگر حوض پر برف علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں کی صورت میں جما ہوا ہے اور اتنی مقدار میں ہے کہ پانی کے ہلانے سے نہیں ہلتا تو اس سے وضو جائز نہیں۔ اور اگر تھوڑی مقدار میں ہو اور پانی کے ہلانے سے ہل جائے تو اس سے وضو جائز ہے (محیط) اگر بڑے حوض پر برف جم گیا اور کسی شخص نے اس میں سوراخ کر لیا اور سوراخ کے اندر بھی برف جما ہوا ہے تو اس سے وضو جائز نہیں۔ اور اگر سوراخ کے اندر برف جما ہوا نہیں ہے تو وضو جائز ہے۔ (فتح القدیر) اگر پانی سوراخ سے نکلکر برف کے اوپر اسقدر پھیل گیا کہ چلو سے پانی لیا جائے تو برف ظاہر نہیں ہوتا تو اس سے وضو جائز ہے۔ ورنہ وضو جائز نہیں۔ اگر پانی سوراخ میں اس طرح ہے جس طرح طشت میں ہوتا ہے تو اس سے وضو جائز نہیں۔ لیکن اگر سوراخ کا پانی دہ در دہ کی مقدار ہو تو اس سے وضو جائز ہوگا۔ (فتاوی قاضی خاں) اگر پانی جانے کی نالی میں برف جم جائے اور کچھ پانی نالی کے تختوں سے جدا ہو تو وہ حوض کے حکم میں ہے اور اس سے وضو جائز ہے۔ اور اگر پانی نالی کے تختوں سے ملا ہوا ہے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ یہی مختار ہے (خلاصہ) اگر حوض کے اوپر کا حصہ دہ در دہ سے کم ہے۔ اور نیچے کا حصہ دہ در دہ یا اس سے زیادہ ہے۔ اور اس کے اوپر

کے حصہ میں نجاست گر گئی تو وہ حصہ ناپاک ہو جائے گا۔ پھر اس حوض کا پانی کم ہونا شروع ہوا اور اس حصہ تک پہونچ گیا جو دہ در دہ ہے۔ تو اصح یہ ہے کہ اس سے وضو اور غسل دونوں جائز ہیں۔ (محیط) اگر حوض دہ در دہ سے کم ہے لیکن وہ گہرا ہے اور اس میں کوئی نجاست پڑ گئی اس کے بعد وہ حوض پھیلکر دہ در دہ ہو گیا۔ تو وہ ناپاک رہے گا۔ اور اگر حوض میں نجاست پڑی اور اس وقت وہ دہ در دہ تھا۔ پھر اس کا پانی کم ہونا شروع ہوا اور دہ دہ در دہ سے کم ہو گیا ہے تو پاک ہے (خلاصہ) ایک گڑھے میں پانی بھرا ہوا تھا اور وہ ناپاک تھا۔ پھر اس کا پانی خشک ہو گیا۔ اور اسکا اندرونی حصہ بھی خشک ہو گیا تو اس کی پاکی کا حکم کیا جائیگا۔ اب اگر اسمیں دوبارہ پانی آئے تو اسمیں دو روایتیں ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اسکی نجاست نہ لوٹے گی (سراج الوہاج)۔

کنوئیں کا پانی

تیسرا پانی جس سے وضو جائز ہے کنوؤں کا پانی ہے۔ کنوئیں کا سب پانی جن چیزوں کے گرنے سے نکالا جاتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں (۱) پہلی قسم وہ چیزیں ہیں جن کے گرنے سے پانی نکالنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کنوئیں میں نجاست گرے تو اس کا پانی نکالنا چاہیئے اور باجماع سلف وہ پانی نکالنا ہی کنوئیں کی طہارت ہے (ہدایہ) اونٹ اور بکری کی مینگنیاں اگر کنوئیں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا جبتک کہ وہ کثیر مقدار میں نہ ہوں (فتاویٰ قاضی خاں) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کثیر وہ ہے جس کو دیکھنے والا کثیر سمجھے اور قلیل وہ ہے جس کو دیکھنے والا قلیل سمجھے۔ اور اس پر اعتماد ہے۔ (تبیین) کثیر مینگنیاں وہ سمجھی جائیں گی کہ کوئی ڈول ان سے خالی نہ ہو اور اگر اتنی نہیں ہیں تو وہ قلیل ہوں گی۔ اور یہی صحیح ہے (شرح مبسوط للامام السرخسی والنہایہ) اور جامع صغیر میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ سالم اور ٹوٹی ہوئی اور خشک و تر مینگنی میں کوئی فرق نہیں ہے (خلاصہ) اسی طرح لید۔ گوبر اور مینگنی میں کوئی فرق نہیں ہے (ہدایہ) اسی طرح جنگل اور شہر کے کنوؤں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (تبیین) اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ ضرورت کبھی شہروں میں بھی پڑتی ہے۔ جیسے حماموں اور مسافر خانوں میں۔ (محیط) اگر کنوئیں میں بکری۔ کتا یا آدمی مر جائے یا کوئی جانور پھول یا پھٹ جائے خواہ جانور بڑا ہو یا چھوٹا تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔ (ہدایہ) اگر اس کے بال گر جائیں تو بھی یہی حکم ہے۔ (سراج الوہاج) اگر بکری کے برابر کوئی جانور گر جائے اور زندہ نکال لیا جائے اور وہ نجس العین نہ ہو اور نہ اس کے بدن پر کسی قسم کی نجاست ہو اور نہ اس کا منہ پانی میں داخل ہوا ہو تو کنواں ناپاک نہ ہو گا۔ اور اگر اس کا منہ پانی میں داخل ہوا ہے تو اس کے بچے ہوئے پانی کے حکم سے فیصلہ کیا جائیگا۔ اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی پاک ہے اور جھوٹا ناپاک ہے تو پانی بھی ناپاک ہے اور کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائیگا۔ اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو پانی بھی مشکوک ہے اس صورت میں بھی کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائیگا۔ اور اگر اس کا جھوٹا مکروہ ہے تو پانی بھی مکروہ ہے اور پانی کا نکالنا مستحب ہے۔ اور اگر جانور نجس العین ہے جیسے سور تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اگرچہ اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہوا ہو اور صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے جبتک اس کا منہ پانی میں داخل نہ ہو۔ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (تبیین) اور یہی حکم ان تمام جانوروں کا ہے۔ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ اگر وحشی درندے اور پرند زندہ نکال لئے جائیں اور ان کا منہ پانی میں داخل نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (محیط۔ سرخسی) کافر مردہ غسل سے پہلے اور غسل کے بعد ناپاک ہی رہتا ہے۔ (ظہیریہ) مسلمان مردہ اگر غسل سے پہلے کنوئیں میں گرے گا تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور غسل کے بعد گرے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ یہی مختار ہے (تاتارخانیہ) بچہ اگر پیدا ہوتے وقت روئے اور پھر مر جائے تو اس کا حکم بڑے آدمی کا ہے۔ اگر غسل کے بعد کنوئیں میں گرا ہے۔ تو پانی ناپاک نہ ہو گا۔ اور اگر نہ روئے تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ اگرچہ کئی بار غسل دینے کے بعد کنوئیں میں گرا ہو۔ (چونکہ وہ پیدائشی مردہ ہے)

اگر شہید تھوڑے پانی میں گرے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس سے خون بہا ہے تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔
اگر کنویں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے۔ لیکن اس میں سوت جاری ہونے کی وجہ سے تمام پانی نہیں نکل سکتا تو دو سو ڈول نکالے جائیں۔ (تبیین) اور یہی آسان ہے (اختیار شرح مختار) اور اصح یہ ہے کہ ایسے دو آدمیوں سے رائے لی جائے جن کو پانی کی مقدار میں نظر ہو۔ اور جسقدر پانی وہ کنویں میں بتلائیں اتنا پانی نکالا جائے۔ یہ حکم فقہ کے مطابق ہے (کافی۔ شرح مبسوط امام سرخسی تبیین)
اگر کنویں میں مرغی۔ بلی یا کبوتر مر جائے۔ لیکن نہ پھولے نہ پھٹے تو کنویں میں سے چالیس یا پچاس ڈول نکالے جائیں گے۔ (محیط سرخسی) اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ (ہدایہ) اگر کنویں میں چوہا یا چڑیا مر جائے اور مردہ نکلے۔ اور ابھی تک نہ پھولی ہو تو اس کے نکالنے کے بعد کنویں سے بیس سے تیس ڈول تک نکالے جائیں گے۔ (محیط) اور چوہے کے نکالنے سے پہلے جو پانی نکالا جائے گا۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ (تبیین) اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ چوہا کنویں کے اندر مرے یا اس سے باہر مرے پھر اندر ڈال دیا جائے اور تمام حیوانات کا یہی حکم ہے۔ (بحر الرائق) اگر چوہے کی دم کاٹ کر پانی میں ڈالدی جائے تو تمام پانی نکالا جائے گا۔ اور اگر اس حصہ پر جس جگہ سے وہ دُم کٹی ہے موم لگا دیا جائے تو اسقدر پانی نکالنا واجب ہوگا۔ جتنا چوہے میں نکالا جاتا ہے (جوہرہ نیرہ) اور اگر کنویں میں سوسمار گر کر مر گیا۔ تو ایک روایت میں بیس یا تیس ڈول نکالے جائیں گے اور اگر چھپکلی کنویں میں گر کر مر جائے تو ظاہر روایت میں بیس ڈول نکالے جائیں گے۔ اور موله چوہے کے حکم میں ہے۔ اور ورشان جو ایک جانور ہے بلی کے حکم میں ہے۔ اس کے گرنے سے چالیس۔ یا پچاس ڈول نکالے جائیں گے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) جو جانور چوہے اور مرغی کے درمیان ہو اور وہ چوہے کے حکم میں ہے۔ اور جو مرغی اور بکری کے مابین ہو وہ مرغی کے حکم میں ہے۔ یہی ظاہر روایت ہے۔ (تاتارخانیہ) اسی طرح ہمیشہ چھوٹے جانور پر حکم ہوگا۔ (جوہرہ نیرہ) کنویں کے پاک ہو جانے سے ڈول۔ رسی اور چرخ اور کنویں کی آس پاس کی زمین اور ہاتھ وغیرہ سب پاک ہو جاتے ہیں۔ (محیط سرخسی) اگر کنویں میں ناپاک لکڑی یا ناپاک کپڑے کا ٹکڑا اگر پڑے اور اس کا نکالنا مشکل ہو یا غائب ہو جائے تو اس کنویں کے پاک ہو جانے کے بعد وہ کپڑا اور لکڑی بھی پاک ہو جائے گی۔ (ظہیریہ) ایک کنویں سے بیس ڈول نکالنے ضروری تھے اس سے ایک ڈول نکال کر دوسرے کنویں میں ڈال دیا تو اس کنویں سے بھی بیس ڈول نکالے جائیں گے۔ اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ دوسرا کنواں بھی اتنے ہی ڈولوں سے پاک ہوتا ہے جتنے ڈولوں سے پہلا کنواں پاک ہوگا جسوقت اس میں سے وہ ڈول نکالا گیا تھا۔ جو دوسرے کنویں میں ڈالا گیا۔ اگر دوسرا ڈول ڈالا گیا تو انیس ڈول نکالے جائیں گے اور اگر دسواں ڈول ڈالا گیا تو ابو حفص کی روایت کے مطابق گیارہ ڈول نکالے جائیں گے۔ اور یہی اصح ہے۔ (بدائع) اگر ایک کنویں سے چوہا نکالا گیا۔ اور دوسرے کنویں میں ڈالدیا گیا۔ اور پہلے کنویں سے نکال کر بیس ڈول دوسرے کنویں میں ڈالے گئے تو اب دوسرے کنویں سے اس چوہے کو نکال کر بیس ڈول نکالنے واجب ہوں گے۔ جیسے پہلے کنویں کا حکم تھا۔ (سراج الوہاج) دو کنویں ایسے تھے کہ جنہیں دونوں سے بیس ڈول نکالنے واجب تھے۔ ایک کنویں سے بیس ڈول نکالے گئے اور دوسرے میں ڈالے گئے تو بیس ڈول نکالے جائیں گے۔ اور اگر ایک کنویں میں سے بیس ڈول نکالنے واجب تھے اور دوسرے سے چالیس ڈول۔ تو جتنے ڈول ایک کنویں سے نکالنے واجب تھے وہ اس میں سے نکال کر دوسرے کنویں میں ڈال دیئے گئے تو دوسرے سے صرف چالیس ہی ڈول نکالے جائیں گے۔ اصل اس میں یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں گے کہ جس کنویں سے پانی نکالا گیا اس میں کتنے ڈول نکالنے واجب تھے اور جس میں ڈالا گیا اس میں کتنے ڈول نکالنے ضروری تھے۔ اگر دونوں سے برابر ڈول نکالنے ضروری تھے تو اسی قدر رہیں گے۔ اور اگر ایک کنویں کے ڈول زیادہ تھے تو کم اس زیادہ میں داخل ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر تین کنویں ہوں اور ان میں سے ہر ایک سے بیس ڈول نکالنے ضروری ہونگے

اور دو کنوؤں سے جتنا پانی نکالنا ضروری تھا وہ نکالکر تیسرے کنویں میں ڈالدیا تو تیسرے کنویں سے چالیس ڈول نکالے جائینگے (بدائع) اگر اس کنویں میں ایک دوسرے کنویں سے نکال کر بیس ڈول ڈالیں اور دوسرے کنویں سے نکالکر دس ڈول ڈالیں ۔ تو تیس ڈول نکالے جائیں گے (محیط سرخسی) اگر ایک کنویں میں سے بیس ڈول نکالنے واجب ہوں اور دوسرے کنویں سے چالیس اور دونوں کنویں میں سے جتنا پانی نکالنا واجب تھا وہ نکالکر تیسرے میں ڈالدیا تو تیسرے کنویں سے چالیس ڈول نکالے جائیں گے (بدائع) اور نوادر میں ہے کہ اگر ایک چوہا ایک مٹکے میں مرجائے اور اس مٹکے کا پانی ایک کنویں میں ڈالدیا جائے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ کنویں میں ڈالا ہوا پانی زیادہ ہے یا وہ پانی جس کا نکالنا کنویں کی وجہ سے واجب ہے، اس میں جو مقدار میں زائد ہوگا وہ نکالا جائے گا ۔ (محیط سرخسی) فتاوی میں ہے کہ اگر اس مٹکے کے پانی کا ایک قطرہ کنویں میں ڈالدیا جائے تو اس میں سے بیس ڈول نکالے جائیں گے ۔ (سراج الوہاج) اگر چوہا مٹکے میں پھٹ جائے اور اس کا ایک قطرہ کنویں میں پڑجائے تو کنویں کا سارا پانی نکالا جائیگا (خزانۃ المفتیین) اگر ایک کنواں ایک ناپاک کنویں کے قریب ہے، تو وہ اس وقت تک پاک رہیگا ۔ جبتک اس کے اوصاف میں سے کسی وصف میں تغیر نہ آئے ۔ (ظہیریہ) اور اس مسئلہ میں گزوں کے فاصلہ کا اعتبار نہیں ہے ۔ یہانتک کہ اگر کنواں ناپاک کنویں سے دس گز کے فاصلہ پر ہو ۔ اور اس کنویں میں نجاست کا اثر آجائے تو کنویں کا پانی ناپاک ہوجائیگا ۔ اور اگر کنواں ناپاک کنویں سے صرف ایک گز کے فاصلہ پر ہو اور نجاست کا کوئی اثر اس میں ظاہر نہ ہو تو کنویں کا پانی پاک رہیگا (محیط) اور یہی صحیح ہے (محیط سرخسی) اگر کنویں میں چوہا یا کوئی اور جانور پایا گیا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کس وقت گرا ہے اور وہ ابھی تک نہیں پھولا ہے ۔ تو ایک دن اور ایک رات کی نمازیں لوٹانی پڑیں گی اگر انہوں نے اس کنویں کے پانی سے وضو کیا ہے ۔ اور ہر اس چیز کو دھونا پڑے گا جس سے اس کا پانی لگا ہے ۔ اور اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا ہے تو تین دن اور تین راتوں کی نمازیں لوٹانی پڑیں گی ۔ یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے اور امام محمد اور امام ابویوسف رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ان پر کسی نماز کا اعادہ اس وقت تک ضروری نہ ہوگا ۔ جبتک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ جانور کس وقت گرا تھا (ہدایہ) اور اگر اس کے گرنے کا وقت معلوم ہوجائے تو اس پر اجماع ہے کہ اسوقت سے وضو اور نمازیں لوٹائی جائے گی ۔ اور اس پانی سے جو آٹا گوندھا گیا ہے تو استحسان یہ ہے کہ اگر وہ جانور پھول یا پھٹ گیا تھا تو تین دن سے جو آٹا اس کنویں کے پانی سے گوندھا گیا ہے نہ کھائیں گے ۔ اور اگر وہ پھولا یا پھٹا نہیں تھا ۔ تو ایک دن سے وہ آٹا نہیں کھایا جائیگا ۔ اور اسی قول کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے ۔ (محیط

دوسری قسم، وہ چیزیں ہیں جنکے گرنے سے پانی نکالنا مستحب ہے

اگر کنویں میں چوہا گرجائے تو بیس ڈول نکالنے مستحب ہیں ۔ بلی اور اس مرغی میں جو چھوٹی پھرتی ہو ۔ چالیس ڈول نکالنے مستحب ہیں اس لئے ان جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے ۔ اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ پانی گرنے والے جانور کے منہ تک پہونچتا ہے ۔ یہانتک کہ اگر یقین ہوجائے کہ پانی ان حیوانات کے منہ تک نہیں پہونچا تو کچھ پانی نہ نکالا جائیگا ۔ اگر مرغی چھوٹی نہ پھرتی تھی تو کچھ پانی نہ نکالا جائے گا ۔ یہ سارے مسائل ظاہر روایت کے مطابق ہیں ۔ جہاں پانی نکالنا مستحب ہے وہ بیس ڈول سے کم نہیں ہیں اور اسی کی طرف امام محمد نے نوادر میں بروایت ابراہیم اشارہ کیا ہے (محیط) اگر پانی مکروہ ہے تو دس ڈول نکالنے چاہئیں (خلاصہ نہایہ ۔ فتح القدیر) اور بدائع میں فتاوی سے نقل کیا ہے کہ اگر بکری گرے اور زندہ نکلے تو اطمینان قلب کے واسطے بیس ڈول نکال لینے چاہئیں ۔ پاک کرنے کی نیت نہ کرنی چاہئے یہانتک کہ اگر کنویں سے ڈول نہ نکالے اور وضو کرے ۔ تو جائز ہے ۔ (فتاوی قاضی خاں) ۔

دوسری فصل ـ وہ چیزیں جن سے وضو جائز نہیں

تربوز۔ ککڑی۔ کھیرے۔ اور گلاب کے پانی سے وضو جائز نہیں ہے اور نہ کسی قسم کے شربت سے اور نہ اس کے علاوہ پتلی چیزوں سے مثلاً سرکہ۔ وضو جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) نمک کے پگھلے ہوئے پانی سے بھی وضو جائز نہیں ہے۔ (خلاصہ) صابن کے پانی اور اشنان[1] کے پانی سے وضو درست نہیں ہے بشرطیکہ اس کا پتلا پن ختم ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے۔ اگر اس کی لطافت اور سیلان باقی ہے تو صابن اور اشنان کے پانی سے وضو جائز ہو گا (فتاویٰ قاضی خان) جو پانی انگور کے درختوں سے نکلتا ہے اس سے وضو جائز نہیں۔ (کافی۔ محیط۔ فتاویٰ قاضی خاں) اور یہی اوجہ ہے (بحر الرائق۔ نہر الفائق) اسی میں زیادہ احتیاط ہے (شرح منیۃ المصلی) اگر خزاں کے موسم میں پانی کے اندر پتوں کے گرنے کی وجہ سے اس کا مزہ۔ رنگ اور بو بدل جائے تو ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے (سراج الوہاج) زعفران۔ گلاب اور عصفر[2] کے پانی سے جبکہ ان میں پتلا پن ہو اور پانی غالب ہو وضو جائز ہے اگر سرخی غالب آ جائے اور گاڑھا پن ظاہر ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں (فتاویٰ قاضی خاں)۔ اگر پھٹکری یا عفص[3] پانی میں ڈالا جائے تو اس سے وضو جائز ہے بشرطیکہ لکھنے میں اس کے نقش ظاہر نہ ہوں اور اگر ظاہر ہو گئے تو وضو جائز نہ ہو گا۔ (بحر الرائق ناقلاً عن التجنیس) اگر خالص پانی مٹی۔ ریت۔ گچ یا چونے کے ملنے کی وجہ سے یا کافی دنوں تک ٹھہرے رہنے کی وجہ سے بدل جائے تو اس سے وضو جائز ہے۔ (بدائع) اگر سیل (رو) کے پانی سے وضو کرے تو جائز ہے۔ اگرچہ اسمیں ریت ملا ہوا ہو۔ لیکن پانی غالب ہونا چاہئے اور اس میں رقت و سیلان باقی رہنا چاہیئے خواہ وہ پانی کھاری ہو یا شیریں اور اگر پانی بندھ جائے جیسے گیلی مٹی تو اس سے وضو جائز نہیں۔ اسی طرح اس پانی سے وضو جائز ہے۔ جس میں چنے یا باقلا[4] بھگوئے جائیں اور اس کا رنگ اور مزہ تبدیل ہو جائے لیکن اس کی رقت و سیلان باقی رہے۔ اگر پانی میں چنے یا باقلا پکائیں جائیں اور باقلا کی بو اس میں سرایت کر جائے تو اس سے وضو جائز نہیں (فتاویٰ قاضی خان) اگر پانی میں ایسی چیز پکائی جائے جس سے اس کو خوب صاف ستھرا کرنا مقصود ہو جیسے اشنان و صابن تو بالاجماع اس سے وضو جائز ہے۔ لیکن جب وہ گاڑھا ہو جائے تو وضو درست نہ ہو گا۔ (محیط سرخسی) اگر روٹی پانی میں تر کی جائے اور پانی کا پتلا پن باقی رہے تو وضو جائز ہو گا۔ اور اگر پتلا پن ختم ہو جائے اور گاڑھا ہو جائے تو وضو جائز نہ ہو گا (فتاویٰ قاضی خاں) خالص پانی میں جب پاک بہتی ہوئی چیزیں جیسے سرکہ۔ دودھ۔ اور منقی کا پانی وغیرہ اس طرح مل جائیں کہ اب اس کا نام پانی نہ رہے تو اس سے وضو جائز نہ ہو گا۔ پھر دیکھیں گے کہ جو چیز پانی میں ملی ہے اگر اس کا رنگ پانی کے رنگ کے مخالف ہے جیسے دودھ اور کسم[5] کا پانی اور زعفران وغیرہ تو غلبہ کا اعتبار رنگ سے کیا جائیگا۔ اور رنگ میں مخالف نہیں ہے مزہ میں مخالف ہے جیسے سفید انگور کا نچوڑا ہوا پانی اور اس کا سرکہ تو مزہ کا اعتبار کیا جائیگا۔ اور رنگ اور مزہ دونوں میں مخالف نہیں ہے تو دیکھیں گے کہ مقدار میں کون زیادہ ہے، اگر مقدار میں دونوں برابر ہوں تو اسکا حکم ظاہر روایت میں مذکور نہیں۔ فقہانے لکھا ہے کہ احتیاطاً پانی کو دوسری چیز کے مقابلہ میں مغلوب سمجھیں گے (بدائع) امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے نبیذ تمر یعنی اس پانی سے جسمیں چھوارے بھگوئے گئے ہوں وضو کرنا جائز ہے اور اسکی موجودگی میں تیمم نہ کرے (جامع صغیر بشرح طحاوی۔ اکثر متون) اور کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ نبیذ تمر سے وضو کرے اور اس کے ساتھ تیمم بھی کرے تو میرے نزدیک پسندیدہ ہے امام ابو یوسف کے نزدیک تیمم کرے اور نبیذ تمر سے کسی حال میں وضو نہ کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہ ہے کہ احتیاطاً وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرے اور ان دونوں میں سے اگر ایک کو بھی ترک کیا تو وضو جائز نہ ہو گا۔ اور ان دونوں میں سے جسکو چاہے

---

[1] اشنان ایک قسم کی گھاس ہے جو خارش کے سلسلہ میں نہایت مفید ہے مترجم ۱۲ [2] گل خیری کا زرد پھول مترجم ۱۲ [3] بلوط کا درخت [4] باقلا ایک ترکاری کا نام ہے۔
[5] ایک گھاس ہے جس سے زرد رنگ پیدا ہوتا ہے مترجم ہے ۱۲۔

مقدم کرے اور جس کو چاہے موخر کرے۔ (شرح طحاوی) اسد ابن نجم اور نوح ابن ابی مریم اور حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت امام ابو یوسف کے قول کی جانب رجوع کیاہے اور صحیح امام صاحب کا یہی آخری قول ہے جو امام ابو یوسف کے موافق ہے (شرح جامع صغیر مصنفہ امام قاضی خاں) امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے۔ (عینی شرح کنز) یہ حکم اس صورت میں ہے جب نبیذ تمر شیریں اور مائل بترشی ہو۔ لیکن جب اس میں جوش آجائے یا سخت ہو جائے یا اس پر جھاگ آجائیں تو بالاتفاق وضو جائز نہیں اسلئے کہ اس میں نشہ آجاتا ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ کچی ہو (شرح نودی) اور اس کو اگر تھوڑا سا پکا لیا جائے تو وضو جائز ہے۔ خواہ شیریں ہو یا تلخ یا نشہ لانے والا ہو۔ یہی اصح ہے (عینی شرح ہدایہ ناقلاً عن المفید والمزید) ابو طاہر دباس نے کہا ہے کہ وضو جائز نہ ہوگا اور یہی اصح ہے۔ (محیط) اور یہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) مفید اور مزید میں مذکور ہے کہ اگر پانی میں چند چھوارے ڈال دئے جائیں۔ اور وہ میٹھا ہو جائے لیکن پانی کا نام اور اس کی رقت و سیلان باقی ہے تو اس سے وضو جائز ہوگا۔ اس میں ہمارے اصحاب کا اختلاف نہیں ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اس کے علاوہ اور قسم کی نبیذوں سے وضو جائز نہیں ہے (ہدایہ) اسی طرح نبیذ جب شیرہ کی طرح گاڑھی ہو جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ (کافی) ہمارے مشائخ کا نبیذ سے غسل کرنے میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ اس سے وضو جائز ہے۔ (شرح مبسوط) کافی۔ فتاویٰ عتابیہ) اور یہی صحیح ہے (تاتارخانیہ) اور مفید میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اس سے غسل جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ دونوں ناپاکیوں میں جنابت بڑھی ہوئی ہے اور غسل کی ضرورت وضو کے اعتبار سے کم ہوتی ہے تو غسل کا وضو پر قیاس درست نہیں ہے۔ (تبیین) جامع صغیر حسامی میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے (تاتارخانیہ) جس طرح تیمم میں غسل اور وضو کیلئے نیت شرط ہے اسی طرح نبیذ تمر میں بھی نیت شرط ہے (ظہیریہ) اگر خالص پانی موجود ہو تو نبیذ تمر سے وضو جائز نہیں ہے۔ اگر نبیذ تمر سے وضو کیا اور پھر خالص پانی مل گیا تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اگر مکروہ پانی ہے تو اس سے وضو کرے اور نبیذ تمر سے وضو نہ کرے اگر کسی کے پاس مشکوک پانی نبیذ تمر اور پاک مٹی ہے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبیذ تمر سے وضو کرے اور کسی دوسری چیز سے وضو نہ کرے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشکوک پانی سے وضو کرے اور تیمم کرے۔ نبیذ تمر سے وضو نہ کرے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تینوں کو جمع کرے۔ اگر ایک بھی چھوڑے گا تو وضو جائز نہ ہوگا۔ البتہ اس کو اس چیز کا اختیار ہوگا کہ تینوں میں سے جسکو چاہے پہلے کرے اور جس کو چاہے بعد میں۔

ہمارے اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ مستعمل پانی پاک کرنیوالا نہیں ہوتا اور اس سے وضو جائز نہیں ہے۔ اس کے پاک ہونے میں اختلاف ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ پاک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی ایک روایت ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (محیط) جس پانی سے حدث دور کیا گیا یا اس کو عبادت کے طور پر استعمال کیا گیا تو صحیح یہ ہے کہ عضو سے جدا ہونیکے بعد وہ ماء مستعمل بن جاتا ہے (ہدایہ) برابر ہے کہ چھوٹا حدث ہو یا بڑا (عینی شرح کنز) یہانتک کہ اگر دونوں بازو دھوئے اور ایک شخص اُن کے نیچے اپنا ہاتھ روکے رکھے اور اس پانی سے دھوئے تو جائز نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر بے وضو شخص نے یا جنبی نے یا حیض والی عورت نے جو پاک ہو چکی ہے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا تو ضرورت کی بنا پر وہ ماء مستعمل نہ ہوگا (تبیین) اور اسی طرح اگر مٹکے میں پیالہ گر گیا اور اس کو نکالنے کیلئے کہنی تک ہاتھ ڈالا تو بھی ماء مستعمل نہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی شخص نے برودت حاصل کرنے کیلئے ہاتھ یا پیر برتن میں ڈالا تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔ اس لئے کہ یہاں ضرورت نہیں پائی جاتی۔ (خلاصہ) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت مشہور ہے کہ پانی کے مستعمل ہونیکے لئے پورے عضو کا داخل کرنا ضروری ہے۔ (محیط) ایک انگلی یا دو انگلی کے داخل ہونے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ اور ہتھیلی کے داخل ہونے سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ (ظہیریہ) جنبی اگر ڈول تلاش کرنے کیلئے کنوئیں میں غوطہ لگائے تو امام

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی جنابت اسی طرح باقی رہتی ہے اور پانی بھی اپنی حالت پر بدستور قائم رہتا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں پاک ہو جاتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک روایت میں دونوں ناپاک رہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آدمی پاک ہو جاتا ہے اسلئے کہ پانی بدن سے جدا ہونے سے پہلے مستعمل نہیں ہوتا۔ یہ روایت زیادہ موافق ہے۔ (ہدایہ تبیین)۔ اگر غسل کیلئے غوطہ لگایا تاکہ نماز پڑھے تو بالاتفاق پانی خراب ہو جائیگا (نہایہ) اگر حیض والی عورت کنوئیں میں گر جائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ خون بند ہو جانے کے بعد گری ہے اور اس کے اعضا پر کوئی نجاست بھی نہیں ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو جنبی کا ہے۔ اور اگر خون رکنے سے پہلے گری ہے تو اسکا حکم پاک شخص کی طرح ہے اسلئے کہ وہ گرنے کی وجہ سے حیض سے نہیں نکلتی۔ (خلاصہ) (وہکذا فی فتاویٰ قاضی خاں) اگر اعضاء وضو کے علاوہ کسی اور عضو کو دھوئے۔ جیسے ران یا پہلو تو اصح یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ اور اگر اعضاء وضو کو دھوئے گا تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔ (خلاصہ) اگر سر منڈانے کیلئے اسکو دھویا اور وہ باوضو تھا تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (ظہیریہ) اگر کسی پاک شخص نے مٹی۔ آٹا یا میل چھڑانے کیلئے وضو کیا یا پاک شخص ٹھنڈ حاصل کرنے کیلئے نہایا تو وہ پانی مستعمل نہ بنے گا (فتاویٰ قاضی خاں) بے وضو اگر برودت حاصل کرنے کیلئے یا دوسرے شخص کو سکھلانے کیلئے وضو کرے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک پانی مستعمل ہو جائیگا اور امام محمد کے نزدیک مستعمل نہ ہوگا۔ (خلاصہ) جامع صغیر حسامی میں ہے کہ ایک بچہ نے اگر وضو کیا تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔؟

مختار یہ ہے کہ اگر بچہ سمجھدار ہے تو پانی مستعمل ہو جاتا ہے ورنہ مستعمل نہیں ہوتا۔ (مضمرات) اگر کھانا کھانے کیلئے یا کھانا کھا کر ہاتھ دھوئے تو پانی مستعمل ہو جاتا ہے (محیط سرخسی) ایک عورت نے دوسری عورت کے بال اپنے بالوں میں شامل کر لئے تھے۔ پھر ملائے ہوئے بال دھوئے تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ (سراج الوہاج۔ ظہیریہ) اور اگر اپنے بال دھولے تو پانی مستعمل ہو جائیگا۔ (سراج الوہاج) اگر مقتول کا سر دھویا جو اس کے بدن سے جدا ہو گیا تھا تو پانی مستعمل ہو جائے گا (محیط سرخسی) اگر جنبی نے غسل کیا اور غسل کا کچھ پانی اس کے برتن میں ٹپک پڑا تو برتن کا پانی خراب نہ ہوگا۔ لیکن اگر غسل کا پانی خوب بہکر برتن میں پہونچا تو پانی خراب ہو جائیگا۔ اسی طرح حمام کے حوض کا پانی بھی امام محمد کے قول کے مطابق اسوقت تک خراب نہیں ہوتا جبتک کہ مستعمل پانی اس پر غالب نہ آجائے یعنی پاک کرنے کی صفت اس میں سے خارج نہیں ہوتی۔ (خلاصہ) میت کے دھونے سے جو پانی بہتا ہے وہ ناپاک ہے امام محمد نے اصل میں اسکو مطلق[1] بیان کیا ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ اگر اسکے بدن پر نجاست نہیں ہے تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ لیکن امام محمد نے اسکو مطلق اسلئے بیان کیا ہے کہ اکثر میت پر نجاست ہوتی ہے (ظہیریہ) اگر سرکہ سے یا گلاب کے پانی سے وضو کیا تو سب کا قول یہ ہے کہ وہ مستعمل نہیں ہوتا۔ (تاتارخانیہ) مستعمل پانی جب کنوئیں میں گر جائے تو کنواں خراب نہیں ہوتا۔ مگر جب مستعمل پانی غالب آجائے تو کنوئیں کا پانی خراب ہو جاتا ہے۔ یہی صحیح ہے۔ (محیط سرخسی)۔

متعلقہ مسائل

ہر شی کے پسینہ میں اس کے جھوٹے کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ (ہدایہ)۔ گدھے اور خچر کا پسینہ یا لعاب اگر تھوڑے پانی میں گر جائے تو پانی خراب ہو جاتا ہے اگرچہ تھوڑا ہی گرے۔ (محیط) اگر ان کا پسینہ کپڑے کو کافی مقدار میں لگ جائے تو ظاہر روایت کے مطابق اس سے

---

[1] یعنی یہ قید نہیں لگائی کہ میت پر نجاست ہو۔

نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ (خزانۃ المفتین) آدمی کا جھوٹا پاک ہے اور اسی حکم میں جنبی حیض و نفاس والی عورت اور کافر شامل ہیں۔ مگر شراب پینے والے اور اس شخص کا جھوٹا جس کے منہ سے خون نکل رہا ہو نجس ہے۔ جبکہ وہ دونوں اسی وقت پانی پئیں اور اگر کئی بار تھوک نگل لیا تو صحیح قول کے مطابق منہ پاک ہو جائیگا۔ (سراج الوہاج) اگر شراب پینے والے کی مونچھیں لانبی ہیں تو پانی ناپاک ہو جائیگا اگرچہ ایک ساعت کے بعد پئے۔ (تاتارخانیہ ناقلاً عن الحجۃ) عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کیلئے اسی طرح مکروہ ہے۔ جیسے اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کیلئے۔ لیکن یہ کراہیت اسوجہ سے نہیں ہے کہ وہ ناپاک ہے بلکہ اس لئے مکروہ ہے کہ اس میں ایک دوسرے کیلئے لذت پائی جاتی ہے (نہر الفائق) اور اصح یہ ہے کہ گھوڑے کا جھوٹا بالاجماع پاک ہے (زاہدی) اسی طرح ان چوپاؤں اور پرندوں کا جھوٹا پاک ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ لیکن چھوٹی ہوئی مرغی اور اونٹ اور بیل جو نجاست کھاتے ہوں انکا جھوٹا مکروہ ہے یہاں تک کہ مرغی اگر اس طرح قید کر لی گئی کہ اس کی چونچ اس کے پاؤں کے نیچے نہیں جاتی تو اسکا جھوٹا مکروہ نہیں ہے۔ اور اگر جاتی ہو تو چھوٹی ہوئی مرغی کے حکم میں ہے۔ (محیط سرخسی) ان جانوروں کا جھوٹا جن سے خون نہیں بہتا خواہ پانی میں رہتے ہوں یا خشکی میں پاک ہے۔ (تبیین) اور جو کیڑے گھروں میں رہتے ہوں جیسے سانپ، چوہا۔ بلی۔ ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔ یہی اصح ہے (خلاصہ) اگر کسی شخص کے ہاتھ میں بلی نے چاٹا اور وہ ہاتھ دھوئے بغیر نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔ بلی کا جھوٹا کھانا کھانا مکروہ ہے (تبیین) یہ کراہیت مالدار کیلئے ہے اس لئے کہ وہ اور کھانا بدل سکتا ہے۔ لیکن فقیر کیلئے ضرورت کی بنا پر مکروہ نہیں ہے۔ (سراج الوہاج) اگر بلی نے چوہا کھایا اور اس وقت پانی پیا تو وہ ناپاک ہو جائیگا۔ اور اگر ایک دو ساعت ٹھہر کر پیا تو ناپاک نہ ہوگا۔ اور یہی صحیح ہے (ظہیریہ) شکاری پرندوں کا جھوٹا مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اگر یہ اس طرح قید ہوں کہ ان کا مالک جانتا ہو کہ ان کی چونچ پر کوئی نجاست نہیں ہے تو مکروہ نہیں ہے۔ مشائخ نے اس روایت کو مستحسن سمجھا ہے (ہدایہ) اس طرح ان پرندوں کا جھوٹا جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا پاک ہے اور استحساناً مکروہ ہے[1] (شرح مبسوط) اچھے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اگر اچھا پانی موجود نہ ہو تو اس میں کوئی کراہیت نہیں ہے (اختیار شرح مختار) کتے۔ سور۔ اور درندوں چوپاؤں کا جھوٹا ناپاک ہے (کنز) مٹکے سے اگر پانی ٹپکتا ہو۔ اور کتا آکر مٹکے کو چاٹنے لگے تو مٹکے کا پانی پاک رہیگا۔ (خلاصہ) کتے کے چاٹنے سے برتن تین بار دھوئے (ہدایہ) خچر اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے اور شک اس میں ہے کہ وہ دوسرے کو بھی پاک کرتا ہے یا نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں) جمہور کا یہی قول ہے (کافی) اگر ان دونوں کے جھوٹے کے سوا اور پانی نہیں ہے تو ان سے وضو اور تیمم دونوں کرے اور ان میں سے جس کو چاہے پہلے کرے۔ (سراج الوہاج) اور دونوں میں سے ایک پر اکتفا جائز نہیں (خزانۃ المفتین) ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ وضو کو مقدم کرے اور دھوئے۔ (بحر الرائق) اگر کوئی شخص گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرے تو وضو کی نیت میں اختلاف ہے اور زیادہ احتیاط اسمیں ہے کہ نیت کرے۔ (فتح القدیر) اگر گدھے کا جھوٹا پانی میں گر جائے تو اس سے وضو جائز ہے جبتک کہ اسپر غالب نہ آجائے جسطرح کہ ماء مستعمل کا حکم ہے۔ (محیط السرخسی) چمگادڑ کے پیشاب اور بیٹ سے پانی اور کپڑا خراب نہیں ہوتا (فتاویٰ قاضی خاں) جن حیوانات سے خون جاری نہیں ہوتا وہ پانی میں مر جائیں تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ جیسے مچھر۔ مکھی۔ اور بھڑ بچھو وغیرہ۔ اور ان جانوروں کے مرنے سے جو پانی میں رہتے ہیں پانی خراب نہیں ہوتا۔ جیسے مچھلی، مینڈک۔ کیکڑا۔ یہ جانور اگر پانی کے علاوہ کسی اور چیز میں مریں تو بعض کا قول یہ ہے کہ مچھلی کے سوا دیگر جانوروں کے مرنے سے وہ شی خراب ہو جاتی ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ شے خراب نہیں ہوتی اور یہی اصح ہے۔ دریائی مینڈک

---

[1] کراہیت تنزیہی ہے۔"

اور خشکی کے مینڈک برابر ہیں (ہدایہ) ابوالقاسم الصفار کہتے ہیں کہ یہی قول ہم اختیار کرتے ہیں (مضمرات) اور صحیح یہ ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جانور پانی میں مرے یا باہر مرے اور پھر اس کو پانی میں ڈالدیں۔ (تبیین) اگر پھول جائے تب بھی یہی حکم ہے۔ لیکن پانی پینا مکروہ ہے اس لئے کہ اس کے اجزاء پانی میں مل جاتے ہیں۔ اور اسکا کھانا جائز نہیں (محیط السرخسی) پانی کے جانور وہ کہلائے جاتے ہیں جو پانی میں پیدا ہوئے اور اسی میں رہتے ہوں۔ اِن سے ان جانوروں کا حکم مختلف ہے جو پانی میں رہتے ہوں لیکن پانی میں پیدا نہیں ہوئے۔ اِن سے پانی خراب ہو جاتا ہے (ہدایہ) اگر ناپاک غبار پانی میں گر جائے تو اسکا اعتبار نہ ہوگا مٹی کا اعتبار ہوگا (قنیہ) اگر لکڑی میں نجاست یا گوبر لگ جائے اور لکڑی جلکر راکھ ہو جائے اور یہ تھوڑے پانی میں گر جائے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی خراب نہ ہوگا۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (مضمرات) مردار کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں۔ اور پٹھوں، کھروں، سُم اور چرے ہوئے سُم۔ سینگ۔ بال اور اُون، پر۔ دانت۔ چونچ اور ناخنوں کا بھی یہی حکم ہے! انسان کے بال اور ہڈیاں بھی پاک ہیں۔ اور یہی صحیح ہے (اختیار شرح مختار) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بال منڈے ہوئے یا کترے ہوئے ہوں۔ اکھڑے ہوئے ہوں تو ناپاک ہوں گے۔ (سراج الوہاج) مردہ جانور کا پِتّا اور اسکے تھنوں کا دودھ اور باہر نکلے ہوئے انڈے کا چھلکا اور ماں کے پیٹ سے گرا ہوا بچہ جو تر ہو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک ہیں۔ (محیط السرخسی) اور مشک کا نافہ پاک ہے۔ اگر پانی پہونچنے سے خراب نہ ہو۔ اور اصح یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں پاک ہے اور ذبح کئے ہوئے جانور کا نافہ بالاتفاق پاک ہے۔ (تبیین) خنزیر کے تمام اجزاء ناپاک ہیں (اختیار شرح مختار) اگر مردار کی ہڈی کنوئیں میں گر جائے اور اس پر گوشت یا چکنائی لگی ہوئی ہو۔ تو ناپاک ہو جائیگا۔ ورنہ ناپاک نہ ہوگا۔ (معراج الدرایہ)۔

آدمی کی کھال یا کھال کی کھرنڈ جو پیر کے شگافوں سے نکلی ہو بشرطیکہ تھوڑی ہو اگر پانی میں گر جائے تو وہ خراب نہیں ہوتا۔ اور اگر بہت ہو۔ یعنی ناخن کے برابر تو پانی خراب ہو جاتا ہے۔ اور ناخن کے گرنے سے پانی خراب نہیں ہوتا۔ (خلاصہ) جس چمڑے کو دواؤں کے ذریعے حقیقی دباغت دی جائے یا مٹی لگا کر دھوپ میں سکھا کر یا ہوا میں ڈال کر حکمی دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ اس پر نماز پڑھنا اور اس کے بنائے ہوئے ڈول سے وضو کرنا جائز ہے۔ مگر انسان[1] اور خنزیر کی کھال کا یہ حکم نہیں ہے۔ (زاہدی) کھال کو اگر حقیقی دباغت دینے کے بعد پانی لگ جائے تو ناپاک نہ ہوگی اور اگر اسکو حکمی دباغت دی گئی ہے اور اس کو پانی لگ جائے تو ظاہر یہ ہے کہ پھر نجس نہیں ہوتی (مضمرات) جس کی کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے اس کی کھال ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خون کے سوا تمام اجزاء ذبح سے پاک ہو جاتے ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے، (محیط السرخسی)۔

وہ پیالے جو گھر میں اس لئے رکھے جاتے ہیں کہ مشکوں کا پانی ان سے نکالا جائے تو اُن سے پانی پینا اور وضو کرنا اسوقت تک جائز ہے جبتک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ان کو نجاست لگی ہوئی ہے۔ چوہا بلی سے بھاگ کر پانی کے پیالے پر ہو کر گذرا تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ اگر بلی نے اس کو زخمی کر دیا تھا تو پیالہ ناپاک ہو جائیگا۔ اور اگر زخمی نہ کیا تھا تو ناپاک نہ ہوگا۔ شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ پانی کا پیالہ ہر صورت میں ناپاک ہو جائیگا۔ اس لئے کہ چوہا اکثر بلی کے خوف سے پیشاب کر دیتا ہے (محیط) اور یہی مختار ہے (خلاصہ) انسان کو ایسے حوض سے وضو کرنا جائز ہے جس میں یہ خیال ہو کہ شاید اس میں نجاست پڑی ہوئی ہو۔ مگر نجاست کے واقع ہونیکا یقین نہ ہو۔ اور اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ اسکا حال دریافت کرے اور جبتک اس میں نجاست کا یقین نہ ہو تو اس سے وضو کرتا رہے اسلئے کہ اثر سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ (محیط) اور اگر پانی کو ناپاک سمجھتا تھا اور اس سے وضو کر لیا۔ پھر

[1] انسان کی کھال تو کرامت و شرافت کی بنا پر دباغت کا محل نہیں ہے اور خنزیر کی کھال نجس العین ہونیکی وجہ سے دباغت کے بعد بھی پاک نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ وہ پاک تھا تو اس سے وضو جائز ہے (خلاصہ) ایک درندہ جانور تھوڑے سے پانی پر ہو کر گذرا اگر گمان غالب یہ ہے کہ اس نے پانی پیا ہے تو ناپاک ہو جائیگا۔ ورنہ ناپاک نہ ہوگا۔ (بحر الرائق ناقلا عن المبتغی) فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ اگر جنگل میں تھوڑا پانی ملا تو اسے چاہیے کہ اسکو لیکر وضو کرے اور اگر اسکا ہاتھ ناپاک ہو اور کوئی ایسی چیز اس کے پاس نہیں ہے۔ جس کو ڈال کر پانی نکالے تو اپنا رومال پانی میں ڈالے۔ رومال سے جو پانی ہاتھ پر گریگا تو ہاتھ پاک ہو جائیگا۔ اگر پانی کے کنارہ پھٹنے کے داخل ہونے کی علامات پائی جاتی ہیں تو دیکھیں گے کہ یہ اگر علامات پانی سے اسقدر قریب ہیں کہ کتا یہاں سے پانی پی سکتا ہے تو وضو نہ کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو وضو کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (تاتارخانیہ) اگر لڑکے اور گاؤں والے رسی اور ڈول کو ہاتھ لگاتے ہوں تو رسی اور ڈول پاک رہیں گے۔ (ظہیریہ) جبتک کہ نجاست کا یقین نہ ہو (فتح القدیر) لڑکے نے اگر اپنا ہاتھ یا پیر پانی کے پیالے میں ڈالدیا اگر اسے معلوم ہے کہ اسکا ہاتھ یقیناً پاک ہے تو اس سے وضو جائز ہے۔ اور اگر پاکی یا ناپاکی کے بارے میں اسے کوئی علم نہیں ہے تو مستحب یہ ہے کہ دوسرے پانی سے وضو کرے۔ اس کے باوجود اگر اسی سے وضو کریگا تو وضو جائز ہوگا۔ (محیط) اگر کوئی شخص اپنے پیر دھو کر حمام کے صحن میں داخل ہوا۔ جس میں پانی پڑا ہوا ہے اور پھر باہر چلا گیا۔ پس اگر اسکو معلوم نہیں ہے کہ کوئی جنبی حمام میں نہایا ہے تو یہ جائز ہے کہ وہ اپنے پیر نہ دھوئے اور اسکو یہ معلوم ہے کہ اس میں جنبی نہایا ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق پاؤں دھونے لازم نہیں ہیں اور یہی ظاہر ہے (محیط) اپنے اعضا اگر رومال سے صاف کئے اور رومال خوب بھیگ گیا یا اسکے بدن سے کسی کپڑے پر بہت زیادہ پانی ٹپکا تو اس کپڑے کے ساتھ نماز جائز ہے۔ اس لئے ماء مستعمل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک ہے اور وہی مختار ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک اگرچہ ناپاک ہے۔ لیکن اس موقع پر ضرورت کی بنا پر اس کی نجاست کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ (بدائع) مستعمل پانی کا پینا مکروہ ہے۔ (خلاصہ) اور جامع الجوامع میں ہے اگر ماء قلیل نجاست کیوجہ سے ناپاک ہو جائے اور اس کے اوصاف یعنی رنگ۔ بو اور مزہ میں بھی تغیر آجائے تو اس کو کسی طرح بھی کام میں نہیں لایا جا سکتا اور یہ پیشاب کے حکم میں ہوگا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو اس سے جانوروں کو پانی پلانا اور مٹی بھگونا جائز ہے۔ مگر یہ مٹی مسجد میں لگائی جائے۔ (تاتارخانیہ) جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے (خلاصہ) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے اور یہی مختار ہے (تاتارخانیہ) حوض میں اگر کسی قسم کا شیرہ تھا اور اس میں پیشاب پڑ گیا ہے تو وہ حوض اگر دہ در دہ ہے تو اسکا پانی خراب نہ ہوگا۔ اور اگر دہ در دہ سے کم ہے تو اس کا پانی خراب ہو جائیگا۔ جس طرح ٹھہرا ہوا پانی خراب ہو جاتا ہے۔ خلاصہ۔

چوتھا باب — تیمم کے مسائل — (تین فصلیں)

پہلی فصل۔ تیمم کی ضروری چیزیں

(۱) ان میں سے ایک نیت ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایسی عبادت مقصودہ کی نیت کرے جو طہارت کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔ طہارت کی نیت کرنا یا نماز کے مباح ہونے کی نیت کرنا نماز کے ارادہ کے قائم مقام ہے۔ حدث کے تیمم اور جنابت کے تیمم میں تمیز فرض نہیں یہانتک کہ اگر جنبی نے وضو کے ارادہ سے تیمم کیا تو جائز ہے۔ (تبیین) اور نصاب میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) اگر جنازہ کی نماز کیلئے یا سجدۂ تلاوت کیلئے تیمم کیا تو جائز ہے کہ اس سے فرض نماز بھی ادا کرے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

(محیط) اور اگر زبانی قرآن پڑھنے کیلئے یا قرآن میں دیکھکر پڑھنے کیلئے یا زیارت قبور کیلئے یا میت کو دفن کرنے کیلئے یا اذان کیلئے یا تکبیر کیلئے یا مسجد میں داخل ہونے کیلئے یا مسجد سے نکلنے کیلئے تیمم کیا اس طرح کہ مسجد میں با وضو داخل ہوا تھا پھر وضو ٹوٹ گیا یا قرآن چھونے کیلئے تیمم کیا اور اسی تیمم سے نماز پڑھی تو تمام علماء کے نزدیک جائز نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان) اگر سجدۂ شکر کیلئے تیمم کرے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس تیمم سے فرض نماز نہیں ادا کر سکتا۔ اور امام محمد کے نزدیک فرض نماز ادا کر سکتا ہے۔ اسلئے کہ سجدۂ شکر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عبادت ہے۔ اور ان دونوں کے نزدیک عبادت نہیں ہے (ذخیرہ) اگر سلام کیلئے یا سلام کا جواب دینے کیلئے کوئی شخص تیمم کرے تو اس سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر تیمم کرنے سے مقصد یہ ہو کہ دوسرے کو سکھائے اور نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے تو تینوں اماموں کے نزدیک اس سے نماز جائز نہیں۔ (خلاصہ) اور یہی ظاہر روایت ہے (فتاویٰ قاضی خاں) کافر اگر مسلمان ہونے کی نیت سے تیمم کرے اور مسلمان ہونے کے بعد اس تیمم سے نماز پڑھنا چاہے تو امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے (خلاصہ) بیمار کو ایک دوسرے شخص نے تیمم کرایا تو تیمم کی نیت بیمار کیلئے ضروری ہے۔ تیمم کرانے والے پر نہیں۔ (قنیہ)۔

دو مرتبہ ہاتھ مارنا

ایک ضرب سے منہ کا مسح کرے اور دوسری سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرے (ہدایہ) کہنیوں کا بھی مسح کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) حلیہ میں ہے کہ منہ کی ظاہری کھال اور بالوں کے اوپر مسح کرے۔ یہی صحیح قول ہے (معراج الدرایہ۔ فتح القدیر) عذار کا مسح بھی شرط ہے یہ ہمارے اصحاب سے منقول ہے اور لوگ اس سے بیخبر ہیں (زاہدی) ہتھیلی پر مسح کرنا چاہئے یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مسح نہ کرے اور ہاتھ مارنا کافی ہے (مضمرات) اگر ایک ہاتھ سے چہرہ کا مسح کیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک ہاتھ کا تو چہرہ اور ہاتھ کا مسح ہو جائیگا۔ اور دوسرے ہاتھ کیلئے ایک ضرب اور لگائے۔ (سراج الوہاج) اگر تیمم کا ارادہ کرے۔ اور مٹی میں لوٹ پوٹ ہو اور اپنے جسم کو رگڑے اور یہ مٹی اس کے چہرہ اس کی ہتھیلی اور ہاتھوں پر پہونچ گئی تو جائز ہے اور اگر نہ پہونچی تو تیمم نہ ہوگا۔ (خلاصہ) جس شخص کے دونوں ہاتھ پہونچوں تک کٹ گئے ہوں وہ ہاتھوں پر مسح کرے اور جس کے دونوں ہاتھ کٹ گئے ہوں وہ موضع قطع پر مسح کرے اور کہنیوں کے اوپر سے اگر ہاتھ کٹا ہوا ہے تو مسح واجب نہ ہوگا۔ (محیط السرخسی) اگر دونوں ہاتھ شل ہو جائیں تو اپنے ہاتھ زمین پر پھیرے اور اپنا چہرہ دیوار پر لگا دے۔ اس کے لئے یہی کافی ہے۔ اور نماز نہ چھوڑے (یہ ذخیرہ کی پانچویں فصل میں فصل تیمم سے کچھ پہلے لکھا ہے) اگر تیمم کیلئے ہاتھ مارے اور مسح سے پہلے حدث لاحق ہو گیا تو اس ضرب سے مسح جائز نہ ہوگا۔ جس طرح وضو میں بعض اعضاء کو دھونے کے بعد حدث ہو جائے۔ سید ابو شجاع نے یہی کہا ہے۔ قاضی اسبیجابی نے فرمایا کہ تیمم جائز ہوگا جیسے کسی شخص نے اپنے ہاتھوں میں پانی لیا اور اسوقت حدث لاحق ہو گیا پھر اسکے بعد پانی کا استعمال کیا۔ خلاصہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ وہ اس مٹی کو استعمال نہ کرے۔ اسی کو شمس الائمہ نے اختیار کیا ہے۔ (فتح القدیر)

اعضاء پر پوری طرح مسح کرنا

ظاہر روایت کے مطابق تیمم میں دونوں عضووں پر خوب اچھی طرح مسح کرنا واجب ہے۔ (محیط السرخسی) اور یہی مختار ہے (مضمرات)

یہانتک کہ اگر کوئی شخص بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر مسح نہ کرے تو تیمم جائز نہ ہوگا۔ (محیط السرخسی) تیمم میں انگوٹھی اور کنگن کا نکال لینا ضروری ہے۔ دونوں نتھنوں کے درمیانی پردہ پر بھی مسح کرے۔ انگلیوں کے بیچ میں اگر غبار نہیں گیا تو انکا خلال کرنا واجب ہے۔ (تبیین)

پاک مٹی

تیمم ایسی پاک چیز پر کرنا چاہئے جو زمین کی جنس سے ہو۔ (تبیین) جو چیزیں جلکر راکھ ہو جائیں جیسے لکڑی گھاس، پھوس وغیرہ یا پگھل کر نرم ہو جائیں جیسے لوہا۔ کانسہ۔ تانبا اور شیشہ۔ سونا اور چاندی وغیرہ تو یہ زمین کی جنس سے نہ ہونگی اور ان کے علاوہ زمین کی جنس سے ہوں گی۔ (بدائع) پس تیمم مٹی پر ریتے پر اور زمین سے بنائے ہوئے شورے پر (یہ شورہ پانی سے نہ بنایا گیا ہو) گچ پر۔ چونے پر۔ سرمے پر۔ ہڑتال پر۔ اور گیرو و گندھک پر۔ فیروزہ پر عقیق پر۔ بلخش پر۔ زمرد پر۔ اور زبرجد پر جائز ہے۔ (بحر الرائق) اور تیمم یاقوت و مرجان پر جائز ہے (تبیین) تیمم پختہ اینٹ پر بھی درست ہے۔ (بحر الرائق) یہی ظاہر روایت ہے۔ (تبیین) اور سفال یعنی مٹی کے پکے ہوئے برتن پر تیمم جائز ہے۔ لیکن اسپر اگر ایسی چیز کا رنگ ہے جو زمین کی جنس سے نہ ہو تو جائز نہ ہوگا۔ (خزانۃ الفتاوی)۔ پتھر پر تیمم جائز ہے۔ خواہ اسپر غبار ہو یا نہ ہو۔ مثلاً دھلا ہوا اور چکنا ہو۔ خواہ پسا ہوا ہو۔ یا نہ ہو۔ (فتاویٰ قاضی خان) سُرخ، سیاہ اور سفید مٹی پر تیمم جائز ہے (بدائع) زرد مٹی پر تیمم جائز ہے (خلاصہ) سبز مٹی پر تیمم جائز ہے تر زمین پر اور گیلی مٹی پر تیمم جائز ہے (بدائع) اس مردار سنگ پر تیمم جائز ہے جو کان سے نکلتا ہے اور جو کان سے نہیں نکلتا بلکہ کسی اور چیز سے بنایا جائے تو تیمم جائز نہ ہوگا (محیط السرخسی) پانی سے بنے ہوئے نمک پر تیمم بالاتفاق ناجائز ہے۔ اور پہاڑی نمک کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک کی فقہا نے تصحیح کی ہے لیکن فتویٰ جواز پر ہے۔ (بحر الرائق) جلی ہوئی زمین پر تیمم کرے تو اصح یہ ہے کہ جائز ہے (ظہیریہ) پسے ہوئے یا بے پسے ہوئے موتیوں پر تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص سونے اور چاندی پر تیمم کرے تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ پگھلے ہوئے ہیں تو تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر پگھلے ہوئے نہیں ہیں بلکہ مٹی میں ملے ہوئے ہیں اور غلبہ مٹی کا ہے تو انپر تیمم جائز ہے (محیط السرخسی) راکھ، عنبر، کافور۔ اور مشک پر تیمم درست نہیں ہے (ظہیریہ) جمے ہوئے پانی پر تیمم جائز نہیں ہے (تبیین) مٹی پر قدرت ہوتے ہوئے غبار پر تیمم کرنا جائز ہے (سراج الوہاج) اور یہی صحیح ہے۔ غبار سے تیمم کرنے کی صورت یہ ہے۔ کہ کپڑے پر یا نمدے پر یا تکیہ وغیرہ پر یا ان کے علاوہ وہ دوسری چیزیں جن پر غبار ہے۔ اپنے دونوں ہاتھ مارے اور جب غبار ہاتھوں میں آجائے تو تیمم کرے۔ یا اپنا کپڑا جھاڑے اور جب اس سے غبار اٹھے تو اپنے ہاتھ غبار کی طرف ہوا میں اٹھائے اور جب غبار ہاتھوں پر پڑے تو تیمم کرے۔ (محیط) اگر غبار چہرہ پر اور ہاتھوں پر پڑا ہو اور اس نے تیمم کی نیت کر کے ان پر مسح کر لیا۔ تو جائز ہے اور اگر مسح نہ کیا تو تیمم نہ ہوگا۔ (ظہیریہ) اگر دونوں ہاتھ گیہوں پر یا جو پر یا اس طرح کے اور دانوں پر رکھے اور اس کے ہاتھوں کو غبار لگ گیا اور اسکا اثر ظاہر ہوا تو تیمم جائز ہے (سراج الوہاج) اور اگر اثر ظاہر نہ ہوا تو تیمم جائز نہیں ہے (بحر الرائق) اگر مٹی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جو زمین کی جنس سے نہ ہو تو اس چیز کا اعتبار کیا جائیگا جو غالب ہے (ظہیریہ) اگر مسافر کیچڑ اور دلدل میں ہو اور وہاں نہ پانی ملے اور نہ پاک مٹی دستیاب ہو۔ اور اس کے کپڑے پر یا زمین پر غبار بھی نہیں ہے تو اپنے کپڑے پر یا جسم کے حصہ پر کیچڑ لگائے اور خشک ہونے کے بعد تیمم کرے۔ لیکن جبتک وقت کے ختم ہونیکا اندیشہ نہ ہو تیمم نہ کرے اسلئے کہ اس میں بلا ضرورت منہ پر مٹی مل جائے گی۔ اور یہ مسئلہ کی صورت ہے۔ اگر اس کیچڑ سے تیمم کرے تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے اسلئے کہ وہ منجملہ اجزائے زمین سے ہے اور اس میں جو پانی ہے وہ ختم ہونیوالا ہے

(بدائع) اگر مٹی پر پانی غالب ہو تو اس سے تیمم جائز نہ ہوگا (محیط سرخسی) اگر ناپاک کپڑے کے غبار سے تیمم کرے تو جائز نہ ہوگا۔ لیکن اگر غبار کپڑے کے خشک ہونیکے بعد پڑا ہے تو جائز ہے (نہایہ) زمین پر اگر ناپاکی لگی ہوئی تھی اور وہ خشک ہو گئی اسکا اثر بھی جاتا رہا تو اس پر تیمم جائز نہیں (فتاویٰ قاضی خاں)

تین انگلیوں سے مسح کرنا

تیمم کیلئے جو چیزیں ضروری ہیں ان میں تین انگلیوں سے مسح کرنا بھی ہے۔ تین انگلیوں سے کم میں مسح جائز نہیں ہے جس طرح کہ سر پر اور موزوں پر مسح کیلئے تین انگلیاں شرط ہیں۔ (تبیین)

پانی پر قادِر نہ ہونا

تیمم کی ضروری چیزوں میں ایک پانی پر قادر نہ ہونا ہے۔ جو شخص پانی سے ایک میل دور ہو اسکے لئے تیمم جائز ہے۔ یہ مقدار میں یہی مختار ہے۔ خواہ شہر کے باہر ہو یا شہر کے اندر اور یہی صحیح ہے۔ اور برابر ہے کہ مسافر ہو یا مقیم (تبیین) شہر میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم جائز نہیں اور اسی طرح ان بستیوں میں بھی تیمم جائز نہ ہوگا جن کے رہنے والے ان سے جدا نہیں ہوتے یا اکثر لوگ دن میں جُدا نہیں ہوتے۔ سلمی نے کہا ہے کہ تیمم جائز ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ تیمم جائز نہیں۔ یہ خلاف اس صورت میں ہے کہ پہلے پانی تلاش کرے (اور نہ پائے) اور اگر پانی تلاش نہیں کیا تو بالاجماع تیمم جائز نہیں ہے۔ (سراج الوہاج) ٹھیک قول یہ ہے کہ میل تہائی فرسخ کا ہوتا ہے۔ طول میں چار ہزار گز برابر اور ہر گز چوبیس انگلیوں کا ہوتا ہے۔ اور ہر انگلی کی چوڑائی چھ جَو کے برابر ہوتی ہے۔ اس طرح کہ ہر جَو دوسرے جَو سے ملا ہوا ہو۔ (تبیین) پانی تلاش کرنے میں مسافت کا اعتبار ہے۔ وقت کے فوت ہونیکا اعتبار نہیں ہے (ہدایہ) درندے کے خوف یا دشمن کے خوف سے تیمم جائز ہے خواہ جان کا خوف ہو یا مال کا (عتابیہ) سانپ یا آگ کا خوف ہو (تبیین) اور اسی طرح اگر پانی کے پاس چور یا کوئی موذی ہو تو تیمم کرے (قنیہ) اور منتقی میں ہے کہ اگر امانت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یا قرضدار کے تقاضے کا خوف ہو جس کا قرض ادا نہیں کر سکتا تو تیمم جائز ہے (زاہدی۔ کفایہ) عورت کو اگر خود لینے اور پر اندیشہ ہے اسی طرح کہ پانی فاسق شخص کے پاس ہے تو تیمم جائز ہوگا۔ (بحر الرائق) اسی طرح اگر اپنی پیاس کا یا اپنے رفیقِ سفر یا اہلِ قافلہ میں سے کسی اور شخص کی پیاس کا اپنی سواری کے جانور یا ایسے کتے جو جانوروں کی حفاظت یا شکار کیلئے ہیں ان کی پیاس کا اب یا آئندہ خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔ اسی طرح اگر آٹا گوندھنے کی ضرورت ہو تو بھی تیمم جائز ہے۔ شوربا پکانے کی ضرورت کیلئے تیمم جائز نہیں۔ جنبی کو اگر یہ اندیشہ ہو کہ نہانے میں سردی سے مر جائے گا یا بیمار پڑ جائے گا۔ تو تیمم جائز ہے۔ یہ حکم بالاجماع اس صورت میں ہے جب شہر سے باہر ہو اور اگر شہر ہی میں ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب اس کے پاس اتنے پیسے نہ ہوں کہ حمام میں نہا سکے۔ اگر وہ حمام میں نہا سکتا ہے تو بالاجماع تیمم جائز نہیں ہے۔ نیز اختلاف اس صورت میں ہے جب پانی گرم نہیں کر سکتا۔ اور اگر پانی گرم کر سکتا ہے تب بھی تیمم جائز نہ ہوگا۔ (سراج الوہاج) بے وضو کو اگر یہ اندیشہ ہو کہ وضو کرنے سے سردی سے مر جائیگا یا بیمار ہو جائیگا تو اس کیلئے تیمم کرنا جائز ہے۔ (کافی) اسرار میں اسی کو اختیار کیا ہے لیکن اصح یہ ہے کہ اس کے لئے بالاجماع تیمم کرنا جائز نہیں ہے[1]۔ (نہر الفائق) اور صحیح یہ ہے کہ اس کیلئے تیمم جائز نہیں (خلاصہ۔ فتاویٰ

ع۱ یہاں فتاویٰ عالمگیری کے متن میں بظاہر اضطراب ہے کافی سے جو عبارت نقل کی ہے۔ اسمیں صاف لکھا ہے کہ بے وضو کو اگر یہ اندیشہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قاضی خان) مریض کے پاس پانی ہے لیکن اس کے استعمال کرنے میں مرض بڑھ جانے کا یا دیر سے تندرست ہونیکا اندیشہ ہے تو تیمم کرے اور اس میں فرق نہیں ہے کہ مرض میں حرکت کرنے سے زیادتی ہو، جیسے عرق مدنی (رشتہ) کی بیماری ہوتی ہے۔ یا اس کو دست آرہے ہیں یا یہ اندیشہ ہے کہ پانی استعمال کرنے پر مرض بڑھ جائیگا۔ مثلاً چیچک نکل آئی۔ یا اس قسم کی کوئی اور بیماری ہے اگر خود وضو نہیں کرسکتا اور دوسرا کوئی شخص وضو کرانے والا نہیں ملتا۔ لیکن اگر کوئی خادم مل جائے یا مزدور کی اُجرت وہ ادا کرسکتا ہے یا اس کے پاس ایسا شخص ہے جو اس کے بلانے پر مدد کرسکتا ہے تو ظاہر مذہب کے مطابق تیمم نہ کرے اسلئے کہ وہ پانی پر قادر ہے (فتح القدیر) اس خوف اور اندیشہ کی یا تو اس کے پاس کوئی علامت چاہیئے یا تجربہ سے گمان غالب ہو یا کوئی مسلم حاذق طبیب جس کا فسق ظاہر نہ ہو اس کی نشاندہی کرے (شرح منیۃ المصلی بمصنفہ ابراہیم حلبی) اگر کسی شخص کے چیچک نکل آئی یا اُسکے متعدد زخم ہیں تو اکثر کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی اگر محدث ہے تو اکثر اعضاء وضو کا اعتبار کرینگے اور اگر جنبی ہے تو بدن کے اکثر حصہ کا لحاظ کیا جائے گا۔ بدن کا اکثر حصہ اگر صحیح ہے اور تھوڑیسی جگہ میں زخم ہے تو اکثر حصہ کو دھوئے اور ممکن ہو تو زخم پر ورنہ ان کھپچوں پر جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھتے ہیں یا پٹی کے اوپر مسح کرے۔ ایک عضو کو دھوکر اسی پر تیمم درست نہیں ہے۔ اگر کسی کے بدن کا آدھا حصہ صحیح ہے اور آدھا زخمی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ تیمم کرے اور پانی کا استعمال نہ کرے (خلاصۃ محیط) اور جمع العلوم میں ہے کلتہ بق۔ بارش اور سخت گرمی میں تیمم جائز ہے (زاہدی. کفایہ) مسافر اگر کنویں پر جائے اور اس کے پاس ڈول نہ ہو تو تیمم کرسکتا ہے اور اگر ڈول ہے لیکن رسّی نہیں ہے تب بھی تیمم کی اجازت ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس کے پاس کوئی کپڑا کنویں میں ڈالنے کے لئے نہ ہو۔ اور اس کے پاس کپڑا ہے تو تیمم کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر اس کے رفیق کے پاس ڈول ہے جس کا وہ خود مالک ہے اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں پانی بھرنے کے بعد تمھیں دوں گا تو اس کے لئے انتظار کرنا مستحب ہے۔ اور انتظار کئے بغیر تیمم کرلیا تو جائز ہے (فتاویٰ قاضیخاں) اگر نہر کے اوپر پانی جم گیا ہے اور اس کے نیچے پانی ہے اور کاٹنے کا آلہ بھی موجود ہے تو تیمم نہ کرنا چاہیئے۔ اور بعض کے نزدیک ایسی صورت میں تیمم کی اجازت ہے۔ اور اگر جما ہوا پانی یا برف ہو اور اس کے پاس پگھلانے کا آلہ بھی ہو تو تیمم نہ کرنا چاہیئے۔ اور بعض کے نزدیک تیمم کرسکتا ہے۔ اور ظاہر ان دونوں صورتوں میں پہلا حکم ہے۔ (بحر الرائق) ایک شخص دار الحرب میں گرفتار ہے کفّار اسکو وضو اور نماز سے روکتے ہیں تو اس کو تیمم کرکے اشاروں سے نماز پڑھ لینی چاہیئے۔ اور وہاں سے نکلنے کے بعد نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔ اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جس سے ایک انسان یہ کہتا ہے کہ اگر وضو کروگے تو میں تمھیں قید کردوں گا یا قتل کروں گا۔ اسکو بھی تیمم کرکے اشاروں سے نماز پڑھ لینی چاہیئے اور بعد میں نماز کا اعادہ کرلینا چاہیئے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) جو شخص قید خانہ میں گرفتار ہے اس کو تیمم کرکے نماز پڑھ لینی چاہیئے پھر وضو کرکے نماز دوبارہ ادا کرے اسلئے کہ عجز آدمیوں کے فعل سے متحقق ہوا ہے اور آدمیوں کے فعل سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ اور اگر سفر میں گرفتار ہوگیا تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس صورت میں حقیقی عجز کے ساتھ سفر کا عذر بھی شامل ہوگیا ہے۔ اور سفر میں چونکہ اکثر پانی نہیں ملا کرتا تو ہر طرح سے عدم پایا گیا۔ (محیط السرخسی) اور اصل یہ ہے کہ پانی اگر اس طرح استعمال کرسکتا ہے کہ اس کی جان و مال کو کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا تو پانی کا استعمال واجب ہے اور اگر اپنی قیمت سے

ہے کہ وہ سردی سے مرجائے گا یا بیمار ہوجائیگا تو اس کے لئے تیمم جائز ہے اور آگے اسرار سے اس کی تائید بھی کردی ہے اس کے بعد پھر نہر الفائق سے یہ نقل کرنا کہ ایسی حالت میں بالاجماع اس کیلئے تیمم جائز نہیں ہے کیسے درست ہوسکتا ہے۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ فقہا اور مشائخ نے بے وضو کے لئے سردی کی بنا پر تیمم کو جو ناجائز کہا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وضو میں عادتاً اسکا امکان نہیں پایا جاتا لیکن وضو کرنے میں اگر عضو شل ہوجانے یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو بالاتفاق تیمم جائز ہوگا۔ مترجم۔ ۱؎ چھروں سے حفاظت کیلئے چاروں طرف ایک باریک کپڑا ادک کر چھوٹا سا گھر بنا لیتے ہیں۔

زیادہ پر مل رہا ہے تو اس میں نقصان ہے اور اسپر وضو لازم نہیں اور اگر اپنی قیمت ہی پر مل رہا ہے تو اسکے لئے وضو ضروری ہے (بحر الرائق)

پانی تلاش کرنا

تیمم کی ضروری چیزوں میں پانی کا طلب کرنا بھی ہے۔ مسافر کو اگر غالب گمان ہے کہ قریب میں پانی مل جائیگا تو ایک غلوہ تک تلاش کرنا ضروری ہے اور اگر غالب گمان یہ نہیں ہے اور کسی نے پانی کی اطلاع بھی نہیں دی تو تلاش کرنا واجب نہیں (کافی) پانی ملنے میں اگر اسے شک ہے تو اس کو تلاش کرنا مستحب ہے۔ اور اگر شک نہ ہو اور تلاش کئے بغیر تیمم کر لیا تو تارک افضل نہ ہوگا۔ (سراج الوہاج) چار سو گز کی مسافت کو غلوہ کہتے ہیں۔ (ظہیریہ) اگر کسی دوسرے شخص کو پانی تلاش کرنے کیلئے بھیجدے تو خود تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بغیر تلاش کئے ہوئے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسکے بعد پانی تلاش کیا اور نہ ملا تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز لوٹانا ضروری ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ (سراج الوہاج) اور اگر پانی قریب ہے اور اسے خبر نہیں اور وہاں کوئی ایسا شخص بھی نہیں ہے جس سے دریافت کرے تو اسکے لئے تیمم جائز ہے۔ اور اگر اس کے سامنے ایسا شخص تھا جس سے دریافت کر سکتا تھا لیکن نہیں کیا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس کے بعد اس نے دریافت کیا تو اس شخص نے قریب ہی میں پانی بتا دیا تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔ جس طرح اس شخص کا تیمم درست نہیں ہے جو آبادی میں آیا اور پانی تلاش کئے بغیر تیمم کر لیا۔ اور اگر شروع میں دریافت کیا اور کسی شخص نے اطلاع نہیں دی اور اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اسکے بعد کسی شخص نے اطلاع دی کہ پانی قریب ہی ہے تو اس کی نماز درست ہوگئی اسلئے کہ اسکے اوپر جو ضروری تھا وہ کر چکا (محیط السرخسی) اگر اسکے رفیق کے پاس پانی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ طلب کرنے پر پانی دے دیگا تو اس کیلئے تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ طلب کرنے پر وہ پانی نہیں دیگا تو اس کیلئے تیمم جائز ہے۔ اور اگر اس کو اس بارے میں شک تھا۔ اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی اس کے بعد اس نے پانی مانگا اور اس نے دیدیا تو وہ نماز دوبارہ پڑھے گا۔ (کافی۔ شرح زیادات للعتابی) اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے اس نے انکار کر دیا تھا۔ اور نماز سے فارغ ہونیکے بعد اس نے پانی دیدیا تو اب دوبارہ نماز نہ پڑھے۔ اسکا رفیق اگر پانی قیمت سے دینا چاہتا ہے اور اسکے پاس دام ہیں تو تیمم نہ کرے ورنہ تیمم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ دگنی قیمت سے کم پر پانی نہیں دیتا تو تیمم کرے (کافی) پانی کی قیمت کا اندازہ اس کے قریب مقامات سے کیا جائیگا جہاں پانی کمیاب ہو گیا ہے (فتاوے قاضی خاں) ایک شخص تیمم کرکے نماز پڑھ رہا ہے نماز کی حالت میں سنے اپنے ساتھی کے پاس پانی دیکھا پس اگر اسکو غالب گمان ہے کہ وہ پانی دیدیگا تو نماز توڑ ڈالے۔ اور اگر شک ہے تو نماز پڑھتا رہے جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اس سے طلب کرے اگر پانی دیدے تو وضو کرکے دوبارہ نماز پڑھے اور اگر انکار کر دے تو اس کی نماز پوری ہوگئی اور اگر انکار کرنیکے بعد دے تو نماز پڑھ چکا ہے وہ اسکا اعادہ نہ کریگا۔ (محیط السرخسی)۔

تیمم کی توڑنے والی چیزیں

جو چیزیں وضو کو توڑ دیتی ہیں وہ تیمم کو بھی توڑ دیتی ہیں (ہدایہ) ضرورت سے فاضل اگر اتنا پانی بچ جائے جس سے وضو ہو سکتا ہے تو تیمم ٹوٹ جائے گا (بحر الرائق) ایک جنبی نے غسل کیا اور تھوڑا سا حصہ خشک رہ گیا اور پانی ختم ہو گیا تو اس حصہ کیلئے تیمم کرے اسلئے

کہ جنابت باقی رہ گئی ہے۔ پس اگر وضو ٹوٹ گیا تو اس کیلئے تیمم کرے۔ پھر اگر اتنا پانی مل جائے جو دونوں کیلئے کافی ہے تو دونوں کرے اور اگر اتنا ملے جس سے صرف ایک کر سکتا ہے تو وہی کرے اور دوسرے کا تیمم باقی رہے گا۔ اور اگر یہ صورت ہے کہ پانی دونوں کیلئے کافی نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک اچھی طرح کر سکتا ہے چاہے وضو کرے یا وہ حصہ دھوئے جو جنابت میں خشک رہ گیا ہے۔ تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی سے خشک حصہ دھوئے گا اور حدث کیلئے تیمم کرے گا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس پانی سے وضو کر لیا ہے تو جائز ہے دوبارہ تیمم نہ کریگا۔ اور جنابت کیلئے بالاتفاق دوبارہ تیمم کرے گا۔

اور اگر پانی ملنے سے پہلے حدث کیلئے تیمم نہیں کیا تھا اور خشک حصہ کو دھونے سے پہلے حدث کا تیمم کر لیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہ ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور اول اصح ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک کیلئے بھی پانی کافی نہیں تو دونوں کا تیمم باقی رہے گا۔ جنبی کے بدن پر اگر ایک حصہ خشک رہ گیا تھا اور تیمم کرنے سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو دونوں کی نیت کر کے ایک تیمم کرے۔ پھر تیمم کر لینے کے بعد اگر اسقدر پانی ملا ہے جو ان میں سے ایک کیلئے کافی ہے تو بدن کے خشک حصہ کو دھوئے۔ اور حدث کیلئے امام محمد کے نزدیک دوبارہ تیمم کرے۔ (کافی) اور اگر پانی ان دونوں میں سے خاص ایک کیلئے کافی ہے اور دوسرے کیلئے کافی نہیں ہے۔ تو جس کے لئے پانی کافی ہے اسکو دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا۔ (شرح وقایہ)۔

اگر غسل میں پشت پر ایک ٹکڑا باقی رہ گیا ہے اور وضو کرنے میں کسی عضو کا دھونا بھول گیا اور پانی ان میں سے ایک کیلئے کافی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے دھوئے۔ لیکن اعضاء وضو میں صرف کرنا بہتر ہے۔ (شرح زیادات مصنفہ عتابی)۔ مسافر بے وضو ہے اور اس کے کپڑے بھی ناپاک ہیں اور اسکے پاس اتنا پانی ہے جو ان میں سے ایک کیلئے کافی ہے تو اس سے نجاست دھوئے اور حدث کیلئے تیمم کرے۔ اور اگر تیمم کرنیکے بعد اس نے کپڑوں کی نجاست دھوئی تو دوبارہ تیمم کریگا۔ اسلئے کہ اس نے جسوقت تیمم کیا تھا تو وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کر سکتا تھا (محیط السرخسی) اور اگر پانی سے وضو کیا اور ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لی۔ اس کی نماز تو ہو جائے گی لیکن گنہ گار ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) جس مرض کیوجہ سے تیمم جائز ہوا تھا جب وہ مرض ختم ہو گیا تو اسکا تیمم بھی ٹوٹ گیا۔ مسافر نے پانی نہ ہونے کی بنا پر تیمم کر لیا پھر اس حالت میں کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا جسمیں تیمم جائز ہے تو مقیم ہونیکے بعد اس تیمم سے نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ رخصت تیمم کے چونکہ مختلف اسباب ہیں اسلئے ایک رخصت دوسری میں شامل نہیں ہو سکتی۔ اور پہلی رخصت بالکل نیست و نابود ہو چکی ہے۔ (کذا فی الفصول العمادیۃ فی احکام المرضیٰ فی کتاب الطہارت) پانی پر اگر سوتے ہوئے گذرا تو اصح یہ ہے کہ کل کے نزدیک تیمم نہ ٹوٹے گا (زاہدی) اگر پانی پر گذر ہوا۔ لیکن کسی درندے یا دشمن کے خوف سے نہیں اتر سکتا تو تیمم نہ ٹوٹے گا۔ (سراج الوہاج)۔

اسی طرح اگر کنوئیں پر پہنچا اور اس کے پاس ڈول۔ رسی نہیں ہے۔ یا پانی ملا لیکن اسکو اندیشہ ہے کہ اگر وضو کر لیا تو پیاسا رہیگا تو تیمم نہ ٹوٹے گا۔ اصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کے پائے جانے سے تیمم منع ہو جاتا ہے۔ اسی چیز کے موجود ہو جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور جو شے ایسی نہیں ہوتی۔ اس سے تیمم بھی نہیں ٹوٹتا۔ (بدائع) ایک شخص پانی پر گذرا اور وہ تیمم کئے ہوئے تھا۔ لیکن تیمم کو بھول گیا تو اسکا تیمم ٹوٹ جائیگا۔ (خزانۃ المفتین) بہت سے لوگوں نے تیمم کیا۔ اور ان سے ایک شخص نے کہا کہ اس پانی سے تم میں سے جو چاہے وضو کرے اور وہ صرف ایک کیلئے کافی ہے تو ان سب کا تیمم باطل ہو جائیگا۔ اور اگر یہ کہا یہ پانی تم سب کیلئے ہے اور اسپر انہوں نے قبضہ بھی کر لیا تو ان کا تیمم نہ ٹوٹے گا (کافی) اور اگر وہ سب لوگ کسی ایک کو اس پانی کی اجازت دیدیں تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اسکا تیمم ٹوٹ جائیگا۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس کے مطابق نہیں ٹوٹے گا۔ اور صحیح یہ ہے کہ سب کے نزدیک اسکا تیمم ٹوٹ جائیگا (سراج الوہاج) اگر مسافر کو جنگل میں مٹکے وغیرہ میں پانی رکھا ہوا ملے تو اسکا تیمم نہ ٹوٹے گا اور اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس سے

وضو کرے۔ لیکن پانی اگر بہت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پینے اور وضو دونوں کیلئے ہے تو وضو جائز ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔
ایک مسافر جو تیمم کئے ہوئے ہے اگر اسکو صرف اتنا پانی ملا جس سے اعضاء وضو کو جنکا دھونا فرض ہے صرف ایکبار دھو سکتا ہے۔ اور سنت کے طریقہ پر اگر دھوئے تو وہ ناکافی ہوگا تو اسکا تیمم ٹوٹ جائیگا یہی مختار ہے (خلاصہ) اگر کوئی شخص تیمم کے بعد مرتد ہو جائیگا۔ تو اسکا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ یہانتک کہ اگر دوبارہ مسلمان ہو گیا اور اسی تیمم سے نماز پڑھی تو ہمارے نزدیک جائز ہے۔

تیمم کے متفرق مسائل

تیمم میں سات سنتیں ہیں (۱) دونوں ہاتھوں کو مٹی پر رکھکر آگے لانا (۲) اور پیچھے لیجانا (۳) دونوں ہاتھوں کو جھاڑنا (۴) انگلیاں کھولنا (۵) شروع میں بسم اللہ پڑھنا (۶) ترتیب کا لحاظ کرنا (۷) درمیان میں توقف نہ کرنا۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھکر آگے لائے اور پھر پیچھے لیجائے اور ان کو اٹھا کر جھاڑے۔ (تبیین) ہاتھوں کو اتنا جھٹکنا چاہیے کہ مٹی جھڑ جائے (ہدایہ) پھر منہ کا اس طرح مسح کرے کہ اس میں سے کچھ باقی نہ رہے اسکے بعد پھر اپنے دونوں ہاتھ اسی طرح زمین پر رکھے اور ان کا کہنیوں تک مسح کرے (تبیین) ہمارے مشائخ نے کہا ہے بائیں ہاتھ کی چار انگلیوں کے سروں سے داہنے ہاتھ کی اوپر کی جانب کہنیوں تک مسح کرے پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے ہاتھ کے نیچے کی طرف گٹوں تک مسح کرے اور بائیں انگوٹھے کے نیچے کے حصہ کو داہنے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے پھر بائیں ہاتھ کا اسی طرح مسح کرے اور یہی محتاط طریقہ ہے۔ (محیط السرخسی۔ بدائع) وقت کے داخل ہونے سے پہلے ہمارے نزدیک تیمم کر سکتا ہے۔ (خلاصہ) اور ایک تیمم سے جتنے چاہے فرائض اور نوافل پڑھ سکتا ہے (اختیار شرح مختار) اگر کسی شخص کو گمان غالب ہے کہ آخری وقت میں پانی ملجائیگا۔ اور اس شخص سے پانی کی جگہ تک ایک میل کا فاصلہ ہے تو آخر وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ (سراج الدرایہ) خجندی فرماتے ہیں کہ آخر وقت جواز تک تاخیر کرنی چاہیے اور بعض کے نزدیک مستحب وقت کے اخیر تک تاخیر کرنی چاہیے۔ اور یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) اگر پانی ملنے کی توقع نہ ہو تو تاخیر نہ کرے تیمم کرکے مستحب وقت میں نماز پڑھ لینی چاہیے (بدائع) (و ہکذا فی شرح الطحاوی و الکافی) سفر میں ایک جنبی ہے اور ایک حائضہ ہے جو حیض سے پاک ہو چکی ہے اور وہاں ایک میت بھی ہے اور پانی ان میں سے صرف ایک کیلئے کافی ہو سکتا ہے تو جو شخص پانی کا مالک ہے وہی اسکا مستحق ہوگا اور اگر مشترک طور پر تینوں اس کے مالک ہیں تو کسی پر صرف نہ کیا جائے اور سب کیلئے تیمم مباح ہوگا۔ اور اگر پانی مباح ہو تو اسکا جنبی زیادہ مستحق ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اور یہی اصح ہے (ظہیریہ) اور اسی طرح اگر حائضہ کے بدلے کوئی بے وضو ہو تب بھی جنبی ہی پانی کا مستحق رہیگا۔ (خلاصہ)

اگر باپ بیٹے کے درمیان پانی ہے تو اس کے استعمال کیلئے باپ اولیٰ ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کر سکتا ہے تو تیمم کرے اور وضو واجب نہیں۔ لیکن اگر جنابت کے ساتھ ایسا حدث بھی ہے جس سے وضو ضروری ہے تو وضو کرے اسی طرح اگر بے وضو کے پاس اتنا پانی ہے کہ پورا وضو نہیں کر سکتا صرف کچھ اعضاء دھو سکتا ہے تو تیمم کرے اور بعض اعضاء نہ دھوئے (شرح وقایہ) ایک شخص نے تیمم کیا اور اس کے کجاوہ میں پانی تھا جس کا۔ اسے علم نہ تھا یا وہ بھول گیا تھا اور نماز پڑھ لی تو امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح نہ ہوگی۔ (محیط السرخسی) یہ اختلاف اُس صورت میں ہے کہ اس نے پانی خود رکھا تھا۔ یا کسی دوسرے شخص نے اس کے حکم سے رکھا تھا یا حکم کے بغیر رکھا تھا۔ لیکن اُسے

معلوم نہ ہو تو بالاتفاق دوبارہ نماز نہ پڑھے گا (تبیین) نماز کے وقت میں یاد آجانا بعد میں یاد آنا برابر ہے (ہدایہ) اگر کسی شخص نے ایسے کنوئیں پر خیمہ لگایا جو اوپر سے ڈھکا ہوا ہے حالانکہ اسمیں پانی ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہے یا نہر کے کنارہ پر خیمہ لگایا اور اسے پتہ نہ چلا اور اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔ اور امام ابویوسف کے نزدیک نماز درست نہ ہوگی۔ (محیط) اگر کسی شخص کو شک تھا۔ یا غالب گمان تھا کہ اس کے پاس پانی ختم ہو چکا ہے اور نماز ادا کرلی پھر پانی مل گیا تو بالاجماع دوبارہ نماز پڑھے۔ اگر کسی کی پشت پر پانی ہے۔ یا اس کی گردن میں لٹک رہا ہے۔ یا اس کے سامنے ہے اور بھول کر نماز پڑھ لی تو بالاجماع جائز نہ ہوگی۔ (سراج الوہاج) اگر ایک شخص سوار تھا اور پانی پالان پر لٹک رہا تھا اور وہ سامان کے پیچھے تھا۔ اور بھول کر تیمم کرلیا تو جائز ہے اور اگر پانی پالان کے سامنے تھا تو تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر وہ پیچھے سے ہانکنے والا ہے اور پانی سامان کے پیچھے تھا تو اس کے لئے تیمم جائز نہ ہوگا۔ اور اگر سامنے تھا تو تیمم جائز ہے اور اگر سواری آگے سے کھینچ رہا ہے تو ہر صورت میں جائز ہے۔ (محیط سرخسی) مریض اگر تیمم پر قادر نہیں ہے کوئی اس کے پاس ایسا آدمی بھی نہیں ہے جو اس کو وضو یا تیمم کرا سکے تو امام محمد اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وہ نماز نہ پڑھے شیخ امام محمد بن الفضل نے کہا ہے کہ میں نے کرخی کی جامع صغیر میں دیکھا ہے کہ جس شخص کے دونوں ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں اور اس کے چہرہ پر بھی زخم ہو تو طہارت کے بغیر نماز پڑھے اور تیمم نہ کرے اور پھر دوبارہ نماز نہ پڑھے یہی اصح ہے (ظہیریہ) ایک شخص گرفتار ہے اور اس کے پاس نہ پانی ہے نہ پاک مٹی تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز نہ پڑھے۔ (فتاویٰ قاضی خان) یہ اس[عله] صورت میں ہے کہ زمین یا دیوار کو کسی چیز سے کھود نہیں سکتا۔ اور اگر کھود سکتا ہے تو مٹی نکال کر تیمم کرے۔ (خلاصہ) ایضاح میں ہے کہ اگر کسی شخص کو وضو کرنے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے اور تیمم کرنے سے نہیں ہوتا تو اس کے لئے تیمم جائز ہے (سراج الوہاج) ایک شخص جنگل میں ہے اور اس کے ساتھ زمزم کا پانی قمقمہ میں بند ہے اور اس کے اوپر رانگ کا ٹانکا ہے تو اس کیلئے تیمم جائز نہیں ہے (خلاصہ) اگر جنازہ آجائے اور ولی اس کے سوا کوئی دوسرا شخص ہے اور اندیشہ ہے کہ نماز وضو کرنے سے فوت ہو جائے گی تو اس کے لئے تیمم جائز ہے (ہدایہ) ولی جس کو وضو کی اجازت دے تو اس کے لئے تیمم جائز نہیں (خلاصہ) جو شخص ولی پر مقدم ہو اگر وہ حاضر ہو تو ولی کیلئے بھی بالاتفاق تیمم کی اجازت ہے۔ اسلئے کہ اسے بھی نماز فوت ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ اسی طرح ولی کو اسوقت بھی تیمم جائز ہے جب وہ کسی دوسرے شخص کو نماز کی اجازت دیدے (بحر الرائق) ایک جنازہ پر تیمم سے نماز پڑھی پھر دوسرا جنازہ آگیا۔ پس اگر پہلے اور دوسرے جنازہ کے درمیان اتنا وقت ہے کہ وہ جاکر وضو کرسکتا ہے اور آکر نماز پڑھ سکتا ہے تو دوبارہ تیمم کرنا پڑیگا۔ اور اگر اتنا وقت نہیں ہے کہ سب کام کرسکے تو اسی تیمم سے نماز پڑھ لے۔ اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات) عید کی نماز کھڑی ہونے سے پہلے امام کیلئے تیمم جائز نہیں ہے جبکہ وقت ختم ہونیکا اندیشہ نہ ہو۔ اور اگر اسکا خوف ہے تو امام کیلئے تیمم جائز ہے۔ (بحر الرائق) مقتدی کے پاس اگر اتنا وقت ہے کہ وضو کرکے نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کیلئے تیمم جائز نہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو تیمم جائز ہے عید کی نماز تیمم سے شروع کرنے کے بعد امام یا مقتدی کو اگر حدث لاحق ہو جائے تو تیمم کرکے بلا خلاف بنا کرے۔ اور یہی حکم بالاجماع اس صورت میں ہے کہ وضو سے عید کی نماز شروع کی تھی اور وقت جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ اور اگر وقت ختم ہونیکا اندیشہ نہیں ہے اور اسکو یہ امید ہے کہ امام کے تمام کرنے سے پہلے شامل ہو جائیگا۔ تو بالاجماع تیمم جائز نہیں۔ اور اگر یہ امید نہیں ہے تو امام اعظم کے نزدیک تیمم کرکے بنا کرے اور امام محمد اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے (نہایہ) اصل یہ ہے کہ جس جگہ ادا فوت ہو اور اسکا کوئی قائم مقام نہ ہو تو تیمم جائز ہے۔ اور جو چیز اس طرح فوت ہو کہ اس کا

[عله] کھودنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ زمین یا دیوار کے اوپر کا حصہ ناپاک ہے ۔

کوئی قائم مقام بھی ہو جیسے جمعہ کی نماز تو وہاں تیمم جائز نہیں[1] (جوہرہ نیرہ) اگر دو شخص ایک جگہ سے تیمم کریں تو جائز ہے (محیط السرخسی) اور اگر ایک جگہ پر کئی مرتبہ تیمم کرے یہ بھی درست ہے (تاتارخانیہ) جنبی کو نماز جنازہ اور صلوٰۃ عید کیلئے تیمم جائز ہے (ظہیریہ) جس شخص کو اپنے تیمم پر یقین ہے اسکا تیمم اسوقت تک باقی رہے گا۔ جبتک کہ اس کو حدث کا یقین نہ ہو۔ اور جس شخص کو حدث کا یقین ہے اسکا حدث اسوقت تک باقی رہے گا۔ جبتک کہ اسکو تیمم کا یقین نہ ہو۔ (خلاصہ) تیمم پر تیمم کرنا عبادت نہیں (قنیہ) مسافر کے لئے جائز ہے کہ باندی سے وطی کرے اگرچہ اس کو پانی نہ ملنے کا یقین ہو۔ (خلاصہ) ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس سے ایک نصرانی کہتا ہے کہ پانی لے لو تو اسے چاہیئے کہ وہ نماز برابر پڑھتا رہے اور اس کو نہ توڑے اسلئے کہ کبھی اسکا کلام بطور تمسخر کے بھی ہوتا ہے۔ پس شک کی صورت میں نماز نہ توڑنی چاہیئے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد مانگے اگر دیدے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اگر نہ دے تو نماز کا اعادہ نہ کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔

پانچواں باب ـــ موزوں پر مسح کرنا

موزوں پر مسح کرنا رخصت ہے اور مسح کو جائز مان کر اگر کوئی شخص عزیمت پر عمل کرے تو اولیٰ ہے (تبیین) اس باب میں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل ـــ جوازِ مسح کی شرائط

ان میں سے ایک یہ ہے کہ موزہ ایسا ہونا چاہیئے کہ اس کو پہنکر سفر کر سکیں اور متواتر چل سکیں اور ٹخنے ڈھک جائیں ٹخنوں سے اوپر ڈھکنا شرط نہیں ہے۔ یہانتک کہ اگر ایسا موزہ پہنا جس کی ساق نہیں ہے تو اس پر مسح جائز ہے بشرطیکہ ٹخنے ڈھک جائیں مجلد جراب پر مسح جائز ہے اور مجلد جراب وہ ہے کہ اس کے اوپر اور نیچے چمڑا لگا ہوا ہو (کافی) اور منعل وہ جراب کہلائی جاتی ہے جس کے صرف تلے میں چمڑا ہو جیسے پاؤں میں نعل ہوتے ہیں (سراج الوہاج) اور جراب ثخین اسے کہتے ہیں جو مجلد اور منعل نہ ہو۔ لیکن پنڈلی پر بغیر باندھے رُکی رہے۔ اور اس میں سے پنڈلی نظر نہ آتی ہو۔ اسی پر فتویٰ ہے (نہر الفائق) اگر ٹخنوں تک کی جراب پہنی اور اس میں سے اس کے ٹخنے یا قدم ایک یا دو انگلی کے برابر نظر آتے ہوں۔ تو اسپر مسح جائز ہے اور اسکا حکم اس موزہ کی طرح ہے جسپر ساق نہیں ہوتی اگر کسی نے صرف جرموق[2] پہنے اور وہ ٹاٹ وغیرہ کی قسم میں سے ہوں تو انپر مسح جائز نہیں ہے۔ اگر وہ کھال وغیرہ کے ہوں تو جائز ہے اور اگر جرموق موزوں پر پہنے اور وہ اسقدر پتلے ہیں کہ تری نیچے پہونچ جاتی ہے تو ان پر مسح جائز ہے۔ اگر وہ کھال وغیرہ کے ہوں تو اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ان کو حدث کے بعد موزوں پر مسح کرنے سے پہلے یا موزوں پر مسح کرنے کے بعد پہنا تو انپر مسح جائز نہیں ہے۔ اور اگر حدث سے پہلے پہنے تو ہمارے نزدیک انپر مسح جائز ہے۔ (محیط) اگر دونوں پیروں میں موزے پہنے اور ایک موزے پر جرموق بھی پہنا تو اس موزہ پر مسح کرنا جائز ہے جسپر جرموق نہیں ہے۔ اور جرموق پر مسح کرے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) موزہ پر موزہ پہنا جرموق کے مثل ہے۔ (خلاصہ) اگر ایسے موزے پہنے جن کی دو تہ ہیں تو انپر بھی مسح جائز ہے۔ (کافی) صحیح مذہب یہ ہے کہ اُن موزوں پر مسح جائز ہے جو ترکی نمدوں سے بنتے ہیں۔ اسلئے کہ ان کو پہنکر سفر کیا جا سکتا ہے۔ (شرح مبسوط۔ مصنفہ امام سرخسی) جارق[3] میں اگر پاؤں ڈھک جائیں

---

[1] اسلئے کہ جمعہ کی نماز کا بدل ظہر کی نماز ہے بخلاف عید کی نماز کے کہ اسکا کوئی بدل نہیں ہے اور نہ اسکی قضا مشروع ہے [2] جرموق اسکو کہتے ہیں۔ جو موزوں کے اوپر کیچڑ وغیرہ کی حفاظت کے لئے پہنتے ہیں [3] جارق یہ بھی ایک قسم کا موزہ ہوتا ہے"

اور ٹخنے یا قدم ایک یا دو انگلی کے برابر نظر آتے ہوں تو مسح جائز ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو، لیکن اس کے چمڑے میں پاؤں ڈھک جائیں۔ اور جاروق کو سی کر ملا دیں تو اس پر مسح جائز ہے۔ اور اگر کسی چیز سے باندھکر ملا دیں تو جائز نہیں ہے (خلاصہ) اگر لوہے، لکڑی، یا شیشے کے موزے بنا دیئے تو ان پر مسح جائز نہیں ہے (جوہرہ نیرہ)۔

موزوں پر تین انگلیوں کے برابر مسح کرنا

جواز مسح کی ضروری چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ ہر موزہ کے اوپر تین انگلیوں کی مقدار کے برابر مسح کرے اور یہی اصح قول ہے (محیط سرخسی) تین چھوٹی انگلیوں کے برابر مسح کرنا چاہئے (ہکذا فی فتاویٰ قاضی خاں) موزے کے نیچے یا ایڑی پر یا ساق پر یا اس کے اطراف میں یا ٹخنے پر مسح جائز نہیں ہے (تبیین) اگر ایک پاؤں پر دو انگلیوں کی مقدار کے برابر اور دوسرے پر پانچ انگلیوں کے مقدار کے برابر مسح کرے تو جائز نہیں۔ (فتح القدیر) موزہ پر ایسی جگہ مسح کرنے کا اعتبار نہیں ہے جو پاؤں سے الگ ہے۔ اگر اس جگہ میں اپنے پاؤں لیجا کر مسح کرے تو جائز ہے۔ اور اس کے بعد اسکا پاؤں اسجگہ سے جدا ہو جائے تو دوبارہ مسح کرے (سراج الوہاج) اگر ایک شخص کے پاؤں میں زخم ہے اور وہ اسکو نہ دھو سکتا ہے نہ مسح کر سکتا ہے تو اسکو دوسرے پر مسح کر لینے کی اجازت ہے اسی طرح اگر ٹخنوں کے اوپر سے پیر کٹ گیا تو اسکا بھی وہی حکم ہے۔ اور اگر ٹخنے کے نیچے سے کٹا اور تین انگلیوں کے برابر اسپر مسح ہو سکتا ہے تو دونوں پاؤں پر مسح کریگا۔ ورنہ مسح نہ کریگا۔ (محیط) اگر جرموق چوڑا ہے اس کے اندر ہاتھ ڈالکر موزہ پر مسح کر لیا تو جائز نہ ہوگا۔ (قنیہ)۔

تین انگلیوں سے مسح کرنا

جواز مسح کی ضروری چیزوں میں یہ بھی ہے کہ تین انگلیوں سے مسح کرے۔ یہی صحیح ہے (کافی) یہانتک اگر ایک انگلی سے مسح کیا اور نیا پانی نہیں لیا تو مسح جائز نہ ہوگا۔ اور اگر ایک انگلی سے تین بار تین جگہ مسح کرے اور ہر بار نیا پانی لے تو جائز ہے۔ (تبیین) اگر انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی سے مسح کیا اور وہ دونوں کھلے ہوئے تھے تو مسح جائز ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر اس طرح مسح کرے کہ تین انگلیاں رکھدے اور ان کو نہ کھینچے تو جائز ہے لیکن سنت کیخلاف ہے۔ (منیۃ المصلی) اگر انگلیوں کے سروں سے مسح کیا اور ان سے پانی ٹپک رہا ہے تو مسح جائز ہے ورنہ جائز نہیں (ذخیرہ) اگر مسح کرنے کی جگہ پر پانی یا بارش کے قطرے تین انگلیوں کی مقدار کے برابر پڑ جائیں۔ یا ایسی گھاس پر چلا جو بارش کے پانی میں بھیگی ہوئی ہے تو کافی ہے اور اصح قول کے مطابق شبنم بھی بارش کے حکم میں داخل ہے (تبیین) اعضا کے دھونے میں جو تری رہجاتی ہے اس سے مسح جائز ہے۔ خواہ ٹپکتی ہو یا نہ ٹپکتی ہو۔ مسح کرنیکے بعد جو تری باقی رہتی ہے اس سے مسح جائز نہیں ہے۔ (محیط) مسح کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیاں داہنے موزے کے اگلے حصہ پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے کے اگلے حصہ پر رکھے اور انگلیوں کو کشادہ طور پر پنڈلی کیطرف ٹخنوں سے اوپر کھینچے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) یہ مسنون طریقہ ہے یہانتک کہ اگر پنڈلی کی جانب سے پاؤں کی انگلیوں کی جانب کھینچے۔ یا دونوں موزوں پر چوڑائی میں مسح کرے تو مسح ہو جاتا ہے۔ (جوہرہ نیرہ) اگر ہتھیلی رکھکر یا صرف انگلیاں رکھکر کھینچے تو دونوں صورتیں مناسب ہیں۔ اور زیادہ بہتر یہ ہے۔ کہ پورے ہاتھ سے مسح کرے۔ اگر ہتھیلی کی پشت سے مسح کیا تب بھی جائز ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ ہتھیلی

کے اندر کے حصہ سے مسح کرے (خلاصہ) مسح میں خطوط کا ظاہر ہونا ظاہر روایت کے مطابق شرط نہیں ہے (زاہدی طحاوی میں بھی یہی ہے۔ لیکن یہ صورت مستحب ہے۔ (منیۃ المصلی) مسح کئی بار کرنا سنت نہیں ہے (فتاوی قاضی خاں) موزوں پر مسح کیلئے نیت شرط نہیں ہے یہی صحیح ہے (فتح القدیر) اگر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور اس میں سکھانے کی نیت کی۔ پاکی کی نیت نہیں کی۔ تو صحیح ہے مسح ہو جائیگا۔ (خلاصہ)۔

حدث کا اثر کامل طہارت پر ہوتا ہے

مسح کی ضروری چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ موزہ پہننے کے بعد حدث کا اثر پوری طہارت پر ہوتا ہے جو موزہ پہننے سے پہلے یا اس کے بعد کامل ہو چکی ہو۔ (محیط) یہانتک کہ اگر پہلے دونوں پاؤں دھوئے پھر دونوں موزے پہنے یا ایک پاؤں دھوکر موزہ پہن لیا پھر دوسرا پاؤں دھویا اور اسپر موزہ پہن لیا پھر حدث سے پہلے طہارت مکمل ہو گئی تو جائز ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر دونوں پاؤں دھوکر دونوں موزے پہن لئے پھر طہارت مکمل ہونے سے پہلے حدث لاحق ہو گیا تو ان موزوں پر مسح جائز نہیں (کافی) اور اگر بے وضو ہونے کی حالت میں موزے پہن لئے اور پانی میں گھس گیا اور موزوں کے اندر پانی چلا گیا۔ اور دونوں پیر دھل گئے۔ پھر دیگر اعضاء کا بھی وضو کر لیا اس کے بعد پھر حدث ہوا۔ تو ان پر مسح جائز ہے۔ (تبیین) گدھے کے جھوٹے سے وضو کیا اور تیمم کیا اور موزے پہن لئے پھر وضو ٹوٹ گیا اور اسکے بعد پھر گدھے کے جھوٹے سے وضو کیا اور تیمم کیا تو موزوں پر مسح کرے۔ اور گدھے کے جھوٹے کے بدلے اگر نبیذ تمر ہو اور باقی مسئلہ یہی ہو تو موزوں پر مسح نہ کرے۔ (کافی) اور فتاوٰی میں ہے اگر گدھے کے جھوٹے سے وضو کر کے موزے پہن لئے اور تیمم نہ کیا یہانتک کہ وضو ٹوٹ گیا تو وہ گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرے اور موزوں پر مسح کرے پھر تیمم کر کے نماز پڑھے (سراج الوہاج محیط السرخسی) جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہے اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ (خزانۃ المفتین) جس شخص کو موزے پہننے کے بعد یا موزے پہننے سے پہلے جنابت لاحق ہو گئی۔ اس کیلئے موزوں پر مسح جائز نہیں ہے لیکن جب وہ جنابت کیلئے تیمم اور حدث کیلئے وضو کرے اور دونوں پاؤں دھوکر موزے پہنے تو مدت مسح تک جب وہ وضو کرے تو اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ پھر اگر پانی ملنے سے اس کی جنابت لوٹ آئے تو اسکا حکم یہ ہو گا کہ گویا ابھی جنبی ہوا ہے (مضمرات) جنبی نے غسل کیا اور اس کے جسم پر تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا پھر اس نے موزے پہن لئے پھر اس حصہ کو دھویا اس کے بعد حدث ہوا تو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے (خلاصہ) اور اگر اعضاء وضو میں کوئی حصہ ایسا باقی رہ گیا تھا جہاں پانی نہیں پہونچا پھر اس کے دھونے سے پہلے وضو ٹوٹ گیا تو ان پر مسح جائز نہیں ہے (تبیین)

مُدّتِ مسح

مسح کی ضروری چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ مسح کی مدت میں ہو۔ مقیم کیلئے مسح کی مدت ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کیلئے تین دن تین راتیں (محیط) خواہ یہ سفر، سفرِ طاعت ہو یا سفرِ معصیت (سراجیہ) موزہ پہن لینے کے بعد جو حدث ہوتا ہے اسوقت سے مدتِ مسح شمار کی جاتی ہے۔ یہانتک کہ اگر کسی شخص نے فجر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے پھر عصر کے وقت وضو ٹوٹا اس نے وضو کر کے موزوں پر مسح کیا تو دوسرے دن اسی وقت تک مدتِ مسح باقی رہے گی۔ جسوقت پہلے روز حدث ہوا تھا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہ مقیم ہو۔ (محیط) اور اگر مسافر ہے تو چوتھے روز اسی وقت تک مدت مسح باقی رہے گی (محیط السرخسی)

مقیم نے مدت اقامت میں سفر کیا تو سفر کی مدت پوری کریگا۔ (خلاصہ) اور اگر اقامت کا مسح پورا ہو گیا پھر سفر کیا تو موزے نکال کر پاؤں دھوئے۔ (محیط) مسافر نے مدت اقامت (یعنی ایک دن ایک رات) پوری ہونے کے بعد اقامت کی تو موزے نکال کر پاؤں دھوئے۔ اور اگر مدت اقامت پوری ہونے سے پہلے اقامت کرے تو مدت اقامت پوری کرے۔ (خلاصہ) معذور کو اگر وضو کیوقت عذر موجود نہ تھا اور اس نے موزے پہن لئے تو تندرست لوگوں کی طرح مدت معلومہ تک مسح جائز ہے اور اگر وضو کرتے ہوئے یا ایک موزہ پہنتے ہوئے عذر پیدا ہو گیا تو مسح وقت میں جائز ہے اور وقت نکلنے کے بعد جائز نہیں۔ (بحر الرائق)۔

موزہ تین انگلیوں کی مقدار پھٹا ہوا نہ ہونا چاہیے

مسح کی ضروری چیزوں میں ایک یہ بھی ہے کہ موزہ زیادہ پھٹا ہوا نہ ہونا چاہیے زیادہ پھٹا ہوا ہونے کی مقدار پاؤں کی چھوٹی تین انگلیاں ہیں یہی صحیح ہے (ہدایہ) شرط یہ ہے کہ پوری تین انگلیوں کی مقدار پھٹن ظاہر ہو خواہ یہ پھٹن موزوں کے نیچے ہو یا اوپر۔ یا ایڑی کی جانب۔ (محیط السرخسی) اور اگر موزہ کی ساق میں پھٹن ہے تو مسح کا مانع نہیں ہے (خلاصہ) چھوٹی انگلیوں کا وہاں اعتبار ہے کہ جہاں انگلیوں کے سوا کوئی اور جگہ کھل جائے۔ اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو تین انگلیں ہونی چاہئیں خواہ کوئی سی ہوں۔ یہانتک اگر انگوٹھا اور اس کے برابر والی انگلی کھلی اور مقدار میں وہ تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں تو مسح جائز ہوگا۔ اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دو انگلیاں کھل جائیں تو مسح جائز نہ ہوگا۔ اگر ایک شخص کی انگلیاں کٹ گئی ہیں تو اس کے موزوں کے سوراخ کا اعتبار دوسرے شخص کی انگلیوں سے کیا جائیگا (جوہرہ نیرہ والتبیین) ایک موزے کے سوراخ جمع کئے جائیں دونوں موزوں کے سوراخ جمع نہ کئے جائیں یہانتک کہ اگر ایک موزے میں ایک انگلی کی مقدار کے برابر سوراخ ہے اور دوسرے موزے میں دو انگلیوں کی مقدار کے برابر سوراخ ہوں تو انپر مسح جائز ہوگا۔ اگر موزے میں سوراخ آگے کی جانب ایک انگل کے برابر ہوں اور ایڑی پر ایک انگلی کے برابر اور کسی اور جانب ایک انگلی کی مقدار ہو تو مسح جائز نہ ہوگا۔ (محیط) جو سوراخ جمع کئے جاتے ہیں کم از کم اسقدر ہونے چاہئیں کہ جس میں ایک بڑی سوئی جا سکے اور اگر سوراخ اس سے بھی چھوٹا ہے تو اسکا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ اور سیون کے سوراخوں میں شامل کیا جائیگا جس سوراخ کے ہوتے ہوئے مسح کرنا جائز نہیں ہے وہ چوڑا سوراخ ہے جسمیں اندر کا حصہ نظر آتا ہو یا سوراخ ملا ہوا ہو لیکن چلتے ہوئے کھل جائے اور پاؤں ظاہر ہو جائیں۔ لیکن اگر اندر کا حصہ نہیں کھلتا تو اسپر مسح جائز ہے اگرچہ کافی بڑا سوراخ ہو۔ اگر موزہ اوپر سے کھل جائے اور اس کے اندر چمڑہ کا استر ہے یا کپڑے کا استر موزے میں سلا ہوا ہے تو اسپر مسح جائز ہے (تبیین) موزہ، جراب اور جارق اگر پاؤں کے اوپر سے کھلے ہوئے ہیں لیکن ان میں سوراخ اور تسمے ہیں جن کے لگانے سے موزہ پاؤں کو ڈھک لیتا ہے تو ان کا حکم بھی وہی ہے جو بند موزے کا ہے اور اگر پاؤں کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے تو وہ موزہ کے سوراخوں کے حکم میں ہے۔ (زاہدی)۔

مسح کو توڑنے والی چیزیں

ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ دونوں موزوں کو یا ایک موزہ کو اتارنے سے یا مدت مسح کے ختم ہونے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے (ہدایہ) یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پانی ملتا ہو۔ لیکن اگر پانی نہ ملے تو مدت کے گذرنے

سے مسح نہیں ٹوٹے گا۔ بلکہ اسی مسح سے نماز ہوجائے گی۔ یہانتک کہ اگر مدت گذر گئی اور وہ نماز پڑھ رہا ہے اور پانی نہیں ملتا تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے۔ یہی اصح ہے (محیط۔ فتاویٰ قاضی خاں۔ زاہدی۔ جوہرنیرۃ) اور بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ نماز فاسد ہوجائے گی اور یہی اشبہ ہے (تبیین) اگر موزے اتار دیئے اور وہ باوضو ہے تو صرف پاؤں دھونے اسپر واجب ہوں گے۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب مسح کی مدت گذر جائے۔ (ہدایہ) اگر کسی شخص کو موزے اتارنے میں یہ اندیشہ ہو کہ اس کے پاؤں سردی کی وجہ سے جاتے رہیں گے تو ان پر مسح جائز ہے اگرچہ مدت طویل ہوجائے جیسے ان لکڑیوں پر مسح جائز ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھی جائیں (تبیین بحرالرائق) قدم کے اکثر حصہ کا موزے سے نکل آنا پورے پاؤں کے نکل آنے کے حکم میں ہے۔ یہی صحیح ہے (ہدایہ) اگر موزہ ڈھیلا ہے قدم اٹھاتے ہوئے ایڑی نکل جاتی ہے اور قدم رکھتے ہوئے پھر اپنی جگہ پر آجاتی ہے تو اسپر مسح جائز ہے۔ اگر کسی کے پاؤں میں لنگ ہے اور پنجوں کے بل چلتا ہے اور ایڑی اپنی جگہ سے اٹھ جاتی ہے تو اس کیلئے بھی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جبتک کہ اسکا پیر پنڈلی کی جانب نکل نہ جائے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر دو تہ کے موزے پہنے اور ایک تہ اتار دی تو دوبارہ مسح نہ کرے اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب بال والے موزوں پر مسح کرے پھر بال اتار دے (محیط) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب موزوں پر مسح کرنے کے بعد ان کے اوپر کا چھلکا اتار دے (محیط سرخسی) اگر جرموق پر مسح کرنے کے بعد ان کو اتار پھینکا تو موزوں پر دوبارہ مسح کرے (محیط) اگر ایک جرموق نکالا تو اس موزے پر مسح کرے جس سے جرموق نکالا ہے اور دوسرے جرموق پر بھی ظاہر روایت کے مطابق دوبارہ مسح کرے (بدائع۔ فتاویٰ قاضی خاں) اگر مکمل طہارت حاصل کرنے کے بعد موزے پہن کر ان پر مسح کرلیا پھر ایک موزے میں پانی داخل ہو کر ٹخنے تک پہونچ گیا اور سارا پاؤں دھل گیا تو اسپر دوسرے پیر کا دھونا واجب نہیں ہے (خلاصہ) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اکثر قدم تر ہوجائیں۔ اور یہی اصح ہے (ظہیریہ) اگر وضو کیا اور ہڈی ٹوٹنے کی جگہ پر کھپچیں باندھکر انپر مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوکر موزے پہن لئے اس کے بعد حدث ہوا تو وضو کرے اور کھپچیوں اور موزوں پر مسح کرے۔ اور اگر اس طہارت کے ٹوٹنے سے پہلے زخم اچھا ہوجائے جسپر موزے پہنے تھے تو وہ زخم کی جگہ دھوئے اور موزوں پر مسح کرے اور اگر زخم طہارت زائل ہونے کے بعد اچھا ہو تو موزوں کو نکال لینا چاہئے (سراج الوہاج۔ ظہیریہ)۔

جبیرہ پر مسح کرنا

جبیرہ (وہ کھپچ جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھی جاتی ہے) پر مسح کے مسائل بھی اسی سے متعلق ہیں۔ یہ مسح امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے، اور یہی صحیح ہے (محیط السرخسی والبحر الرائق)۔ اور یہ مسح اسوقت کرے جبکہ اس کے نیچے کے حصہ کو نہ دھو سکتا ہو اور نہ اسپر مسح کرسکتا ہو۔ بایں طور کہ پانی پہونچنے سے یا ان کے کھولنے سے نقصان پہونچتا ہو (شرح وقایہ) اور زخم کو کھولنے میں نقصان اگر اسوجہ سے ہے کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ پھر اس کو نہیں باندھ سکتا اور نہ اس کے پاس کوئی اور باندھنے والا ہے تو اس کیلئے مسح جائز ہے (فتح القدیر) اگر ٹھنڈے پانی سے دھونے میں ضرر کا اندیشہ ہو اور گرم پانی سے دھونے میں نقصان نہ ہوتا ہو تو گرم پانی سے دھونا لازم ہے (شرح جامع صغیر۔ مصنفہ قاضی خاں) اور یہی ظاہر ہے (بحرالرائق) اور اگر زخم دھونے میں نقصان نہیں ہوتا تو اسکا چھوڑنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور عتابیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امام صاحب نے صاحبین کے قول کی جانب رجوع کیا ہے۔ عیون اور حقائق میں مذکور ہے کہ احتیاطاً فتویٰ صاحبین کے

قول پر ہے (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابو المکارم) اگر جبیرہ زخم سے زیادہ جگہ پر ہے اور اسکو کھولنے اور زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہوتا ہے تو جسقدر زخم کے مقابل اور جسقدر صحیح بدن کے مقابل ہے سب پر مسح کرے اور اگر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہوتا ہے اور اس کے کھولنے سے نقصان نہیں ہوتا تو اس پٹی پر مسح کرے جو زخم کے سرے پر ہے اور اس کے آس پاس کے حصہ کو دھوئے اور اگر نہ زخم کے کھولنے سے نقصان ہوتا ہے نہ اسپر مسح کرنے سے تو زخم پر مسح کرے اور اس کے آس پاس کے حصہ کو دھوئے۔

زخم، داغ یا ٹوٹی ہوئی ہڈی سب کا ایک حکم ہے (فتح القدیر) اکثر جبیرہ پر مسح کر لینا کافی ہوتا ہے۔ (ہدایہ) اور اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے (مضمرات) آدھے جبیرہ پر یا اس سے کم پر بالاجماع مسح جائز نہیں۔ (سراج الوہاج) اگر فصد کھلوانے والے نے پٹی پر مسح کیا اور پھاپہ پر نہ کیا تو کافی ہے اور اسی پر اعتماد ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اور مضمرات میں ہے کہ اب فتویٰ اسی پر ہے (شرح نقایہ مصنفہ شیخ ابوالمکارم) پٹی کے دونوں گرہوں کے درمیان ہاتھ کا جو حصہ کھلا رہتا ہے اسپر مسح کافی ہے اور یہی اصح ہے (شرح وقایہ) صغیری میں ہے کہ یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) اگر زخم اچھا ہوئے بغیر جبیرہ گر پڑے تو دھونا لازم نہیں ہے۔ اور مسح بھی باطل نہ ہوگا۔ اور اگر زخم اچھا ہونیکے بعد جبیرہ گر جائے تو مسح باطل ہو جائے گا اور خاص اسجگہ کا دھونا ضروری ہوگا۔ (کافی۔ محیط) وضو کیا اور دوا لگی ہوئی تھی اور اسپر پانی بہایا پھر اسجگہ کے اچھا ہونے کے بعد دوا گر گئی تو دھونا ضروری ہوگا اور زخم اچھا ہوئے بغیر دوا گر گئی تو دھونا لازم نہ ہوگا۔ (محیط) اگر ناخن ٹوٹ گیا اور اسپر دوا لگائی اگر اس کے چھڑانے سے نقصان ہوتا ہے تو اس کے اوپر مسح کرے اور اگر مسح سے بھی نقصان ہوتا ہے تو اس کو چھوڑ دے۔ پھٹے ہوئے اعضاء کے شگافوں میں اگر ممکن ہو تو پانی بہائے اور اگر ممکن نہ ہو تو مسح کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ان کو چھوڑ دے اور آس پاس کا حصہ دھوئے۔ (تبیین) زخم کی پٹی پر مسح کیا پھر وہ گر گئی اور دوسری بدلی تو مناسب یہ ہے کہ دوبارہ مسح کرے۔ (ذخیرہ) ایک شخص کی انگلی میں زخم ہے اس نے مرہم لگایا اور وہ زیادہ جگہ میں لگ گیا پھر وضو کرنے میں اگر پوری پٹی پر مسح کیا تو جائز ہے۔

اور فصد کھلوانے والے کا بھی یہی حکم ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر کسی شخص کے ہاتھوں میں زخم ہے اور اسکو پانی کے برتن میں ڈبویا تاکہ اسپر مسح ہو جائے تو جائز نہ ہوگا۔ اور پانی خراب ہو جائے گا لیکن زخم اگر ہاتھ کی انگلیوں یا ہتھیلیوں پر ہو تو یہ کافی ہوگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ اس نے مسح کا ارادہ کیا تھا۔ (خلاصہ) جبیرہ پر یا زخم کے پھاہے پر مسح کرنا ان کے نیچے کے حصہ کے دھونے کے برابر ہے اس کا بدل نہیں ہے یہاں تک کہ اگر جبیرہ ایک پیر پر ہے تو اسپر مسح کیا جائیگا اور دوسرے کو دھویا جائے گا۔ (تبیین) اور اس مسح کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے اور اسمیں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ اس کو باوضو باندھے یا بے وضو۔ (خلاصہ) چھوٹا[عـلہ] بڑا حدث اس میں برابر ہے۔ اور اس کے مسح میں باتفاق روایات نیت بھی کی شرط نہیں ہے (بحر الرائق) ایک بار مسح کافی ہے یہی صحیح ہے (محیط) اگر اوپر کی پٹی جاتی رہے تو نیچے کی پٹی پر دوبارہ مسح کرنا واجب نہیں ہے (بحر الرائق) پاؤں کو دھونے اور موزوں پر مسح کرنے کو جمع نہ کرے (کافی) ایک شخص کے پاؤں میں زخم ہے اور اسپر جبیرہ بندھا ہوا ہے اس نے وضو کیا اور جبیرہ پر مسح کیا اور دونوں پاؤں دھولئے پھر ایک موزہ پہن لیا تو صحیح یہ ہے کہ موزہ پر مسح جائز نہیں ہے۔ اور اگر جبیرہ پر مسح کرکے دونوں موزے پہن لئے تو دونوں موزوں پر مسح جائز ہے۔ (محیط السرخسی) ایک شخص کے پیر میں پھوڑا تھا اس نے دونوں پیر دھو کر دونوں موزے پہن لئے پھر اسکا وضو ٹوٹا اور دونوں موزوں پر مسح کیا اور اسی طرح متعدد نمازیں پڑھیں پھر موزہ نکالا تو معلوم ہوا کہ پھوڑا پھوٹ گیا ہے اور اس سے خون بہا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ کب پھوٹا ہے تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل سے منقول ہے کہ

عـلہ حدث دو قسم کا ہوتا ہے چھوٹا اور بڑا۔ چھوٹے حدث سے مراد بے وضو ہونا اور بڑے حدث سے مراد جنبی ہوتا ہے۔

اگر زخم کا سرا خشک ہو گیا ہے اور اس شخص نے موزہ طلوع فجر کے وقت پہنا تھا اور عشا کے بعد نکالا تو فجر کی نماز دوبارہ نہ پڑھے اور اور بقیہ تمام نمازیں دوبارہ پڑھے۔ اور اگر زخم کا سرا خون میں تر ہو تو کسی نماز کا اعادہ نہ کرے۔ (محیط) اگر کسی شخص نے زخم کو باندھا اور پٹی تر ہو گئی اور تری باہر تک آ گئی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر وہ تری باہر تک نہیں آئی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر پٹی دوہری تھی کچھ میں سے تری باہر آئی اور کچھ میں سے نہیں آئی تو بھی وضو ٹوٹ جائیگا۔ یہ تاتارخانیہ کے نواقض وضو میں لکھا ہے دستانوں پر مسح جائز نہیں ہے۔ (کافی) اگر دوسرے شخص سے اپنے موزے پر مسح کرا لیا تو جائز ہے (خلاصہ) عورت موزوں کے مسح کے حکم میں مرد کی طرح ہے اسلئے کہ موزوں پر مسح جائز ہونے کے جو اسباب ہیں وہ دونوں میں برابر ہیں۔ (محیط)۔

چھٹا باب ــــ حیض و نفاس اور استحاضہ کے مسائل (چار فصلیں)

پہلی فصل۔ حیض کا بیان

حیض۔ وہ خون ہے جو رحم سے ولادت کے بغیر نکلے (فتح القدیر) اگر پاخانہ کے مقام سے خون نکلا تو حیض نہ ہو گا اور اس کے بند ہو جانے پر غسل کر لینا مستحب ہے (خلاصہ) خون کا حیض ہونا چند باتوں پر موقوف ہے۔

وقت

ان میں سے ایک وقت ہے اور وہ نو برس کی عمر سے سن ایاس تک ہے (بدائع) ایاس کا وقت پچپن برس کی عمر میں ہوتا ہے (خلاصہ) اور یہی تمام اقوال میں زیادہ درست ہے (محیط) اور اسی پر اعتماد ہے (نہایہ۔ سراج الوہاج) اور اسی پر فتویٰ ہے (معراج الدرایہ) پھر اس کے بعد جو خون نظر آئے گا وہ ظاہر مذہب کے موافق حیض نہ ہو گا اور مختار یہ ہے کہ خون اگر قوی ہو گا تو حیض شمار کیا جائیگا۔ (شرح مجمع۔ مصنفہ ابن الملک)۔

خون کا فرج خارج تک نکلنا۔

ان میں سے ایک خون کا فرج خارج تک نکلنا ہے اگرچہ گدی گر جانیکی وجہ سے ہو پس جبتک گدی کا کچھ حصہ خون اور فرج کے درمیان حائل ہے تو حیض نہ ہو گا۔ (محیط) ایک عورت حیض سے پاک تھی اس نے گدی پر خون کا اثر دیکھا تو جسوقت گدی اٹھائی ہے اسیوقت سے حیض کا حکم دیا جائیگا۔ اور جب عورت کو حیض آ رہا ہے اور اس نے گدی پر خون کا اثر پایا تو اسیوقت سے خون بند ہونیکا حکم کیا جائیگا۔ جس وقت کہ اسنے گدی رکھی تھی (شرح وقایہ) حیض کے خون میں بہنا شرط نہیں ہے (خلاصہ)۔

چھ رنگوں میں سے کسی ایک رنگ کا ہونا

ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسکا خون چھ رنگوں میں سے کسی ایک رنگ کا ہو۔ سیاہ۔ سرخ یا زرد رنگ ہو یا مٹیالہ، سبز یا خاکستری رنگ ہو (نہایہ) گدی پر رنگ کا اعتبار اسوقت سے کیا جائیگا جب اس کو اٹھایا جائے اور وہ تر ہو اس وقت سے نہیں کیا جاتا جبکہ وہ خشک ہو جائے۔ (محیط) اگر یہ صورت ہے کہ جبتک کپڑا تر تھا خالص سفیدی تھی اور خشک ہو جانے کے بعد زردی آ گئی تو اسکا حکم سپیدی کا ہے اگر تر ہونے کی حالت میں سرخی یا زردی دیکھی تھی اور خشک ہونے کے بعد وہ سفید ہو گئی تو

جس حالت میں دیکھا تھا اس حالت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور تغیر کے بعد جو حالت ہوئی ہے اس کا اعتبار نہیں ہے۔ (تجنیس)۔

مدتِ حیض

ان میں حیض کی مدت بھی ہے حیض کی مدت کم سے کم ظاہر روایت کے مطابق تین دن اور تین راتیں ہیں (تبیین) اور حیض کی اکثر مدت دس دن اور دس راتیں ہیں۔ (خلاصہ)۔

طہر کی کامل مدت گذرنا اور رحم کا حمل سے خالی ہونا

ان میں ایک یہ بھی ہے کہ طہر کی کامل مدت گذر چکی ہو اور رحم حمل سے خالی ہو (سراج الوہاج) اگر دو خونوں کے درمیان طہر آجائے اور دونوں خون حیض کی مدت ہی میں ہوں تو حیض شمار کیا جائیگا۔ اور اگر ایک خون حیض کی مدت سے باہر ہو جائے مثلاً ایک روز خون آیا اور نو دن تک طہر رہا پھر ایک روز خون آیا تو حیض نہ ہوگا اسلئے کہ آخری دن کا خون حیض کی مدت میں نہیں ہے اس روایت کے بموجب حیض کی ابتداء اور انتہا طہر سے نہیں ہوتی۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی امام اعظمؒ سے یہی روایت ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر دو خونوں کے درمیان طہر آجائے اور وہ پندرہ روز سے کم ہے تو طہر ان خونوں کو جدا نہیں کریگا[1]۔ اور اکثر متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ اسلئے کہ اس میں فتویٰ دریافت کرنے والے اور فتویٰ دینے والے دونوں کو سہولت ہے (تبیین) اور یہی زاہدی میں ہے۔ اس روایت پر عمل کرنا آسان ہے۔ (ہدایہ) صدر الشہید حسام الدین کی رائے بھی اسی پر قائم ہوئی ہے اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (محیط) اور اگر طہر دس دن سے زیادہ نہ ہو تو طہر اور خون سب حیض ہوں گے۔ خواہ اس عورت کو پہلی ہی بار حیض آیا ہو یا عادت مقرر ہو اور اگر طہر دس دن سے زیادہ ہو تو عورت کو اگر پہلی بار حیض آیا ہے تو دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور اس کی عادت مقرر ہے تو حیض کی جو مدت معلوم ہے وہ حیض سمجھی جائے گی اور طہر کی جو مدت معلوم ہے وہ طہر سمجھی جائے گی۔ (سراج الوہاج) حیض کی ابتداء طہر سے جائز ہے بشرطیکہ اس سے پہلے خون ہو اور حیض کا اختتام بھی طہر پر جائز ہے۔ جبکہ اس کے بعد خون ہو (تبیین) اگر پندرہ روز یا اس سے زیادہ کا طہر ہو تو یہ دونوں خونوں میں فاصل سمجھا جائیگا۔ پس ان دونوں میں سے ہر ایک کو یا صرف ایک کو حیض کہیں گے جس طرح ممکن ہوگا۔ (محیط) طہر کی کم سے کم مدت پندرہ روز ہیں اور اکثر کی کچھ انتہا نہیں۔ لیکن اگر عادت مقرر کرنے کی ضرورت پیش آجائے مثلاً کوئی عورت ایسی حالت میں بالغ ہوئی کہ اس کو برابر خون آرہا ہے تو ہر مہینہ کے دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور باقی طہر۔ (ہدایہ)۔

دوسری فصل۔ نفاس کے مسائل

نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے بعد آئے یہی متون[2] میں لکھا ہے۔ اگرچہ بچہ پیدا ہوا اور خون ظاہر نہ ہوا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ

---

[1] یعنی یہ سمجھا جائے گا کہ عورت کو مسلسل خون آرہا ہے مثال کے طور پر عورت کو ایک یوم خون آیا اس کے بعد چودہ دن تک پاک رہی پھر ایک یوم خون آیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ طہر فاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ طہر صحیح جو دو خونوں کے درمیان فاصل سمجھا جاتا ہے۔ اس کی کم سے کم مقدار پندرہ دن ہے۔ اس کے بعد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ دیکھیں گے کہ عورت کی اگر عادت مقرر ہے تو مقررہ عادت کے ایام حیض سمجھے جائیں گے اور باقی ایام استحاضہ کے شمار ہوں گے اور اگر عورت کی عادت مقرر نہیں ہے تو دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور باقی استحاضہ کے۔

[2] متون جمع متن کی جیسے کنز وغیرہ۔

علیہ کے نزدیک غسل واجب نہ ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت ہے اور مفید میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ لیکن بچہ کے ساتھ نجاست نکلنے کی وجہ سے اسپر وضو واجب ہوگا۔ (تبیین) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غسل واجب ہوگا۔ اکثر مشائخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور اسی پر صدر الشہید فتویٰ دیتے تھے۔ (محیط) ابو علی دقاق نے کہا کہ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ (مضمرات) اور فتاویٰ میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ (جوہرہ نیرہ) اگر اکثر بچہ باہر نکل آیا تو وہ نفاس والی شمار کی جائے گی۔ اور اگر اکثر بچہ باہر نہ آیا تو نفاس کا حکم نہ ہوگا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ بچہ بدن کے اندر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور اکثر باہر نکل آئے۔ اگر بچہ کی تھوڑی خلقت جیسے انگلی، ناخن یا بال ظاہر ہوا تو وہ بچہ ہے اور اس کے نکلنے سے اسپر نفاس کا اطلاق کیا جائیگا۔ (تبیین) اور اگر اس کی خلقت میں سے کچھ ظاہر نہ ہوا تو اسپر نفاس کا اطلاق نہ ہوگا۔ اور جو خون نظر آیا ہے وہ اگر ہو سکا تو حیض ہوگا ورنہ استحاضہ اگر اسقاط سے پہلے بھی خون آیا اور بعد میں بھی۔ اور بچہ کی کچھ خلقت ظاہر ہو گئی تھی تو جو خون اس کے نکلنے سے پہلے ظاہر ہوا وہ حیض نہ ہوگا اور جو بعد میں آیا وہ نفاس ہوگا۔ اور اگر اس کی خلقت ظاہر نہ ہوئی تھی تو اسقاط سے پہلے جو خون ظاہر ہوا وہ اگر ممکن ہو سکا تو حیض کہلائے گا (ہدایہ) اگر بچہ ناف کی طرف سے پیدا ہوا اس طرح پر کہ عورت کے پیٹ میں زخم تھا وہ پھٹ گیا اور اس میں سے بچہ نکل آیا تو اسکا حکم وہی ہوگا جو زخم سے خون جاری ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور نفاس نہ سمجھا جائے گا۔ (ظہیریہ) لیکن اگر بچہ ناف سے نکلنے کے بعد فرج کی طرف سے بھی خون آجائے تو نفاس ہوگا۔ (تبیین) اگر جڑواں بچے پیدا ہوں تو نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے شمار کیا جائے گا۔ (کافی) دو جڑواں بچوں کی شرط یہ ہے کہ ان دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فاصلہ ہو اور اگر چھ مہینے یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس شمار کئے جائیں گے۔ اگر تین بچے پیدا ہوں۔ اور پہلے اور دوسرے بچہ کی ولادت میں چھ مہینے سے کم کا فاصلہ ہے اور اسی طرح دوسرے اور تیسرے بچہ کی ولادت میں چھ مہینے سے کم کا فاصلہ ہے۔ لیکن پہلے اور تیسرے بچے کے درمیان چھ مہینے سے زیادہ کا فاصلہ ہے تو صحیح یہ ہے کہ ایک حمل سمجھا جائے گا۔ (تبیین) کم سے کم نفاس یہ ہے کہ وہ ظاہر ہو اگرچہ ایک ساعت ہی کیلئے ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور نفاس کی اکثر مدت ہمارے نزدیک چالیس دن ہیں۔ (سراجیہ) اور اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو دیکھیں گے کہ عورت کو اگر پہلی بار نفاس آیا ہے تو چالیس دن نفاس کے شمار کئے جائیں گے اور اگر اس کو پہلی بار خون نہیں آیا بلکہ اس کی عادت مقرر ہے تو جتنے دنوں کا معمول اور عادت ہے وہ نفاس ہوگا۔ (محیط) چالیس دن کی مدت میں دو خونوں کے درمیان جو طہر آجائے وہ بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفاس سمجھا جائیگا۔ اگرچہ طہر پندرہ دن کا ہو یا اس سے بھی زیادہ اسی پر فتویٰ ہے نفاس کی عادت اگر ایک بار باقی نہ رہے تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدلجاتی ہے (خلاصہ)۔

تیسری فصل — استحاضہ کے مسائل

حیض و نفاس کی اکثر مدت گذر جانے کے بعد حالت طہر کی کم سے کم مدت میں اگر عورت نے خون دیکھا تو اس کو اگر پہلی بار خون آیا ہے تو حیض و نفاس کی اکثر مدت کے بعد جو خون آیا ہے وہ استحاضہ ہوگا۔ اور اگر عورت کی مقررہ عادت ہے تو متعینہ عادت کے بعد جو خون آیا ہے وہ استحاضہ کہلائے گا۔ اسی طرح وہ خون جو حیض کی اقل مدت سے کم ہو یا بہت بوڑھی عورت سے ظاہر ہو یا بہت چھوٹی لڑکی سے نکلا ہو استحاضہ کہلائے گا۔ (محیط) اسی طرح وہ خون جس کو حاملہ عورت ابتداءً میں دیکھے یا ولادت کی حالت میں، بچہ نکلنے سے پہلے آئے استحاضہ ہے۔ (ہدایہ)۔

چوتھی فصل — حیض و نفاس اور استحاضہ کے احکام

حیض و نفاس اور استحاضہ کا حکم اسوقت ثابت ہوتا ہے جب خون نکلے اور ظاہر ہو۔ ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب یہی ہے اور تمام مشائخ اسی پر ہیں۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (محیط)۔

حیض و نفاس کے مشترک آٹھ احکام

(۱) ان میں ایک یہ ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے اور ان نمازوں کی قضا بھی نہیں ہے (کفایہ) عورت جس وقت خون دیکھے اسی وقت نماز چھوڑ دے۔ فقیہ نے کہا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ تاتارخانیہ میں نوازل سے منقول ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ (تبیین) جس نماز کے وقت میں حیض یا نفاس آئے اس وقت کا فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا خواہ اتنا وقت باقی ہو کہ اس میں نماز ادا کر سکتی ہے یا نہ ہو۔ (ذخیرہ)۔ اگر آخر وقت میں نماز شروع کی پھر حیض آگیا تو اس وقت کی نماز کی قضا اس پر لازم نہ ہوگی۔ اگر نفل نماز ہے تو اس کی قضا اس پر لازم ہے۔ (خلاصہ) حیض والی عورت کیلئے یہ مستحب ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو وضو کرکے نماز پڑھنے کی جگہ پر بیٹھ جائے اور جتنی دیر میں نماز پڑھتی ہے اتنی دیر تک سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ پڑھتی رہے (سراجیہ) اور صغریٰ میں ہے کہ حیض والی عورت جب سجدہ کی آیت سنے تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ (تاتارخانیہ)

(۲) ان مشترک احکام میں ایک حکم یہ ہے کہ حیض و نفاس والی عورت پر روزے حرام ہیں۔ لیکن ان کی قضا اس پر لازم ہوگی۔ (کفایہ) اگر عورت نے نفلی روزے رکھنے شروع کئے پھر حیض آگیا تو احتیاطاً قضا لازم ہوگی (ظہیریہ)۔

(۳) حیض و نفاس والی عورت پر اور جنبی پر مسجد میں داخل ہونا حرام ہے خواہ مسجد میں بیٹھنے کی نیت سے داخل ہو یا مسجد سے گذرنے کی نیت ہو (منیۃ المصلی) تہذیب میں ہے کہ حیض والی عورت جماعت والی مسجد میں داخل نہ ہو۔ اور حجۃ میں ہے کہ حیض والی عورت اسوقت مسجد میں داخل ہو سکتی ہے جب مسجد میں پانی ہو اور اس کے علاوہ کہیں اور پانی نہ ہو۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب جنبی یا حیض والی عورت کو درندے، چور یا سردی کا خوف ہو تو مسجد کے اندر ٹھہر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ مسجد کی تعظیم کیلئے تیمم کرے (تاتارخانیہ) مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہے (جوہرہ نیرہ) وہ مکان جو نماز جنازہ یا عید کیلئے بنایا گیا ہے تو اصح یہ ہے کہ اس کیلئے مسجد کا حکم نہیں ہے (بحر الرائق) حیض والی عورت اور جنبی اگر زیارت قبور کیلئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے (سراجیہ)۔ (۴) حیض و نفاس والی عورت کیلئے خانہ کعبہ کا طواف ناجائز ہے اگرچہ مسجد سے باہر طواف کریں۔ اسی طرح جنبی کیلئے بھی طواف حرام ہے (تبیین)۔

(۵) حیض و نفاس والی عورت اور جنبی کیلئے قرآن شریف پڑھنا حرام ہے۔ خواہ ایک آیت ہو یا اس سے بھی کم۔ اصح قول کے مطابق ایک آیت کا پڑھنا یا اس سے کم پڑھنا دونوں حرمت میں برابر ہیں۔ اگر ایک آیت سے کم پڑھیں لیکن تلاوت کا ارادہ نہ ہو بلکہ شکر کے ارادے سے الحمد للہ یا کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (جوہرہ نیرہ) ایسی چھوٹی آیتیں جو باتیں کرتے ہوئے زبان پر آجاتی ہیں جیسے "ثم نظر" یا "ولم یولد" حرام نہیں ہیں (خلاصہ) اگر جنبی قرآن شریف پڑھنے کیلئے کلی کرے تو قرآن شریف پڑھنا جائز نہ ہوگا۔ (محیط السرخسی) اور یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) جنبی اور حیض و نفاس والی عورت

کیلئے تورات وانجیل اور زبور کا پڑھنا مکروہ ہے۔ (تبیین) اگر استانی کو حیض آجائے تو اسے چاہیے کہ بچوں کو ایک ایک کلمہ سکھائے۔ اور دو کلموں کے درمیان توقف کرے۔ قرآنِ کریم کے ہجے کرنا اس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ (محیط) ظاہر روایت کے لحاظ سے دعاءِ قنوت کا پڑھنا بھی مکروہ نہیں ہے۔ (تبیین) اسی پر فتویٰ ہے (تجنیس۔ ظہیریہ)۔ جنبی اور حیض والی عورت کیلئے دعائیں پڑھنا اذان کا جواب دینا وغیرہ وغیرہ جائز ہیں۔ (سراجیہ)۔

(۶) حیض ونفاس والی عورت کیلئے قرآن شریف کا چھونا بھی حرام ہے اسی طرح جنبی اور محدث کیلئے بھی قرآن شریف کا چھونا جائز نہیں ہے۔ لیکن قرآن شریف اگر ایسے غلاف میں ہے جو اس سے علیحدہ ہے جیسے جزدان یا ایسی جلد میں ہے جو سلی ہوئی نہیں ہے تو اس کا چھونا جائز ہے۔ اگر غلاف قرآن کریم میں لگا ہوا ہو تو اسکا چھونا جائز نہ ہوگا۔ یہی صحیح ہے۔ (ہدایہ) اسی پر فتویٰ ہے۔ (جوہر نیرہ)، اور صحیح یہ ہے کہ قرآنِ کریم کے حاشیوں اور اس سفیدی کا جہاں قرآن لکھا ہوا نہیں ہے چھونا جائز نہیں۔ (تبیین) قرآن شریف کو اگر اعضاء طہارت کے علاوہ کسی اور عضو سے چھوا جائے یا اس عضو سے چھوئے جس کو اگرچہ دھولیا ہے۔ لیکن ابھی وضو مکمل نہیں کیا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ قرآن شریف کا چھونا جائز ہے (زاہدی) جو کپڑے پہن رکھے ہیں ان سے بھی قرآن شریف کا چھونا جائز نہیں ہے۔ حیض ونفاس والی عورت اور جنبی کیلئے تفسیر فقہ اور حدیث کی کتابوں کا چھونا مکروہ ہے لیکن آستین سے چھونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (تبیین)۔ درہم، لوح یا کسی اور چیز پر اگر قرآن شریف کی پوری آیت لکھی ہوئی ہے تو اس کا چھونا بھی ناجائز ہے۔ (جوہر نیرہ) اگر قرآن شریف فارسی میں لکھا ہوا ہے تو حائضہ نفاس والی اور جنبی کیلئے اسکا چھونا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور صحیح قول کے مطابق حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے (خلاصہ) اور قرآن شریف کے علاوہ اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر اس میں موجود ہو تو ہمارے مشائخ نے ان سب پر ایک ہی حکم کیا ہے (نہایہ)۔ جنبی حیض والی عورت اور نفاس والی عورت کیلئے قرآن شریف کو دیکھنا مکروہ نہیں ہے۔ (جوہرہ نیرہ)، جنبی اور حیض والی عورت کو ایسی کتاب رکھنا جس میں بعض سطروں میں قرآن شریف کی آیت ہو مکروہ ہے۔ اگرچہ وہ اسکو نہ پڑھے۔ جنبی قرآن نہ لکھے۔ اگرچہ وہ زمین پر رکھا ہوا ہو۔ اور اس پر اپنا ہاتھ نہ رکھے۔ اگرچہ آیت سے کم ہو۔ امام محمد نے فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نہ رکھے۔ مشائخ بخارا نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ذخیرہ)، بچوں کو قرآن شریف دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگرچہ بچے بے وضو رہتے ہوں۔ اور یہی صحیح ہے۔ (سراج الوہاج)۔

(۷) حیض ونفاس والی عورت سے جماع کرنا حرام ہے۔ (نہایہ۔ کفایہ) لیکن مرد کیلئے ان کا بوسہ لینا اور ان کو پاس لٹانا جائز ہے تمام بدن سے لذت حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن بدن کا وہ حصہ جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے اس سے مستثنیٰ ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے (سراج الوہاج)۔ اگر کسی نے ایسی حالت میں صحبت کرلی اور وہ جانتا ہے کہ یہ حرام ہے تو توبہ واستغفار کے سوا کوئی چیز لازم نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ ایک دینار یا نصف دینار کا صدقہ دے۔ (محیط السرخسی)۔

(۸) خون بند ہونے کے بعد غسل واجب ہوتا ہے (کفایہ) اگر حیض کی اکثر مدت یعنی دس دن گذر جائیں تو غسل سے پہلے بھی صحبت جائز ہے خواہ اس کو پہلی بار خون آیا ہو یا اس کی عادت مقرر ہو۔ اور مستحب یہ ہے کہ جبتک وہ غسل نہ کرے اس کے ساتھ صحبت نہ کرے (محیط) اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں بند ہو جائے تو عورت کے ساتھ اسوقت تک صحبت جائز نہیں ہے جبتک کہ وہ غسل نہ کرے یا اس پر نماز کا آخری وقت گذر جائے۔ جس میں تحریمہ اور غسل کرسکتی تھی اس لئے کہ اتنا وقت اگر ملجائے تو عورت پر نماز واجب ہو جاتی ہے۔ (زاہدی) پورے وقت کا گذرنا اس طرح پر کہ اول وقت میں خون بند ہو جائے اور اسی حالت میں پورا وقت گذر جائے۔

شرط نہیں ہے (نہایہ) اگر عادت مقررہ سے پہلے خون بند ہوگیا تو اس سے صحبت کرنا مکروہ ہے اگرچہ غسل کرے۔ یہانتک کہ اس کی عادت کے دن پورے ہو جائیں۔ اور اس مدت میں عورت پر نماز و روزہ بطورِ احتیاط لازم ہوں گے۔ (تبیین) اگر دس دن سے کم میں خون بند ہوگیا تھا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کر لیا تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے ساتھ صحبت اسوقت تک حلال نہ ہوگی جبتک وہ نماز نہ پڑھ لے۔ اس کے بعد اگر پانی مل گیا تو ہمارے نزدیک قرآن پڑھنا حرام ہوگا صحبت حرام نہ ہوگی۔ (زاہدی) خجندی نے کہا ہے کہ یہی اصح ہے (سراج الوہاج)۔ اگر ایک عورت کو پہلی بار حیض آیا اور دس دن سے کم میں بند ہوگیا یا ایک عورت کی عادت مقرر تھی اور عادتِ مقررہ سے پہلے ہی پاک ہوگئی تو وضو اور غسل میں اس قدر تاخیر کرنی چاہئے کہ نماز کا وقت مکروہ نہ ہوجائے (زاہدی)

حیض کیساتھ مخصوص احکام

پانچ حکم حیض کے ساتھ مخصوص ہیں (۱) عدت کا پورا ہونا (۲) استبراءِ رحم (۳) بلوغ کا حکم (۴) طلاق سنت اور طلاق بدعت میں امتیاز (۵) متواتر روزوں کے اتصال کا منقطع نہ ہونا۔ (یہ تبیین اور مضمرات کے کفارۂ ظہار کے بیان میں لکھا ہے)

استحاضہ کے احکام

استحاضہ کا خون اس نکسیر کی طرح ہے جو ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ روزہ، نماز اور وطی کیلئے مانع نہیں ہے (ہدایہ) عادت ایک مرتبہ بدلنے سے امام ابو یوسف کے نزدیک بدلجاتی ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے (کافی) اگر عورت کو دو کامل طہر کے درمیان خون آیا لیکن خلاف عادت آیا مثلاً زیادہ دن آیا یا کم دن آیا یا عادت سے پہلے یا عادت کے بعد آیا یا دونوں باتوں میں عادت کے خلاف آیا تو عادت وہی مقرر ہوجائے گی خواہ وہ خون حقیقی ہو یا حکمی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ خون دس دن سے زیادہ نہ آئے لیکن اگر خون دس دن سے زیادہ آیا ہے تو جو اس کی متعینہ عادت ہے وہ حیض ہوگا اور اس کے علاوہ استحاضہ شمار کیا جائے گا۔ اور عادت نہ بدلے گی۔ (محیط) اور یہی نفاس کا حکم ہے اگر نفاس عادت کے خلاف آیا اور چالیس دن سے زیادہ نہ ہوا تو عادت بدل جائے گی۔ (محیط) اور اگر نفاس کی کوئی عادت مقرر ہے اور ایک بار چالیس دن سے زیادہ ہوگیا تو جس قدر عادت کے دن ہیں وہی نفاس سمجھے جائیں گے۔ خواہ متعینہ عادت خون پر ختم ہو یا طہر پر یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے (سراج الوہاج) ایک عورت کی عادت مقرر تھی۔ لیکن اب اسکا خون نہیں رُکتا۔ اور اس کو اب ٹھیک طریقہ پر یہ بھی یاد نہیں ہے کہ حیض کے عادت کے ایام کون سے تھے۔ مہینہ کے کس عشرہ میں خون آتا تھا۔ اور کس طرح اسکا دور چلتا تھا[1] تو گمان غالب پر عمل کرے اور جو اس کی رائے قائم ہوجائے اسی پر عمل کرتی رہے اور اگر وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو متعین طور پر حیض و طہر میں سے کسی کا حکم نہ کرے بلکہ احتیاط پر عمل کرے اور ہر نماز کیلئے غسل کرے۔ اور جن چیزوں سے حیض والی عورتیں بچا کرتی ہیں ان سے بچتی رہے۔ (تبیین) پس فرض واجب اور سنت موکدہ پڑھے اور صحیح قول کے مطابق نفل نہ پڑھے۔ اور قرآن شریف فرض اور واجب کی مقدار پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں چھوٹی صورتیں پڑھے (بحر الرائق) اور اگر عورت کو صرف بعض چیزوں میں شبہ ہے مثلاً طہر اور حیض کے داخل ہونے میں

[1] فقہاء کی اصطلاح میں اس عورت کا نام متحیرہ ہے۔

شبہ ہے تو ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کرے۔ اور اگر طہر اور حیض سے فارغ ہونے میں تردد ہے تو استحسان یہ ہے کہ ہر نماز کیوقت کیلئے غسل کرے اور نجم الدین نسفی نے لکھا ہے صواب یہ ہے کہ ہر نماز کیلئے غسل کرے۔ (محیط) اور یہی اصح ہے (شرح مبسوط امام سرخسی) اور یہی صحیح ہے (بحر الرائق) رمضان المبارک میں کوئی روزہ افطار نہ کرے لیکن مہینہ گذرنے کے بعد ایام حیض کے روزوں کی قضا اس پر واجب ہو گی۔ پس اگر یہ معلوم ہے کہ حیض کی ابتدا رات سے ہوئی تھی تو اسپر بیس دن کی قضا لازم ہو گی۔ اور اگر یہ معلوم ہے کہ دن میں حیض کی ابتداء ہوئی تھی تو احتیاطاً بائیس دن کی قضا لازم ہو گی اور اگر اس کو اس بارے میں تردد ہے کہ حیض کا آغاز دن سے ہوا تھا یا رات سے تو اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ بیس دن کی قضا لازم ہو گی[1] اور فقیہ ابو جعفر کا یہ قول ہے کہ بائیس دن

---

[1] یہ سب احکام اس عورت کے ہیں جس کو ٹھیک طریقہ پر اب یہ بھی یاد نہیں ہے کہ اس کو کتنے دن حیض آتا تھا مہینہ کے کس عشرہ میں آتا تھا اور کس طرح اس کا دور چلتا تھا۔ اصطلاح میں اس عورت کا نام "متحیرہ" ہے۔ جب ہم "متحیرہ" بولتے ہیں تو بادی الرائی میں اس کے وہی معنی ذہن میں آتے ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔ لیکن فقہا نے اس کی اقسام کی ہیں اور ہر قسم کے احکام تفصیل کے ساتھ کتابوں میں بیان کئے ہیں یہاں نہایت اختصار کے ساتھ یوں سمجھئے کہ متحیرہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ عورت کو صرف یہ یاد نہیں ہے کہ اس کو کتنے دن حیض آتا تھا۔ (۲) دوسری قسم یہ ہے کہ عورت کو حیض کے محل وقوع میں اشتباہ ہو گیا ہے یعنی اس کو یہ یاد نہیں رہا کہ حیض مہینہ کے کس عشرہ میں آتا تھا (۳) تیسری قسم یہ ہے کہ عورت کو نہ ایام حیض یاد ہیں اور نہ ان کا محل وقوع دونوں باتوں میں اس کو اشتباہ ہو رہا ہے۔" ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک کی پھر دو قسمیں ہیں

(۱) "متحیرہ" کو یہ یاد ہے کہ مہینہ میں حیض صرف ایک ہی بار آتا ہے یعنی اس کو حیض کا دور معلوم ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ "متحیرہ" کو یہ بھی یاد نہیں ہے یعنی اس پر اپنے حیض کا دور بھی مشتبہ ہے۔

"متحیرہ" کے احکام جو فقہا نے لکھے ہیں ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کا دور معلوم ہونے اور نہ ہونے سے احکام کی تفصیل میں بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل تو آپ کو کتب فقہ ہی میں ملے گی یہاں جس عورت کے احکام ذکر کئے گئے ہیں وہ متحیرہ کی تیسری قسم ہے یعنی نہ اسے ایام حیض یاد ہیں اور ان کا محل وقوع اس سلسلہ میں فقہا کا اصول یہ ہے کہ وہ ایسی عورت کو یک گونہ پاک کہتے ہیں اور یک گونہ ناپاک جتنے احکام ہیں وہ اسی اصول پر متفرع ہیں۔ فقہا نے متحیرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ایسی صورت میں اس کو گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے یعنی ایام حیض اور ان کے محل وقوع وغیرہ کے بارے میں جس طرف اس کی رائے قائم ہو جائے اسی پر عمل کرے۔ متحیرہ کا یہی حکم ہے لیکن اگر اس سلسلہ میں اپنی کوئی رائے قائم نہ ہو سکے تو اسکا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے لئے غسل کرے اور نمازوں میں صرف فرائض واجبات اور سنن موکدہ پر اکتفا کرے نوافل نہ پڑھے اور فرائض وغیرہ میں بھی صرف اسقدر قراءت کرنی چاہیے جو اس کیلئے فرض ہے۔ رمضان شریف کے روزے برابر رکھتی رہے۔ اس کے بعد "فتاوی عالمگیری" میں ہے کہ ایام حیض کے روزوں کی قضا اس پر لازم ہے۔ پھر لکھا ہے کہ متحیرہ رمضان شریف کے بعد بیس روزوں کی قضا کرے اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ایام حیض کی زیادہ سے زیادہ تعداد دس دن ہیں۔ لہٰذا متحیرہ پر ان دس ایام ہی کی قضا لازم ہونی چاہئے نہ کہ بیس ایام کی۔

اس کا حل جو بحر الرائق اور شامی وغیرہ میں مذکور ہے یہ ہے کہ متحیرہ بیس دن کے روزوں کا اعادہ کرے گی۔ جس کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ عورت کو معلوم ہے کہ حیض کی ابتدا رات سے ہوئی تھی تو اس صورت میں حیض کی مدت پورے دس دن ہوتی ہے۔ جب متحیرہ رمضان کے بعد ان دس روزوں کی قضا کرے گی تو چونکہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ قضا کے روزے بھی ایام حیض ہی میں ہوں اس لئے مزید دس دن کے روزے اور رکھنے پڑیں گے جس کی مجموعی تعداد بیس دن بیٹھتی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے عورت کو یاد ہے کہ حیض کی ابتداء دن سے ہوئی تھی اس صورت میں پورے دس دن اسوقت ہوں گے جبکہ گیارہویں دن کا کچھ حصہ بھی شامل کیا جائے۔ لہٰذا مہینہ میں فاسد ہونے والے روزوں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے روزے احتیاطاً قضا کرے خواہ متصل روزے رکھے یا فصل کے ساتھ۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اس کو اپنا دور معلوم ہو۔ مثلاً یہ بات جانتی ہو کہ حیض ہر مہینہ آتا ہے اور اگر دور معلوم نہیں ہے لیکن اس کو اس بات کا یقین ہے کہ حیض رات سے شروع ہوا تھا تو احتیاطاً پچیس دن کی قضا کرے خواہ متصل روزے رکھے یا فصل کیساتھ۔ اور اگر اسکو اس بات کا یقین ہے کہ حیض کا آغاز دن میں ہوا تھا تو اگر متصل روزے رکھے تو احتیاطاً بتیس ۳۲ دن کی قضا کرے اور اگر فصل کے ساتھ روزے رکھے تو اڑتیس دن کی قضا کرے۔ اور اگر عورت کو یہ بات بھی یاد نہیں ہے کہ حیض کی ابتدا دن میں ہوئی تھی یا رات میں تو اگر متصل روزے رکھے تو بتیس ۳۲ دن اور اگر فصل کے ساتھ رکھے تو اڑتیس دن کی قضا کرے[1]۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب رمضان پورے تیس ۳۰ دن کا ہو اور اگر اس سے کم کا ہے تو سینتیس ۳۷ دن کی قضا کرے (مبسوط مصنفہ امام سرخسی) عادت والی عورت نے ولادت کے بعد خون دیکھا اور اپنی عادت یاد نہیں رہی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اسکا خون چالیس دن سے متجاوز نہیں ہوا اور چالیس دن کے بعد کامل طہر ہو گیا تو جس قدر نمازیں چھوٹی ہیں ان کو دوبارہ نہ پڑھے اور اگر خون چالیس دن سے زیادہ ہو گیا ہے یا زیادہ نہیں ہوا لیکن چالیس دن کے بعد طہر پندرہ دن سے کم ہوا تو عورت کیلئے ضروری ہے کہ غور و فکر کرے اگر کوئی رائے قائم ہو جائے تو جو گمان غالب ہے وہی اس کے نفاس کی عادت سمجھی جائے گی۔ اسی پر عمل کرے اور اگر اس بارے میں کوئی رائے قائم نہ ہو تو احتیاطاً چالیس روز کی سب نمازیں دوبارہ پڑھے۔ اور اگر اس کا خون پھر بند نہیں ہوتا تو دس ۱۰ دن تک انتظار کرے پھر چالیس روز کی نمازیں دوبارہ ادا کرے (محیط) ایک عورت کو اسقاط ہوا۔ اور اسے اس بارہ میں شک ہے کہ اس میں بعض اعضا کی خلقت ظاہر ہوئی تھی یا نہیں اور خون نہیں رکتا تو اگر حیض کی عادت کے شروع دنوں میں اسقاط ہوا ہے تو ان ایام میں جو اس کی عادت کے سمجھے جاتے ہیں بالیقین نماز نہ پڑھے۔ اس لئے کہ وہ حیض والی ہو گی یا نفاس والی۔ پھر غسل کرے اور جتنے دن عادتاً اسے طہر رہتا ہے۔ اتنے دن تک بطور شک نماز پڑھتی رہے اس لئے کہ اس کو یا طہر ہو گا یا نفاس، پھر جتنے دن حیض کی عادت کے آجائیں تو اتنے دنوں تک بالیقین نماز نہ پڑھے اس لئے کہ اس کو یا نفاس ہو گا یا حیض۔ پھر اگر اسقاط کے وقت سے چالیس دن پورے ہو جائیں تو غسل کرے اور جتنے دنوں تک عادتاً اسے طہر رہتا ہے اتنے دنوں تک بالیقین نماز پڑھے۔ اور اگر چالیس دن پورے نہیں ہوتے تو جو ایام باقی ہیں ان میں بطور شک اور ان کے بعد بطور یقین نماز پڑھے۔ پھر ہمیشہ ایسا ہی کرتی رہے۔ اور اگر ایام حیض کے بعد اسقاط ہوا تو جتنے دنوں تک عادتاً اسے طہر رہتا ہے ان میں بطور شک نماز پڑھتی رہے اور حیض کی عادت کے ایام میں

کی زیادہ سے زیادہ گیارہ ہوتی ہے اس لئے احتیاطاً اس کے دُگنے یعنی بائیس دن کے روزے قضا کرنے پڑیں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ عورت کو کچھ یاد نہیں ہے۔ یعنی یہ یاد نہیں رہا کہ حیض کا آغاز دن میں ہوا تھا یا رات میں تو ایسی صورت میں ہمارے مشائخ نے عام طور پر یہی فتویٰ دیا ہے کہ متحیرہ بیس دن کی قضا کرے۔ اس لئے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ پوری تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ عورت کو یہ بات یاد ہو کہ اس کو مہینہ میں حیض ایک ہی بار آتا ہے اور اگر یہ بھی یاد نہیں ہے تو اس کو اس تفصیل کیساتھ روزے رکھنے پڑینگے جو آگے ذکر کئے جا رہے ہیں مترجم۱۲

[1] اور اگر عورت کو یہ بھی یاد نہیں ہے کہ اس کو مہینہ میں صرف ایک بار حیض آتا ہے تو دوسرا حیض بھی مہینہ میں فرض کیا جا سکتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ مہینہ کی پہلی دس تاریخ تک حیض مانا جائے اس کے بعد پندرہ دن یعنی پچیس ۲۵ تاریخ تک طہر اسکے بعد آخری پانچ ایام میں پھر حیض۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مہینہ کی پہلی پانچ تاریخوں میں حیض اس کے بعد پندرہ دن یعنی بیس تاریخ تک طہر اس کے بعد دس دن تک یعنی تیس ۳۰ تاریخ تک پھر حیض پس اگر عورت روزے متصلاً قضا کرے تو شوال کی پہلی پانچ تاریخوں میں تو اس وجہ سے روزے صحیح نہ ہوں گے کہ یہ اس کے دوسرے حیض کے بقیہ ایام ہیں۔ اس کے بعد پندرہ دن تک یعنی بیس شوال تک کے روزے صحیح ہوں گے۔ اور دوسری صورت میں شوال کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بالیقین نماز چھوڑ دے۔ حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ شک پر کوئی حکم نہیں ہوتا اور احتیاطاً ضروری ہے (فتح القدیر)

معذور کے متعلقہ احکام

ثبوتِ عذر کیلئے پہلی بار یہ شرط ہے کہ ایک نماز کے پورے وقت میں برابر عذر جاری رہے اور یہی اظہر ہے اسی طرح عذر کا منقطع ہونا بھی اس وقت ثابت ہوتا ہے جب نماز کے پورے وقت تک عذر منقطع رہے یہاں تک کہ اگر نماز کے کچھ وقت میں خون آیا اور پورے وقت میں نہ آیا پھر اس نے معذوروں کی طرح وضو کر کے نماز پڑھ لی اور اس نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد دوسری نماز کا وقت داخل ہو گیا یا اسی وقت میں خون منقطع ہو گیا تو یہ نماز دوبارہ پڑھے اس لئے کہ پورے وقت میں عذر موجود نہیں رہا۔ اور اگر دوسری نماز کے وقت میں عذر موجود رہا۔ یہاں تک کہ وہ وقت ختم ہو گیا تو دوبارہ نماز نہ پڑھے اس لئے کہ پورے وقت میں عذر پایا گیا۔ عذر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ اس پر نماز کا کوئی وقت ایسا نہ گذرے کہ جس میں وہ عذر موجود نہ ہو (تبیین)۔ مستحاضہ اور وہ شخص جس کو سلس البول کی بیماری ہے یا جس کے دست جاری ہیں یا بار بار ریح نکلتی ہے یا نکسیر جاری ہے یا کوئی زخم جاری ہے جو بند نہیں ہوتا یہ سب لوگ ہر نماز کے وقت کیلئے وضو کریں اور اس وضو سے وقت کے اندر جس قدر چاہیں فرائض و نوافل پڑھیں (بحر الرائق) اگر وضو کرتے ہوئے خون جاری تھا اور نماز پڑھتے وقت خون بند ہو گیا پھر دوسری نماز کے پورے وقت میں خون بند رہا تو اس نماز کو دوبارہ پڑھے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابراہیم حلبی) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب نماز پڑھتے ہوئے خون رُک گیا۔ اور دوسری نماز کے پورے وقت میں بھی خون رکا رہا۔ (مضمرات) معذور کا وضو فرض نماز کا وقت نکلنے سے اس حدث سے ٹوٹ جاتا ہے جو پہلے ہو چکا ہے (ہدایہ) اور یہی صحیح ہے (محیط) یہاں تک کہ اگر معذور عید کی نماز کیلئے وضو کرے تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس سے ظہر کی نماز بھی پڑھ سکتا ہے اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ عید کی نماز صلوٰۃ ضحیٰ کے قائم مقام ہے۔ اگر ظہر کی نماز کیلئے ظہر کے وقت میں وضو

پہلی تاریخ اس کے طہر کا پہلا دن ہوتا ہے عید الفطر کی وجہ سے اسمیں روزہ صحیح نہ ہو گا اس کے بعد چودہ دن تک یعنی شوال کی پندرہ تاریخ تک اس کے روزہ درست ہوں گے اس کے بعد دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے تو شوال کی ۲۵ تاریخ تک روزے درست نہ ہوں گے اس کے بعد ۲۶ تاریخ کو اسکا روزہ درست ہو گا۔ اس صورت میں متحیرہ کیلئے لازم ہے کہ پندرہ دن کے روزے ایسی مدت میں رکھے جس کا طہر میں ہونا یقینی ہو۔ پہلی صورت میں یہ مدت بیس تاریخ کو اور دوسری صورت میں یہ مدت پچیسویں روز یعنی شوال کی ۲۶ تاریخ کو پوری ہو جاتی ہے۔ اس لئے فقہا نے احتیاطاً "متحیرہ" کیلئے پچیس روزے لازم کئے ہیں۔ یہ صورت اتصال کی ہے۔ اگر "متحیرہ" فصل کے ساتھ روزے رکھے تب بھی پچیس ہی روزے رکھنے پڑیں گے۔ اس لئے کہ پچیس کی مدت ایسی ہے کہ جس میں پندرہ دن کا طہر میں ہونا یقینی ہے۔ مثلاً پہلے دس ایام میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ روزے ایام حیض میں ہوں لیکن بقیہ پندرہ دن ایسے ہیں جن میں یہ احتمال نہیں پایا جاتا۔

اگر "متحیرہ" کو یہ یاد ہے کہ حیض کا آغاز دن میں ہوا تھا تو بتیس ۳۲ روزے قضا کرے اس لئے کہ مہینہ میں فاسد ہونے والے روزوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد سولہ ہے۔ لہٰذا اس کے دو گنے یعنی بتیس ۳۲ روزے احتیاطاً قضا کرے۔ یہ اس صورت میں ہے جب متحیرہ مہینہ کے متصل روزے قضا کرے اور اگر فصل کے ساتھ روزے قضا کرے گی تو اسے اٹھائیس روزے لازم ہوں گے اس لئے کہ قضا کے پہلے گیارہ روزوں میں حیض کا احتمال ہے۔ اس کے بعد چودہ دن تک حیض کا احتمال نہیں ہے۔ پھر گیارہ روز حیض کا احتمال ہے پھر دو یوم میں اس کا احتمال نہیں ہے جس کا مجموعہ اٹھائیس یوم ہے۔ یعنی یہ ایسی مدت ہے جس میں سولہ روزے یقینی طور پر طہر میں ادا ہو جاتے ہیں۔ ۱۲

کیا اور دوسری مرتبہ پھر ظہر ہی کے وقت میں عصر کی نماز کیلئے وضو کیا تو ان دونوں کے نزدیک اس وضو سے عصر کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے (ہدایہ) اور یہی صحیح ہے (سراج الوہاج) اور وضو کی طہارت اس وقت ٹوٹتی ہے جب وضو کرے اور خون جاری ہو یا وضو کرنے کے بعد نماز کیوقت میں خون جاری ہو گیا ہو۔ اگر وضو کے بعد خون بند رہا یہانتک کہ وہ وقت نکل گیا تو اس کا وضو باقی رہے گا اور اس کو اختیار ہے کہ اسی وضو سے نماز پڑھے جبتک خون جاری نہ ہو یا کوئی دوسرا حدث نہ ہو۔ (تبیین) اگر نماز کے وقت میں بلا ضرورت وضو کیا تھا پھر خون جاری ہو گیا تو اس وقت کی نماز پڑھنے کیلئے دوبارہ وضو کرے۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب اس نے سیلان دم کے علاوہ کسی دوسرے حدث کیلئے وضو کیا پھر خون بہنے لگا (کافی) ایک شخص کے چیچک نکل رہی تھی اور اس میں سے رطوبت جاری تھی اس نے وضو کیا پھر ایک دوسری جگہ سے رطوبت جاری ہو گئی جو پہلے جاری نہ تھی تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا (سراج الوہاج) اسی طرح اگر ناک کے ایک نتھنے سے خون جاری تھا اس نے وضو کیا پھر دوسرے نتھنے سے خون جاری ہو گیا تو اسپر دوسرا وضو لازم ہوگا (بحر الرائق) جس عورت کو استحاضہ تھا اس نے وضو کیا اور نفل نماز شروع کردی ایک رکعت پڑھنے کے بعد نماز کا وقت نکل گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور احتیاطاً اس پر قضا لازم ہوگی۔ (ظہیریہ) اگر معذور کو اس بات پر قدرت ہے کہ کسی چیز کے باندھنے سے یا روئی رکھنے سے خون روک سکتا ہے یا بیٹھنے میں خون جاری نہیں ہوتا کھڑے ہونے میں جاری ہو جاتا ہے تو خون کا روکنا واجب ہے۔ اور اس کو روک لینے کی بنا پر وہ صاحبِ عذر نہیں رہتا۔ لیکن حیض والی عورت اگر گدی رکھکر خون بند کردے تو اس کو حیض ہی رہتا ہے۔ (بحر الرائق) نفاس والی یا حیض والی عورت اگر روئی رکھے تو وہ نفاس یا استحاضہ سے نہیں نکلتی۔ (تجنیس) اگر آنکھ میں درد سے یا کسی رگ میں سے ہر وقت پانی بہتا ہو تو نماز کے ہر وقت کیلئے وضو کرے اس لئے کہ اس کے پیپ ہونے کا احتمال ہے (تبیین) اگر بہتے ہوئے زخم پر کپڑا باندھ لیا پھر اس پر درہم سے زیادہ مقدار میں خون لگ گیا۔ یا پہننے کے کپڑے پر خون لگ گیا اگر یہ حالت ہے کہ اس کو دھو دیا جائے تو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی دوبارہ ناپاک ہو جائے گا۔ تو اس کو بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر یہ صورت نہیں ہے تو بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا۔ یہی مختار ہے۔ (مضمرات) جس شخص کے نکسیر جاری ہو جائے یا زخم سے خون بہنے لگے تو آخر وقت تک انتظار کرے اگر خون نہ رُکے تو وقت کے نکلنے سے پہلے وضو کرکے نماز پڑھ لے (ذخیرہ)

ساتواں باب۔ نجاستوں کا بیان اور اس کے احکام (تین فصلیں)

پہلی فصل۔ نجاستوں کو پاک کرنیکے طریقے

نجاستوں کو پاک کرنے کے دس طریقہ ہیں۔ غسل (دھونا)

ان میں ایک غسل (دھونا) ہے نجاست کا پاک کرنا پانی سے اور بہتی ہوئی پاک چیز سے جس سے نجاست دور ہو سکے جائز ہے جیسے سرکہ۔ گلاب اور ان کے علاوہ دوسری چیزیں جن سے کپڑا بھگو کر نچوڑیں تو نچڑ جائے (ہدایہ) اور اگر نہ نچڑے جیسے تیل تو اس سے نجاست دور کرنا جائز نہیں۔ (کافی) چھاچھ۔ دودھ اور شیرہ کا بھی حکم ہے (تبیین) بہتی ہوئی چیزوں میں (جن سے نجاست زائل ہو جاتی ہے) مستعمل پانی بھی داخل ہے۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے (زاہدی) اگر نجاست نظر آتی ہے تو عین نجاست کو دور کیا جائے اور اس کا اثر بھی زائل کیا جائے

بشرطیکہ وہ چیز اس قسم کی ہو کہ جن کا اثر دور ہو جایا کرتا ہے۔ اس میں عدد کا اعتبار نہیں ہے۔ (محیط) اگر ایک ہی مرتبہ کے دھونے میں نجاست اور اس کا اثر دور ہو جائے تو یہ کافی ہے اور اگر تین مرتبہ کے دھونے میں بھی نجاست زائل نہ ہو تو اسوقت تک دھوئے جبتک وہ بالکل زائل نہ ہو جائے۔ (سراجیہ) اگر نجاست اس قسم کی ہے کہ اس کا اثر مشقت و تکلیف کے بغیر زائل نہیں ہوتا اس طرح پر کہ اس کے زائل کرنے میں پانی کے علاوہ کسی اور دوسری چیز مثلاً صابن وغیرہ کی ضرورت ہو تو اس کے دور کرنے میں تکلف نہ کرے (تبیین) اور اسی طرح گرم پانی سے دھونے کا تکلف نہ کرے۔ (سراج الوہاج)۔

اسی بنا پر فقہانے کہا ہے کہ اگر کسی کا ہاتھ یا کپڑا ایسی مہندی اور رنگ میں رنگ دیئے جائیں جو ناپاک ہیں پھر دھوتے دھوتے اس کا پانی صاف ہو جائے تو پاک ہو جائے گا۔ اگرچہ رنگ باقی ہو۔ (فتح القدیر) اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ ناپاک گھی میں ڈالدے یا کپڑے کو لگ جائے پھر ہاتھ اور کپڑے کو اشنان وغیرہ کے بغیر پانی سے دھوے اور گھی کا اثر اس کے ہاتھ پر باقی رہے تو وہ پاک ہو جائے گا۔ اسی کو فقیہہ ابو اللیث نے اختیار کیا ہے اور یہی اصح ہے (ذخیرہ) اور اگر نجاست نظر نہیں آتی تو اسکو تین بار دھوئے (محیط) جو چیز نچوڑی جا سکتی ہے۔ اس کو ہر مرتبہ نچوڑنا شرط ہے اور تیسری بار خوب اچھی طرح نچوڑے یہانتک کہ اس کو اگر ایک بار پھر نچوڑا جائے تو اس میں سے پانی کے قطرے نہ گریں۔ اور ہر شخص میں اس کی قوت کا اعتبار ہے۔ اور اصول کے سوا ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ نچوڑنا کافی ہے۔ اسی قول میں زیادہ سہولت ہے (کافی) اور نوازل میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (تاتارخانیہ) پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے (محیط) اور اگر ہر مرتبہ کپڑا نچوڑا اور اس میں قوت زیادہ ہے لیکن کپڑے کو بچانے کیلئے اس نے اچھی طرح نہیں نچوڑا تو جائز نہیں۔ (فتاوی قاضی خاں)۔ اگر کپڑا تین مرتبہ دھویا اور ہر مرتبہ نچوڑا پھر اس میں سے ایک قطرہ ٹپک کر کسی چیز پر لگ گیا۔ اگر اس کو تیسری مرتبہ خوب اچھی طرح نچوڑ لیا ہے اس طرح کہ اگر اس کو ایک بار پھر نچوڑیں تو پانی نہ گرے تو کپڑا ہاتھ اور جو قطرہ ٹپکا ہے سب پاک ہیں اور اگر اس طرح نہیں نچوڑا تو سب ناپاک ہیں۔ (محیط) اور جو چیز نچوڑی نہیں جا سکتی وہ تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ خشک کرنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ خشک کرنے میں نجاست کے نکالنے کا اثر ہوتا ہے اور خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ کپڑے کو اسقدر چھوڑ دے کہ پانی کا ٹپکنا موقوف ہو جائے۔ سوکھ جانا شرط نہیں ہے۔ (تبیین) یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ نجاست اس میں خوب اچھی طرح جذب ہو گئی ہو۔ اور اگر اس میں نجاست اچھی طرح جذب نہیں ہوئی ہے تو تین بار دھونے سے کپڑا پاک ہو جائے گا۔ (محیط سرخسی) ایک عورت نے گیہوں یا گوشت شراب میں پکایا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کو پھر تین مرتبہ پانی میں پکائے اور ہر مرتبہ خشک کرے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا قول یہ ہے کہ وہ کبھی پاک نہ ہو گا۔ اور اسی پر فتویٰ ہے (مضمرات ناقلاعن النصاب والکبیری)

اگر ایسی چیز ناپاک ہو جائے جو نچوڑی نہیں جا سکتی اور اس میں نجاست جذب ہو جائے جیسے چھری پر ناپاک پانی سے ملمع کیا جائے یا تازی اینٹ اور نئے بنے ہوئے مٹی کے برتن پر شراب پڑ جائے یا گیہوں پر شراب گر جائے اور وہ اس کو جذب کر کے پھول جائیں تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک پانی سے تین بار چھری ملمع کی جائے اور تین بار اینٹ اور برتن کو دھویا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے تو پاک ہو جائیں گے۔ اور گیہوں کو پانی میں بھگو دیں یہانتک کہ پانی اس میں اس طرح جذب ہو جائے جیسے شراب جذب ہوئی تھی۔ پھر ان کو خشک کیا جائے تین مرتبہ اسی طرح کریں تو گیہوں پاک ہو جائیں گے۔ اور اگر گیہوں نہ پھولے ہوں تو تین مرتبہ دھوئیں اور ہر مرتبہ خشک کریں۔ لیکن یہ شرط ہے کہ اس میں شراب کا مزہ یا بو باقی نہ رہے (محیط) اگر پرانی اینٹ ہے تو اس کو ایک دفعہ تین بار دھو لینا کافی ہے (خلاصہ) اگر شہد ناپاک ہو گیا ہے تو اس کو ایک کڑھائی

میں ڈالدیں اور اس میں پانی ملادیں اور اسقدر جوش دیں کہ پانی خشک ہوکر جس قدر شہد تھا وہ باقی رہجائے۔ تین بار اسی طرح کریں تو شہد پاک ہوجائے گا۔ فقہانے کہا ہے کہ یہی حکم کھجور کے شیرہ کا بھی ہے۔ اگر تیل ناپاک ہوگیا ہے تو اس کو پاک کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ اس کو تین مرتبہ اس طرح دھوئیں کہ اس کو ایک برتن میں ڈالیں پھر تیل ہی کے برابر اس میں پانی ڈالیں پھر تیل کو خوب اچھی طرح ہلاکر چھوڑ دیں یہانتک کہ تیل اوپر آجائے پھر اس کو اوپر سے اتار لیا جائے یا برتن میں سوراخ کردیا جائے تاکہ پانی نکل جائے۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا جائے تو وہ پاک ہوجائے گا۔ (زاہدی) ناپاک کپڑا تین برتنوں میں دھویا جائے یا ایک ہی برتن میں تین بار دھولیا جائے۔ اور ہر بار نچوڑ دیا جائے۔ تو کپڑا پاک ہوجائے گا۔ اس لئے کہ کپڑا عموماً اسی طرح دھویا جاتا ہے اور اگر پاکی کا حکم نہ دیں تو لوگوں کو دشواری پیش آئے گی۔ اور ناپاک عضو کو کسی برتن میں دھونے اور جنبی کے استنجا کئے بغیر پانی میں نہانے کا حکم کپڑے کے مانند ہے۔ پانی اور برتن دونوں ناپاک ہوجائیں گے۔ اور اگر چوتھے برتن میں بھی دھوئیں تو اس کا پانی کپڑا دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا رہے گا۔ اور عضو دھونے کی صورت میں پاک کرنے والا باقی نہ رہے گا اس لئے کہ یہ پانی عبادت میں صرف ہولیا ہے[1]۔ (کافی) اور وہ تینوں ناپاک ہیں

لیکن ان کے اندر تفاوت اور فرق ہے پہلا پانی اگر کسی کپڑے کو لگے گا تو وہ تین مرتبہ کے دھونے سے پاک ہوگا اور دوسرا پانی اگر کسی کپڑے کو لگے گا تو دو بار دھونے سے اور تیسرا پانی اگر کسی کپڑے کو لگ جائے تو ایک بار دھونے سے کپڑا پاک ہوجائے گا۔ (محیط السرخسی) اور یہی صحیح ہے (تنویر) اور جب وہ پانی دوسرے کپڑے کو لگے گا تو اس کا وہی حکم ہوگا جو پہلے کپڑے میں تھا (محیط السرخسی) اور تیسری بار کے دھونے میں تیسرا برتن بھی پاک ہوجائے گا جس طرح کاسہ کا دستہ اور شراب کا وہ مٹکا جس میں شراب سرکہ بنجاتی ہے پاک ہوجاتا ہے (زاہدی) اگر موزے کا استر ٹاٹ کا ہے اور اس کے سوراخ میں ناپاک پانی داخل ہوگیا ہے۔ اس نے موزہ دھویا اور ہاتھ سے ملا پھر اس کے اندر تین بار پانی بھرا اور پھینک دیا لیکن اس ٹاٹ کو نچوڑ نہ سکا تو وہ موزہ پاک ہوجائے گا۔ (محیط)۔

نوازل میں ہے کہ وہ ہر بار اتنی دیر چھوڑدے کہ اس سے پانی کے قطرے ٹپکنے موقوف ہوجائیں۔ (تاتارخانیہ) خراسانی موزہ جس کے پورے چمڑے پر سوت چڑھا ہوا ہوتا ہے اگر اس کے نیچے نجاست لگ جائے تو تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں۔ اور بعض کا قول ہے کہ ہر بار اس قدر توقف کیا جائے کہ پانی ٹپکنا موقوف ہوجائے۔ پھر دوسری بار اور تیسری بار اسی طرح دھوئے۔ یہ اصح ہے اور اول میں زیادہ احتیاط ہے (خلاصہ) زمین اور درخت پر اگر ناپاکی لگ جائے پھر اس پر بارش ہوگئی اور نجاست کا اثر باقی نہیں رہا تو وہ دونوں پاک ہوجائیں گے۔ اور اسی طرح لکڑی پر جب ناپاکی لگ جائے اور اس پر بارش ہوجائے تو وہ دھلنے کے حکم میں ہے۔ زمین اگر پیشاب سے ناپاک ہوجائے اور اس کو دھونے کی ضرورت ہو پس اگر زمین نرم ہے تو تین بار دھونے سے پاک ہوجائے گی اور اگر سخت ہے تو فقہانے کہا ہے کہ اس پر پانی ڈالیں پھر ہاتھ سے رگڑیں اور ادنی کپڑے سے پونچھیں اور اسی طرح تین بار عمل کریں تو پاک ہوجائیگی اور اگر اسپر اسقدر زیادہ پانی ڈالا کہ نجاست متفرق ہوگئی اور اس کی بو اور رنگ باقی نہ رہا اور اس کو چھوڑ دیا گیا یہانتک زمین خشک ہوگئی تو وہ پاک ہوجائے گی۔ (فتاوی قاضی خاں) بورے پر اگر ناپاکی لگ گئی اور ناپاکی خشک ہے تو اس کو رگڑنا ضروری ہے یہانتک کہ نرم ہوجائے اگر نجاست تر ہے اور بوریا نرسل وغیرہ کا ہے تو وہ دھونے سے پاک ہوجائے گا۔ اور کسی اور چیز کی ضرورت نہ رہے گی۔ (محیط) اور بلا اتفاق یہ پاک ہوجائے گا۔ اس لئے کہ بوریا نجاست کو جذب نہیں کرتا۔ (فتاوی قاضی خاں) اور اگر بوریا کھجور وغیرہ کا ہے تو دھوئیں اور ہر مرتبہ خشک کریں تو امام ابو یوسف کے نزدیک پاک ہوجائے گا (منیۃ المصلی) اسی پر فتوی ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابراہیم حلبی) کھجور وغیرہ سے بنا

---

[1] یعنی ماء مستعمل کے حکم میں آجائے گا۔ ۱۲

ہوا بوریا اگر ناپاک پانی میں گر جائے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اور اسی پر مشائخ کا فتویٰ ہے تین بار دھویں اور ہر بار نچوڑیں یا خشک کریں تو پاک ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) اور یہی خلاصہ میں لکھا ہے۔ ناپاک برتن اگر نہر میں ڈالا جائے اور ایک رات چھوڑ دیا جائے تاکہ پانی بہتا رہے تو پاک ہو جائے گا (خلاصہ) کوزہ میں اگر شراب ہو تو وہ تین بار پانی ڈالنے سے پاک ہو جائے گا۔ اگر کوزہ کورا تھا تو ہر مرتبہ کچھ دیر توقف کریں یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے (خلاصہ) شراب کا مٹکا اگر پرانا اور مستعمل ہے تو تین بار کے دھونے سے پاک ہو جاتا ہے (فتاویٰ قاضی خاں) بشرطیکہ شراب کی بو اس میں باقی نہ رہے۔ (تاتارخانیہ منقول عن کبریٰ) دباغت دیتے ہوئے چمڑہ پر اگر ناپاکی لگ گئی اور اس کی سختی کی وجہ سے اس میں ناپاکی جذب نہیں ہوتی تو ائمہ کے قول کے بموجب دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں ناپاکی جذب ہو سکتی ہے اور اس کو نچوڑا جا سکتا ہے تو تین بار دھویں اور ہر بار نچوڑیں۔ تو چمڑہ پاک ہو جائے گا۔ اور اگر چمڑہ نہیں نچوڑ سکتے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق تین بار دھویں اور ہر بار خشک کریں۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر کپڑے کا ایک کنارہ ناپاک ہو گیا اور اس کو یاد نہ رہا اور تحری کئے بغیر کسی کنارہ کو دھو لیا تو وہ کپڑا پاک ہو جائے گا۔ یہی مختار ہے۔ اگر اس کپڑے سے بہت سی نمازیں پڑھیں ہیں اس کے بعد معلوم ہوا کہ جس طرف ناپاکی تھی وہ نہیں دھوئی گئی تو جتنی نمازیں اس کپڑے سے پڑھیں ان کا اعادہ واجب ہے۔ (خلاصہ) اور احتیاط یہ ہے کہ پورا کپڑا دھوئے اور اسی طرح اگر آستین میں ناپاکی لگ گئی اور یہ یاد نہ رہا کہ کون سی آستین تھی تو دونوں آستینیں دھوئے۔ (محیط السرخسی) اگر کپڑا ناپاک ہو گیا اور تین بار دھونا واجب ہوا اور اس نے ایک دن ایک بار دھو لیا اور ایک دن دو بار دھو لیا تو جائز ہے اس لئے کہ مقصود حاصل ہو گیا۔ (فتاویٰ قاضی خاں فی فصل ما یقع فی بئر)۔

پونچھنا اور صاف کرنا

اگر صیقل شدہ لوہا ہے اور وہ کھدرا ہے جیسے تلوار اور چھری اور آئینہ وغیرہ۔ اگر اس پر نجاست لگ جائے لیکن اس کا ملمع نہ کیا جائے تو جس طرح دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اسی طرح پاک کپڑے سے پونچھنے سے پاک ہو جائے گا۔ (محیط) تر اور خشک نجاست میں اور جسم دار و بے جسم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (تبیین) اور یہی فتویٰ کیلئے اختیار کیا گیا ہے (عنائیہ) اگر لوہا وغیرہ کھدرا اور منقش ہے تو پونچھنے سے پاک نہ ہوگا۔ (تبیین) اگر پچھنے لگائے اور اس جگہ کو بھیگے ہوئے تین پاک کپڑوں سے پونچھ لیا تو کافی ہے اس لئے کہ یہ دھونے کے قائم مقام ہے۔ (محیط السرخسی)۔

منی کا ملنا

منی اگر کپڑے کو لگ جائے اور وہ تر ہے تو دھونا واجب ہے، اور اگر کپڑے پر لگ کر خشک ہو گئی تو استحساناً ملکر رگڑنا کافی ہے۔ (عنایۃ) اور صحیح یہ ہے کہ مرد اور عورت کی منی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ملکر جھاڑ دینے کے بعد اگر منی کا اثر باقی رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے جس طرح دھونے کے بعد اثر باقی رہ جائے۔ (زاہدی) اگر ذکر کا سرا پیشاب سے بھی ناپاک ہو تو منی رگڑنے سے کپڑا پاک نہ ہوگا (محیط السرخسی) اگر منی بدن کو لگ جائے تو بغیر دھوئے ہوئے وہ پاک نہ ہوگا۔ خواہ منی خشک ہو یا تر۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہی

مروی ہے۔ یہ کافی میں اصل سے منقول ہے اور یہی فتاویٰ قاضی خاں اور خلاصہ میں لکھا ہے۔ ہمارے مشائخ کی رائے ہے کہ بدن ملکر جھاڑنے سے بھی پاک ہوجاتا ہے اس لئے کہ اس میں بلویٰ شدید ہے (ہدایہ) اگر منی استر میں بھی آگئی تب بھی اس کا رگڑ دینا کافی ہے اور یہی صحیح ہے (جوہرنیرہ، تبیین) موزے پر اگر منی لگ گئی اور وہ خشک ہوگئی تو اسکا رگڑ دینا کافی ہے۔ (کافی) منی کو جب کپڑے سے مل کر رگڑ دیا جائے اور اس کا اثر جاتا رہے، پھر اسپر پانی لگ جائے تو اس میں دو روایتیں ہیں مختار یہ ہے کہ نجاست نہیں لوٹے گی (خلاصہ)

چھیلنا اور رگڑنا

موزے پر اگر نجاست لگ جائے اور وہ جسم دار اور خشک ہے جیسے پاخانہ۔ لید اور منی تو چھیلنے سے موزہ پاک ہوجائے گا اور اگر نجاست تر ہے تو ظاہر روایت کے مطابق بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب اس کو خوب اچھی طرح صاف کردیا جائے اس طرح کہ نجاست کا کوئی اثر باقی نہ رہے تو پاک ہوجائیگا۔ اور عموم بلویٰ کیوجہ سے اسی پر فتویٰ ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اگر نجاست جسم والی نہیں ہے جیسے شراب اور پیشاب اور اسمیں مٹی ملجائے یا اوپر سے ڈالدیجائے پھر اسکو پونچھیں تو پاک ہوجائیگا یہی صحیح ہے (تبیین) اور ضرورت کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے (معراج الدرایہ) اور فتاویٰ حجۃ میں لکھا ہے کہ پوستین پر اگر جسم دار نجاست لگ جائے اور خشک ہوجائے تو رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہے جس طرح کہ موزہ پاک ہوجاتا ہے۔ (مضمرات)۔

خشک ہونا اور اثر کا زائل ہونا

زمین خشک ہونے سے اور نجاست کا اثر زائل ہوجانے سے نماز کیلئے پاک ہوجاتی ہے۔ تیمم کیلئے پاک نہیں ہوتی (کافی)۔ سورج سے خشک ہونے میں اور آگ سے ہوا اور سایہ سے خشک ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (بحر الرائق) زمین کے اس حکم میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جو زمین میں قائم ہیں جیسے دیواریں، درخت اور گھاس اور سرکل جبتک وہ زمین میں کھڑے رہیں۔ اگر گھاس لکڑی اور بانس کٹ جائیں اور پھر ان پر نجاست لگ جائے تو بغیر دھوئے ہوئے یہ چیزیں پاک نہ ہوں گی۔ (جوہرنیرہ) زمین پر اگر اینٹوں کا فرش بچھا ہوا ہے تو ان کا بھی وہی حکم ہے جو زمین کا ہے۔ نجاست خشک ہوجانے سے اینٹیں پاک ہوجاتی ہیں۔ اور اگر وہ زمین پر رکھی ہوئی ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہیں تو دھونا ضروری ہے (محیط) پتھر اور کچی اینٹ کا بھی یہی حکم ہے۔ (منیۃ المصلی) اگر فرش لگانے کے بعد اینٹیں پھر اکھاڑی جائیں تو کیا نجس ہوجائیں گی۔ اس میں دو روایتیں ہیں (فتاویٰ قاضی خاں) سنگریزے اگر زمین میں گڑے ہوئے ہوں تو وہ زمین کے حکم میں ہیں۔ اور اگر زمین کے اوپر پڑے ہوئے ہوں تو پاک نہ ہوں گے۔ (محیط) اور یہی منیۃ المصلی میں لکھا ہے۔ اگر زمین خشک ہوکر پاک ہوجائے اور پھر اسپر پانی پڑجائے تو صحیح یہ ہے کہ نجاست دوبارہ عود نہیں کرے گی اور پانی اس پر چھڑک دیں اور پھر اسپر بیٹھ جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)۔

گوبر جلانا

گوبر اگر جل کر راکھ ہوجائے گا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (خلاصہ) اور یہی پاخانہ کا حکم ہے (بحر الرائق) اگر بکری کا خون سے لت پت سر جلایا جائے اور خون اس سے زائل ہوجائے تو وہ پاک سمجھا جائے گا۔ پیالے یا ہانڈی اگر ناپاک مٹی سے بنائے جائیں اور پک جائیں تو وہ پاک سمجھے جائیں گے۔ (محیط) یہی حکم ان

اینٹوں کلب ہے جو ناپاک مٹی سے بنائی جائیں پھر پکائی جائیں (فتاویٰ غرائب) اگر کسی عورت نے تنور گرم کیا پھر اس کو ایسے ناپاک کپڑے سے پوچھا جو گیلا تھا اور اس میں روٹی پکائی تو دیکھیں گے کہ اگر روٹی لگنے سے پہلے اس کی تری آگ کی گرمی سے جل چکی تھی تو روٹی ناپاک نہ ہوگی (محیط) اگر تنور گوبر یا لید سے گرم کیا جائے تو اس میں روٹی پکانا مکروہ[1] ہے اور اگر اسپر پانی چھڑک لیا جائے تو کراہت باقی نہ رہے گی۔ (قنیہ)۔

حالت بدل جانا

شراب اگر نئے مٹکے میں ہے اور اس کا سرکہ بنجائے تو وہ بالاتفاق پاک ہوجائے گی۔ (قنیہ) روٹی کو اگر شراب سے گوندھا گیا ہے تو دھونے سے پاک نہ ہوگی اور اگر مٹکے میں سرکہ ڈالدیں اور شراب کا اثر جاتا رہے تو وہ پاک ہوجائے گا (ظہیریہ) چپاتی اگر شراب میں پڑجائے اور اس کا سرکہ بنجائے تو صحیح یہ ہے کہ وہ چپاتی بھی پاک ہوجائے گی۔ بشرطیکہ شراب کی بو اس میں باقی نہ رہے یہی حکم پیاز کا ہے جبکہ وہ شراب میں ڈالی جائے اور شراب سرکہ بن جائے اس لئے کہ شراب کے جو اجزا اس میں ملے ہوئے ہیں وہ سرکہ ہوگئے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) شراب اگر پانی میں پڑے یا پانی شراب میں پڑے اور وہ سرکہ ہوجائے تو وہ پاک ہوجائے گا (خلاصہ) اگر شوربے میں شراب پڑجائے اور پھر سرکہ گرجائے تو وہ شوربا ترشی میں اگر سرکہ کے مانند ہے تو وہ پاک ہے۔ (ظہیریہ) چوہا شراب میں گرجائے اور پھٹ جانے سے قبل اس کو نکال لیں اس کے بعد شراب سرکہ بنجائے تو اس کے کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر وہ شراب کے اندر پھٹ جائے پھر اس کو نکالا جائے اس کے بعد شراب سرکہ بنے تو اس کا کھانا حلال نہیں۔ کتا اگر شیرہ کو چاٹے پھر اس کی شراب بنے اور وہ شراب سرکہ ہوجائے تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ اس لئے کہ کتے کا لعاب اس میں باقی ہے اور وہ سرکہ نہیں ہوتا (فتاویٰ قاضی خاں) یہی حکم اس صورت میں ہے جب پیشاب شراب میں گرجائے اور شراب سرکہ بن جائے۔ (خلاصہ) ناپاک سرکہ اگر شراب میں ڈالا جائے اور وہ شراب سرکہ بنجائے تو ناپاک رہیگی۔ اس لئے کہ جو ناپاک سرکہ اس میں ملا تھا وہ متغیر نہیں ہوا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) سور اور گدھا اگر نمک کی کان میں گرجائے اور نمک بنجائیں یا کسی چوبچہ میں گرکر مٹی بنجائیں تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک پاک ہوجائے گا۔ (محیط السرخسی) مٹکے کے شیرہ میں اگر جوش آجائے اور سخت ہوجائے اور اسپر جھاگ آجائیں پھر اس کا جوش موقوف اور کم ہوجائے پھر وہ سرکہ بن بنجائے تو اگر وہ سرکہ بہت دنوں تک اس میں چھوڑ دیا جائے اور سرکہ کے بخارات مٹکے کے منہ تک پہنچیں تو وہ مٹکا پاک ہوجائے گا۔ اسی طرح شراب لگا ہوا کپڑا سرکہ کے دھونے سے پاک ہوجاتا ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر ناپاک تیل صابن میں ڈالا جائے تو اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا جائیگا۔ اس لئے کہ اسمیں تغیر پیدا ہوگیا ہے۔

چمڑے کو دباغت دینا۔ جانور کو ذبح کرنا کنوئیں سے پانی نکالنا

"نجاستوں کو پاک کرنے کے مزید یہ تین طریقے ہیں"

یعنی چمڑے کو اگر دباغت دیدی جائے اور جانور کو ذبح کردیا جائے اور کنوئیں سے پانی نکالا جائے تو یہ سب چیزیں پاک ہوجاتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی تفصیل گذر چکی ہے۔

[1] یہ کراہت تنزیہی ہے۔

متعلقہ مسائل

اگر کسی عضو پر نجاست لگ جائے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یہانتک کہ اس کی نجاست کا اثر باقی نہ رہے تو عضو پاک ہو جائے گا۔ اسی طرح چھری پر اگر نجاست لگ جائے اور اس کو زبان سے چاٹ لے یا اپنا تھوک لگا کر اس کو پونچھ ڈالے تو وہ پاک ہو جائے گی۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر کپڑے کو زبان سے چاٹے یہانتک کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہو جائے گا (محیط) اگر کسی نے منہ بھر کے قے کی پھر وضو کیا اور کلی نہ کی یہانتک کہ نماز پڑھ لی تو وہ نماز جائز ہوگی اس لئے کہ منہ تھوک سے پاک ہو جاتا ہے۔ بچے نے اگر ماں کے پستان پر قے کر دی پھر پستان کو متعدد بار چوسا تو پاک ہو جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) دُھنی ہوئی نجس روئی اگر پھر دھنی جائے اگر پوری یا آدھی نجس تھی تو پاک نہ ہوگی اور اگر تھوڑی سی نجس تھی جس میں یہ احتمال ہے کہ اسقدر دھننے میں نکل گئی تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائے گا۔ جیسے نجس خرمن[1] جب کسان اور عامل کے درمیان تقسیم کیا جائے تو اس کی طہارت کا حکم کیا جاتا ہے۔ (خلاصہ) گیہوں کے خرمن کو اگر گدھے گاہیں اور ان کا پیشاب اور لید کچھ گیہوں پر پڑ جائے اور یہ ناپاک گیہوں اور گیہوں کے ساتھ ملے ہوئے ہوں تو فقہانے کہا ہے کہ اگر ان میں سے تھوڑے نکال کر دھوئے جائیں پھر سب ملا دیئے جائیں تو ان کا کھانا جائز ہوگا اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ تھوڑے سے گیہوں اس میں سے نکال کر کسی کو ہبہ کر دے یا صدقہ دیدے (ذخیرہ) نجس رانگ پگھلانے سے پاک ہو جاتا ہے موم پاک نہیں ہوتا (تبیینہ) چوہا اگر گھی میں مر جائے اور وہ جما ہوا ہو تو اس کے آس پاس کا گھی نکالکر پھینک دیا جائے۔ باقی گھی پاک ہے وہ کھایا جا سکتا ہے۔ گھی اگر پتلا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ لیکن کھانے کے علاوہ اور طرح فائدہ اٹھانا جیسے روشنی کرنا اور چمڑے کی دباغت دینا جائز ہے (خلاصہ) اگر اس کی دباغت دیجائے تو اس کو دھویا جائے گا۔ پھر اگر وہ نچڑ سکے تو تین بار اس کو دھوئیں اور نچوڑیں اور اگر نچڑ نہ سکے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین بار دھوئیں اور ہر بار خشک کریں۔ (بدائع) اور جمے ہوئے گھی کی تعریف یہ ہے کہ اگر کسی طرف سے تھوڑا سا گھی نکالا جائے تو اسیوقت سب مل کر برابر نہ ہو جائے اور اگر اسی وقت سب گھی مل کر برابر ہو جائے تو وہ پتلا ہے (فتاویٰ غرائب)۔

دُوسری فصل۔ ناپاک چیزوں کا بیان

نجس چیزوں کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک مغلظہ۔ یہ بقدر درہم معاف ہے درہم میں مختلف روایات ہیں صحیح یہ ہے کہ اگر نجاست جسم دار ہے تو وزن کا اعتبار کیا جائیگا۔ اس کا وزن اس بڑے درہم کے برابر ہونا چاہئے جو ایک مثقال کا ہوتا ہے۔ اور اگر نجاست جسم دار نہیں ہے تو اس میں پیمائش کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس کی مقدار ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر ہے (تبیین۔ کافی۔ اکثر فتاویٰ) ایک مثقال کا وزن بیس قیراط کا ہوتا ہے۔ اور شمس الائمہ سے یہ منقول ہے کہ ہر زمانہ میں اسی زمانے کے درہم کا اعتبار کیا جاتا ہے اور صحیح وہی ہے جو پہلے بیان کیا گیا۔ (یہ سراج وہاج میں ایضاح سے منقول ہے) جو چیزیں انسان کے بدن سے نکلتی ہیں جن کے نکلنے سے وضو یا غسل واجب ہو جاتا ہے۔ وہ مغلظہ ہیں جیسے پاخانہ، پیشاب، منی، مذی، ودی، کچلو، پیپ اور قے جو منہ بھر کر آئے (بحر الرائق) حیض و نفاس اور استحاضہ کے خون کا یہی حکم ہے (سراج الوہاج) بچہ کے پیشاب کا

---

[1] ظاہر یہ ہے کہ خرمن پورا ناپاک نہیں ہوا۔

بھی یہی حکم ہے لڑکا ہو یا لڑکی کھانا کھاتے ہوں یا نہ کھاتے ہوں۔ (اختیار شرح مختار) شراب، بہتا ہوا خون، مردار کا گوشت اور جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان کا پیشاب اور لید اور بیل کا گوبر، پاخانہ، کتے کا گو۔ بط اور مرغابی کی بیٹ ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔ اور یہ سب نجاست غلیظہ نجس ہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں) درندے جانور، بلی اور چوہے کے پاخانہ کا بھی یہی حکم ہے۔ (سراج الوہاج)، بلی یا چوہے کا پیشاب اگر کپڑے کو لگ جائے تو بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر درہم کی مقدار سے زیادہ ہو تو کپڑا نجس ہو جائے گا۔ اور یہی ظاہر ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں) سانپ کا پاخانہ اور پیشاب نجاست غلیظہ نجس ہے۔ جونک کی بیٹ کا بھی یہی حکم ہے۔ (تاتارخانیہ) بڑی گلی اور گرگٹ کا خون نجس ہے بشرطیکہ بہتا ہوا ہو (ظہیریہ) یہ درھم کی مقدار سے زائد اگر کپڑے کو لگ جائے تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (محیط)۔

"نجاست خفیفہ"

نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم معاف ہے۔ یہ اکثر متون میں لکھا ہے۔ چوتھائی کپڑے میں اختلاف ہے بعض حضرات نے کہا ہے اس حصہ کی چوتھائی کا اعتبار ہے جہاں نجاست لگی ہوئی ہے مثلاً دامن آستین اور کلی۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہو۔ اور اگر نجاست بدن پر لگی ہوئی ہو تو اس عضو کے چوتھائی حصہ کا اعتبار کیا جائے گا جس پر نجاست ہے جیسے ہاتھ پیر۔ صاحب تحفہ، محیط، بدائع اور مجتبیٰ اور سراج الوہاج نے اسی کو صحیح کہا ہے۔ اور حقائق میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے۔ (بحر الرائق) گھوڑے اور حلال جانوروں کا پیشاب اور وہ پرند جانور جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا ان سب کی بیٹ نجاست خفیفہ نجس ہے۔ (کنز) نجاست کے خفیف ہونے کا حکم کپڑے میں جاری ہوتا ہے پانی میں جاری نہیں ہوتا۔ (کافی) شہید کا خون جبتک بدن پر ہے پاک ہے اور جب اس سے جدا ہو جائے تو نجس ہے ہر شے کے "پتہ" کا حکم اس کے پیشاب کے مانند ہے۔ (ظہیریہ)۔ سوئی کے سرے کے برابر پیشاب کی جو چھینٹیں اڑتی ہیں وہ ضرورت کی وجہ سے معاف ہیں۔ اگرچہ تمام کپڑے پر پڑ جائیں (تبیین) سوئی کی دوسری جانب یعنی (ناکہ) کے برابر جو پیشاب کی چھینٹیں پڑتی ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے (کافی۔ تبیین) یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ چھینٹیں اڑ کر کپڑے یا بدن پر گریں۔ لیکن چھینٹیں اگر پانی میں گریں تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ اور کچھ معاف نہ ہوگا اس لئے کہ بدن، کپڑے اور مکان کے اعتبار سے پانی کے طہارت کی زیادہ تاکید ہے۔ (سراج الوہاج) اور اگر پیشاب کی چھینٹیں بڑے سوئے کے سرے کے برابر اڑیں تو نماز جائز نہ ہوگی۔ (بحر الرائق)۔

متعلقہ مسائل

سانپ کی کھال نجس ہے اگرچہ اس کو ذبح کیا جائے اس لئے کہ یہ دباغت کو قبول نہیں کرتا۔ (ظہیریہ) سانپ کی کینچلی صحیح یہ ہے کہ پاک ہے (خلاصہ) سوتے ہوئے آدمی کا لعاب پاک ہے خواہ منہ سے نکلا ہو یا معدے سے آیا ہو یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مردے کے لعاب کو بعض حضرات نے نجس کہا ہے (سراج الوہاج) ریشم کے کیڑوں کا پانی ان کی آنکھ اور بیٹ پاک ہے (قنیہ) جن پرندوں کا گوشت کھایا جاتا ہے جیسے کبوتر اور چڑیا ان کی بیٹ ہمارے نزدیک

پاک ہے (سراج وہاج) اور صحیح یہ ہے گدھی کا دودھ پاک ہے۔ (تبیین۔ امنیۃ المصلی) اور یہی اصح ہے (ہدایہ) لیکن اسکا پینا جائز نہیں ہے (نہایہ۔خلاصہ) جانور کو ذبح کرنے کے بعد جو خون اس کی رگوں میں باقی رہتا ہے اگرچہ کافی مقدار میں کپڑے کو لگ جائے تب بھی اس سے کپڑا خراب نہیں ہوتا (فتاویٰ قاضی خاں) گوشت میں جو خون باقی رہ جاتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے اس لئے کہ یہ خون بہتا ہوا نہیں ہے (محیط السرخسی) بہتا ہوا خون جو گوشت میں لگ جاتا ہے وہ ناپاک ہے (منیۃ المصلی) جگر اور تلی کا خون نجس نہیں ہے (خزانۃ الفتاویٰ)۔ کھٹمل۔ پسو، جوں اور کتان کا خون پاک ہے اگرچہ بہت ہو (سراج الوہاج) مچھلی اور پانی میں رہنے والے جانوروں کا خون امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک کپڑے کو خراب نہیں کرتا (فتاویٰ قاضی خاں)۔

چوہے کی مینگنی اگر برتن میں گر کر گیہوں کے ساتھ پس جائے یا تیل کے برتن میں گر جائے تو آٹا اور تیل جبتک ان کا مزہ نہ بدلے خراب نہیں ہوتے۔ فقیہہ ابو اللیث نے کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں اور مسائل ابوحفص میں ہے کہ چوہے کی مینگنی اگر راب یا سرکہ میں گر جائے تو وہ خراب نہیں ہوتا۔ (محیط) اگر کپڑے پر ناپاک تیل درھم کی مقدار سے کم گرے لیکن پھیل کر درہم کی مقدار سے زائد ہو جائے تو بعض کے نزدیک یہ جواز صلوٰۃ کیلئے مانع ہے۔ اکثر لوگوں نے اسی قول کو لیا ہے (سراج الوہاج)۔ اور یہی قول اختیار کیا جاتا ہے (منیۃ المصلی) ناپاک کپڑا اگر پاک کپڑے میں لپیٹ دیا گیا ہے اور وہ تر ہے اور اس کی تری پاک کپڑے میں بھی ظاہر ہو گئی۔ لیکن پاک کپڑا اتنا تر نہیں ہوا کہ اگر نچوڑیں تو رطوبت گرے یا قطرے ٹپکیں تو اصح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر پاک کپڑا ایک ناپاک کپڑے پر یا تر نجس زمین پر بچھایا جائے اور نجاست کپڑے میں اثر کرے لیکن اسقدر تر نہ ہو کہ نچوڑنے میں اس سے رطوبت گرے مگر نجاست کی تری کی جگہ معلوم ہوتی ہو تو اصح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہ ہوگا۔ (خلاصہ)۔ اگر گیلا پاؤں ناپاک زمین یا ناپاک بچھونے پر رکھے تو وہ ناپاک نہ ہوگا۔ اور اگر خشک پیر ایسے نجس بچھونے پر رکھا جو گیلا ہے اور پیر بھیگ گیا تو ناپاک ہو جائیگا۔ اور نمی کا اعتبار نہیں ہے یہی مختار ہے۔ یہ سراج وہاج میں فتاویٰ سے لکھا ہے؛ مٹی میں ملے ہوئے گوبر سے اگر چھت لیپی جائے اور خشک ہو جائے پھر اس پر بھیگا ہوا کپڑا رکھدیا تو وہ ناپاک نہ ہوگا۔ سوکھا ہوا گوبر یا ناپاک مٹی جب ہوا سے اڑکر کپڑے پر پڑے تو جبتک اس میں نجاست کا اثر نظر نہ آئے ناپاک نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔ ہوا اگر گندگیوں پر سے گذر کر کسی کپڑے کو لگ جائے اور اس میں نجاست کی بو آنے لگے تو ناپاک ہو جائے گا۔ اور نجاستوں کے بخارات لگنے سے کپڑا نجس نہیں ہوتا۔ یہی صحیح ہے۔ (ظہیریہ) نجاست کا دھواں اگر کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو صحیح یہ ہے کہ وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ (سراج الوہاج) فتاویٰ میں لکھا ہے اگر گوبر کسی گھر میں جلایا گیا اور اسکا دھواں اور بخار اوپر کی جانب چڑھا اور روشندان کے توے میں جاکر جم گیا پھر وہ پگھلا یا توے میں سے قطرے نکلے اور وہ کپڑے کو لگے تو استحساناً یہ حکم ہے کہ جب تک نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوگا وہ کپڑا خراب نہ ہوگا۔ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے اسی پر فتویٰ دیا ہے (فتاویٰ غیاثیہ) اور اصطبل کا یہی حکم ہے جب وہ گرم ہو اور دھواں نکلنے کے سوراخ پر توے کے اوپر نجاست جم جاتی ہو پھر اس توے میں سے قطرے ٹپکنے لگیں۔ اور حمام کا یہی حکم ہے جب اس میں نجاست جلائی جائے اور دیواروں اور روشندانوں سے قطرے ٹپکنے لگیں۔ فتاویٰ قاضی خاں)۔

اگر پانی سے استنجا کیا اور کپڑے سے نہ پونچھا پھر ریح خارج ہوئی تو فقہا کا یہ قول ہے کہ اس کا اردگرد ناپاک نہیں ہوگا۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ استنجا نہیں کیا لیکن پاجامہ پسینے یا پانی میں تر ہو گیا پھر ریح خارج ہوئی۔ (خلاصہ) اگر سردی کے موسم میں گھوڑے بندھنے کی جگہ میں جہاں لید وغیرہ جلتی رہتی ہے داخل ہوا اور اس کا بدن گیلا تھا یا کوئی گیلی چیز وہاں لے گیا اور اس کی گرمی سے خشک ہوئی تو ناپاک نہ ہوگی۔ لیکن اگر اثر ظاہر ہوا جیسے پاجامہ پر یا اُس ترشی پر خشک ہونیکے بعد زردی آجائے تو نجاست

کا حکم کیا جائے گا۔ (ذخیرہ) اگر کوئی شخص ایسے بچھونے پر سویا جس پر منی لگ کر خشک ہو گئی تھی اور اس کے پسینے سے بچھونا تر ہو گیا تو اگر بچھونے کی تری کا اثر اس کے بدن پر ظاہر نہیں ہوا تو وہ بدن ناپاک نہ ہوگا۔ اور اگر تری کا اثر بدن پر ظاہر ہو گیا تو ناپاک ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خان) اگر گدھے نے پانی میں پیشاب کیا اور اس کی کچھ چھینٹیں کسی آدمی کے کپڑے پر پڑیں یہ جواز نماز کیلئے مانع نہیں ہے۔ اگرچہ بہت ہوں لیکن جب یقین ہو جائے کہ یہ چھینٹیں پیشاب کی ہیں تو ان سے نماز جائز نہ ہوگی۔ اور ایسے ہی اگر پاخانہ پانی میں پڑ جائے اور اس سے چھینٹیں اڑیں اور کپڑے پر پڑیں تو اگر چھینٹوں کے اثرات کپڑے پر ظاہر ہو جائیں تو وہ ناپاک ہو جائیگا اور اگر ان کے اثرات کپڑے پر ظاہر نہیں ہوئے تو ناپاک نہ ہوگا۔ یہی قول مختار ہے اور اسی قول کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے خواہ پانی جاری ہو یا ٹھہرا ہوا ہو۔

اور ابوبکر محمد بن الفضل سے منقول ہے کہ اگر گھوڑے کے پیروں میں نجاست لگ گئی اور وہ پانی میں چلا اور اس کی چھینٹیں سوار کے کپڑے پر پڑیں تو وہ ناپاک ہو جائے گا ٹھہرا ہوا پانی ہو یا جاری ہو۔ قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے پہلا قول اصح ہے اس لئے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابراہیم حلبی) پاخانہ کی مکھیاں اگر کسی کپڑے پر بیٹھ جائیں تو ناپاک نہیں ہوتا لیکن اگر مکھیں غالب اور بہت ہوں تو ناپاک ہو جاتا ہے (فتاویٰ قاضی خاں)۔ ایک شخص کے پیروں میں کیچڑ بھر گئی یا مٹی میں چلا اور پیر نہ دھوئے اور نماز پڑھ لی اگر اس میں نجاست کا اثر نہیں ہے تو اس کی نماز جائز ہے۔ لیکن احتیاط پیر دھونے میں ہے (یہ فتاوی فراحانی میں واقعات حسامیہ سے نقل کیا ہے) پاک پانی میں اگر ناپاک مٹی ڈالی یا پاک مٹی میں ناپاک پانی ڈالا تو صحیح یہ ہے کہ گارا نجس ہو گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔ فقیہ ابواللیث نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (خلاصہ)۔ ناپاک بھوسہ گارے میں ڈالدیا اور وہ بھوسہ قائم ہے اور نظر آتا ہے اگر وہ مقدار میں زائد ہے تو ناپاک ہو جائے گا۔ اور اگر بھوسہ زائد نہیں ہے تو گارا ناپاک نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)، اور اگر خشک ہو گا تو اس کی طہارت کا حکم کیا جائیگا۔ (محیط)۔

کتے نے اگر کسی شخص کا عضو یا کپڑا پکڑ لیا تو جب تک اس پر تری ظاہر نہ ہو گی ناپاک نہ ہو گا خواہ کتا خوشی کی حالت میں ہو یا غصے کی۔ (منیۃ المصلی) صیرفیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے (شرح منیۃ المصلی۔ مصنفہ ابراہیم حلبی) کتا اگر مسجد کے بوریئے پر کھڑا ہوا سو گیا بوریا اگر خشک ہے تو ناپاک نہ ہوگا۔ اور اگر تر ہے اور نجاست کا اثر ظاہر نہیں ہوا تب بھی یہی حکم ہے (فتاویٰ قاضی خاں) ہاتھی کی ہڈی پاک ہے۔ یہی اصح ہے (محیط) ہاتھی کا لعاب چیتے اور شیر کے لعاب کی طرح ناپاک ہے۔ اگر ہاتھی کی سونڈ سے کسی کپڑے پر اس کا لعاب گر جائے تو ناپاک ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خاں) ہر جانور کا جگال اس کے پاخانہ کے مثل ہے (سراج الوہاج) اگر جو اونٹ یا بکری کی مینگنی میں ہیں تو دھو کر کھائے جائیں اور اگر بیل کے گوبر میں ہیں تو نہ کھائے جائیں۔ اس لئے کہ بیل کے گوبر میں سختی نہیں ہوتی۔ (ظہیریہ)۔

روٹی کے اندر سے چوہے کی مینگنی نکلی اگر مینگنی میں اس کی وہی سختی موجود ہے تو مینگنی پھینک دے اور روٹی کھائے (فتاویٰ قاضی خاں سراج الوہاج) دودھ پیتے ہوئے اگر مینگنی دودھ کے برتن میں گر جائے اور اسی وقت اس کو پھینک دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اگر دودھ میں مینگنی ٹوٹ جائے تو دودھ ناپاک ہو جائے گا پھر پاک نہ ہوگا۔ (فتاویٰ قاضی خاں) اگر کتے کے بالوں سے کمربند بنالیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے (خلاصہ) اگر بکری کا پیشاب اور آدمی کا پیشاب کسی چیز پر لگ جائے تو نجاست خفیفہ[1] نجاست غلیظہ کے تابع ہو جائے گی۔ (ظہیریہ)۔

---

[1] یعنی نجاست خفیفہ اس صورت میں نجاست غلیظہ کے حکم میں ہو گی۔ اگر دونوں ملکر قدر درہم سے زائد ہو جائیں تو نماز جائز نہ ہو گی۔ ۱۲

تیسری فصل - اِستنجا کا بیان

استنجا ان چیزوں سے جائز ہے جو پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہوں جیسے ڈھیلا، ریتا- لکڑی، کپڑا، چمڑہ اور اس کے علاوہ دیگر چیزیں- اور صحیح قول کے مطابق اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ نکلی ہوئی چیز عادت کے موافق ہے یا عادت کے خلاف- یہانتک کہ اگر دونوں راستوں سے خون یا چلپو نکلے تو بھی پتھر سے طہارت ہوجاتی ہے- اسی طرح استنجے کے مقام پر خارج سے اگر نجاست لگ جائے تب بھی پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے سے پاک ہوجاتا ہے- پتھروں سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں طرف زور دیکر بیٹھے- قبلہ، ہوا، سورج اور چاند کے رُخ سے منحرف رہے اور اپنے ہمراہ تین پتھر رکھے پہلے پتھر کو پیچھے لیجائے دُوسرے کو آگے لائے اور تیسرے پتھر کو پھر پیچھے لیجائے- ابوجعفر نے کہا ہے کہ یہ گرمی کے موسم کا حکم ہے لیکن جاڑوں کے موسم میں پہلے پتھر کو آگے لائے دوسرے کو پیچھے لیجائے اور تیسرے کو پھر آگے کی طرف لائے اور عورت ہمیشہ وہی عمل کرے جو مرد جاڑوں میں کرتا ہے- پھر متاخرین کا اتفاق ہے کہ پتھر سے استنجا کرلینے کے بعد جو نجاست باقی رہجاتی ہے پسینہ کے حق میں اس کا کوئی اعتبار نہیں- یہانتک کہ مقعد سے پسینہ نکل کر کپڑے یا بدن کو لگے تو ناپاک نہیں ہوتا- اور اگر وہ تھوڑے پانی میں بیٹھ جائے گا تو ناپاک ہوجائے گا- (تبیین) اور یہی صحیح ہے (ذخیرہ) استنجے میں کوئی عدد مسنون نہیں (تبیین) صاف ہونا شرط ہے یہانتک کہ اگر ایک پتھر سے صفائی حاصل ہوجائے تو سنت ادا ہوجائے گی- اور اگر تین پتھروں سے بھی صفائی حاصل نہ ہو تو سنت ادا نہ ہوگی (مضمرات) اور مستحب ہے کہ پاک پتھر دائیں جانب اور استنجا کیا ہوا پتھر بائیں جانب رکھے اور ان کی ناپاکی کی جانب نیچے کردے (سراج الوہاج) اگر بغیر ستر کھولے ہوئے استنجا ممکن ہو تو پانی سے استنجا افضل ہے اور اگر ستر کھولنے کی ضرورت پڑے تو پتھر سے استنجا کرے پانی سے نہ کرے (فتاوی قاضی خاں) اور افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے- (تبیین)-

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں یہی سنت ہے- اور بعض کا قول ہے کہ ہمیشہ یہی سنت ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے- (سراج الوہاج) پتھروں سے استنجا کرنا اسیوقت جائز ہے جب نجاست صرف مخرج پر لگی ہوئی ہو- لیکن نجاست اگر مخرج سے متجاوز ہے تو سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ مخرج سے تجاوز کی ہوئی نجاست اگر قدر درہم سے زائد ہو تو پانی سے دھونا فرض ہے اور صرف پتھروں سے پونچھنا جائز نہیں ہے- اسی طرح اگر ذکر کے کنارہ پر پیشاب قدر درہم سے زائد لگ جائے تو اسکا دھونا فرض ہے- اگر مخرج سے متجاوز نجاست مقدار درہم سے کم ہے یا بقدر درم ہے لیکن اگر اس کے ساتھ مخرج کی نجاست بھی شامل کرلی جائے تو درہم سے زائد ہوجاتی ہے پس اگر اس کو پتھر سے پونچھ لیا جائے اور پانی سے نہ دھویا جائے تو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے اور مکروہ نہیں- (ذخیرہ) اور یہی صحیح ہے (زاد) اگر نجاست موضع استنجا پر قدر درہم سے زائد لگی ہوئی ہے اور ڈھیلوں سے استنجا کیا اور پانی سے نہ دھویا تو شرح طحاوی میں مذکور ہے کہ اس میں اختلاف ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر اس کو تین پتھروں سے پونچھ لیا اور صاف کرلیا تو جائز ہے اور کہا ہے کہ یہی اصح ہے- فقیہہ ابواللیث نے بھی یہی کہا ہے- (محیط) اور یہی مختار ہے- (سراجیہ) اگر ذکر کے سرے پر درہم سے کم نجاست لگی ہوئی ہے اور دوسری جگہ پر بھی درہم سے کم نجاست لگی ہوئی ہے لیکن اگر دونوں کو جمع کریں تو مقدار درہم سے زائد ہوجاتی ہے تو ان دونوں کو جمع کیا جائے گا- (خلاصہ) اور یہی صحیح ہے (تجنیس) اگر مقعد کا مقام کشادہ ہے اور اس میں قدر درہم سے زائد نجاست لگی ہوئی ہے لیکن مقعد سے متجاوز نہیں ہے تو ابوشجاع سے اور ایسا ہی طحاوی سے منقول ہے

کہ پتھروں سے استنجا کافی ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول سے یہ زیادہ مشابہ ہے اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ (تبیین)۔

پیشاب سے استنجے کا طریقہ

پیشاب سے استنجے کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور اس کو دیوار یا پتھر یا ڈھیلے پر جو زمین سے اٹھا ہوا ہے رگڑے پتھر دائیں ہاتھ میں نہ لے اور اسی طرح ذکر داہنے ہاتھ میں اور پتھر بائیں ہاتھ میں نہ پکڑے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو سکے تو ڈھیلے کو دونوں ایڑیوں میں پکڑے اور ذکر بائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس پر رگڑے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پتھر کو دائیں ہاتھ میں پکڑے اور اس کو حرکت نہ دے (زاہدی) اور پاک کرنا اس وقت تک ضروری ہے جبتک دل میں یقین نہ ہو جائے کہ پیشاب اب نہ آئے گا (ظہیریہ)۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ چند قدم چل کر استنجا کرے اور بعض نے کہا ہے کہ زمین پر پیر مارے اور کھنکھارے اور دائیں پیر کو بائیں پر رکھے۔ اور بلندی سے پستی کی طرف اترے اور صحیح یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ جب اس کے دل میں اطمینان ہو جائے کہ سوراخ میں جو نجاست تھی وہ ختم ہو گئی تو استنجا ہو جائے گا۔ (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) (مضمرات) اور اگر شیطان اس کے دل میں وساوس ڈالے تو اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ جس طرح کہ نماز میں ایسے وساوس کی جانب توجہ نہ کرنی چاہئے۔ اور پیشاب کے مقام پر پانی چھڑکے یہاںتک کہ اگر پھر تری نظر آئے تو پانی کی تری خیال کرنی چاہئے۔ (ظہیریہ)۔

پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ

پانی سے استنجے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر روزہ دار نہیں ہے تو پاخانہ کے مقام کے خوب ڈھیلا کر کے بائیں ہاتھ سے اچھی طرح استنجا کرے اور بیچ کی انگلی کو ابتداء استنجا میں دوسری انگلیوں سے کچھ اونچا رکھے اور استنجا کی جگہ کو دھوئے پھر چھنگلیا کی پاس کی انگلی اٹھائے اور اس سے پاخانہ کے مقام کو دھوئے۔ اس کے بعد چھنگلیا اٹھائے اور پھر انگوٹھے کے پاس والی انگلی اٹھائے اور اسقدر دھوئے کہ اس کو پاکی کا یقین یا ظن غالب ہو جائے۔ اور خوب اچھی طرح دھوئے اور اگر روزہ دار نہیں ہے تو زیادتی نہ کرے۔ دھونے کی کچھ حد مقرر نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کے دل میں وسواس پیدا ہوتے ہیں تو اپنے لئے تین مرتبہ دھونے کی حد مقرر کر دے (تبیین)۔ استنجا میں تین انگلیوں سے زیادہ استعمال نہ کرے۔ انگلیوں کی چوڑائی سے استنجا کرنا چاہئے۔ ان کے سروں سے استنجا نہ کرے۔ (محیط السرخسی) پانی نرمی اور آہستگی سے بہائے سختی سے نہ مارے (مضمرات) نرمی سے ملے اور عامہ مشائخ نے کہا ہے انگلیں اٹھائے بغیر ہتھیلی سے دھونا کافی ہے۔ اور عامہ مشائخ نے کہا ہے کہ عورت کشادہ ہو کر بیٹھے اور ہتھیلی سے اوپر اوپر دھوئے اپنی انگلی اندر داخل نہ کرے (سراج الوہاج) اور یہی مختار ہے (تاتارخانیہ ناقلاعن الصیرفیۃ) عورت مرد سے زیادہ کشادہ ہو کر بیٹھے (مضمرات)

حجت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ پہلے مقعد (پاخانہ کا مقام) اور پھر پیشاب کے مقام کو دھوئے اور امام محمد امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول کو غزنوی نے اختیار کیا ہے اور یہی اشبہ ہے (شرح منیۃ المصلی مصنفہ ابن امیر الحاج) اور جب موضع استنجا پاک ہو جاتا ہے تو ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے (سراجیہ) اور استنجا کے بعد بھی ہاتھ دھوئے جس طرح کہ استنجے سے پہلے دھوئے تھے تاکہ خوب صاف ہو جائے۔ اور روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے استنجا کے بعد ہاتھ دھوئے اور دیوار پر ملے۔

(تجنیس) گرمیوں میں استنجا اچھی طرح کرے لیکن جاڑوں میں خوب زیادہ مبالغہ کے ساتھ استنجا کرنا چاہیئے تاکہ صفائی حاصل ہو جائے یہ اس صورت میں ہے کہ پانی ٹھنڈا ہو۔ اگر گرم ہے تو جاڑے ۔۔۔ اور گرمی کا موسم برابر ہے لیکن گرم پانی میں ٹھنڈے پانی سے ثواب کم ہے (مضمرات) مستحاضہ کو ہر نماز کے وقت کیلئے استنجا کرنا واجب نہیں ہے جب کہ پیشاب یا پاخانہ کرے۔ (سراجیہ)۔ اگر بایاں ہاتھ شل ہو جائے اور اس ہاتھ سے استنجا کرنا ممکن نہ ہو اور کوئی پانی ڈالنے والا نہ ملے تو استنجا نہ کرے اور اگر ماء جاری پر قادر ہو تو داہنے ہاتھ سے استنجا کرے (خلاصہ)۔

بیمار شخص کی اگر بیوی اور باندی نہیں ہے اور اس کے بیٹا یا بھائی ہے اور وہ شخص خود وضو نہیں کر سکتا تو اس کو اس کا بیٹا یا بھائی وضو کرادے لیکن استنجا نہ کرائے اس لئے کہ وہ اس کی پیشاب گاہ کو نہیں چھو سکتا اور استنجا اس سے ساقط ہو جائے گا۔ (محیط) بیمار عورت کا اگر شوہر نہیں ہے اور خود وضو کرنے سے عاجز ہے اور اس کی بیٹی یا بہن موجود ہے تو اس کو وضو کرائے اور اس سے استنجا ساقط ہو جائے گا۔ (فتاوی قاضی خاں) استنجا کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر بھول کر قبلہ کی طرف بیٹھ گیا تو مستحب ہے کہ قبلہ سے جس قدر بچنا ممکن ہو بچ جائے۔ (تبیین) ہمارے نزدیک اس مسئلہ میں آبادی اور جنگل کا کوئی فرق نہیں ہے۔ (شرح وقایہ) عورت کیلئے مکروہ ہے کہ اپنے بچے کا رُخ پیشاب یا پاخانہ پھراتے ہوئے قبلہ کی طرف کرے (سراج الوہاج) ہڈی، گوبر، لید، طعام، گوشت، شیشے، ٹھیکرے، پتے اور بال سے اور دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے (تبیین) اگر بائیں ہاتھ سے کسی عذر کی بنا پر استنجا نہیں کر سکتا تو بلا کراہت داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا جائز ہے (سراج الوہاج)۔ ناپاک چیزوں سے استنجا نہ کرنا چاہیئے اور اسی طرح جس پتھر سے وہ خود یا کوئی دوسرا شخص استنجا کر چکا ہے استنجا نہ کرے۔ اگر پتھر کے کئی کونے ہیں اور ہر مرتبہ ایسے کونہ سے استنجا کرے جس سے پہلے استنجا نہیں کیا تھا تو بلا کراہت جائز ہے (محیط) کاغذ سے استنجا نہ کرے اگرچہ سفید ہو۔ (مضمرات) پختہ اینٹ سے، کوئلے سے اور قیمتی شئی جیسے ریشمی کپڑا وغیرہ سے استنجا کرنا مکروہ ہے (زاہدی)۔

اِستنجا کی قِسمیں

دو قسمیں واجب ہیں۔ (۱) مخرج کا دھونا اسوقت ضروری ہے جب جنابت، حیض یا نفاس کی وجہ سے غسل کرے تاکہ نجاست بدن کے دیگر حصہ میں نہ پھیلے۔ (۲) جب نجاست مخرج سے متجاوز ہو جائے کم ہو یا زیادہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دھونا واجب ہے۔ اور اسمیں زیادہ احتیاط ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ کے نزدیک نجاست اگر قدر درہم سے متجاوز ہو جائے تو اسوقت دھونا واجب ہے اس لئے کہ مخرج پر جو نجاست لگی ہوئی ہے اسکا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اسکا کسی چیز سے پونچھ لینا کافی ہے۔ بس معتبر وہی نجاست ہے جو مخرج کے علاوہ ہو۔

(۳) استنجا کرنا سنت ہے اور یہ اسوقت ہے جب نجاست مخرج سے آگے نہ بڑھے۔

(۴) استنجا کرنا مستحب ہے اور یہ اس وقت ہے جب پیشاب کیا اور پاخانہ نہ پھرا تو پیشاب کے مقام کو دھوئے۔

(۵) استنجا کرنا بدعت ہے جب ریح خارج ہوئی ہو اور اس کے بعد استنجا کرے (اختیار شرح مختار)۔

جب بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ جن کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے ان کے علاوہ دوسرے کپڑے پہن کر بیت الخلا میں جائے۔ اگر اس کیلئے ممکن ہو۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنے کپڑوں کو نجاست اور ماء مستعمل سے محفوظ رکھنے کی کوشش

کرے۔ سر ڈھک کر بیت الخلا میں جائے۔ اگر انگوٹھی پر اللہ کا نام یا قرآن مجید کی کوئی آیت کندہ ہے تو اس کو پہن کر بیت الخلا میں داخل ہونا مکروہ ہے (سراج الوہاج) بیت الخلا میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھنی مستحب ہے :-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ "اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں پلیدی سے اور پلید چیزوں سے"۔

بیت الخلا میں داخل ہوتے ہوئے بایاں پیر آگے بڑھائے اور نکلے تو دایاں پیر بڑھائے۔ (تبیین) کھڑے ہونے کی حالت میں ستر نہ کھولے۔ دونوں پیر دور دور رکھے بائیں جانب کو جھکا رہے اور بات نہ کرے۔ اللہ کا ذکر نہ کرے۔ چھینکنے والے کا۔ سلام کا اور اذان کا جواب نہ دے اور اگر چھینک آجائے تو دل میں الحمد للہ پڑھے اور زبان نہ ہلائے۔ بلا ضرورت اپنا ستر نہ دیکھے، بول و براز پر نظر نہ کرے۔ نہ تھوکے نہ ناک چھنکے نہ کھنکھارے نہ زیادہ اِدھر اُدھر دیکھے۔ اپنے بدن سے نہ کھیلے۔ آسمان کی جانب نظر نہ اٹھائے پیشاب اور پاخانہ میں زیادہ دیر تک نہ بیٹھے۔ (سراج الوہاج)۔

جب بیت الخلا سے نکلے تو یہ دعا پڑھے :-

الحمد للہ الذی اخرج عنی ما یوذینی وابقی ما ینفعنی ؕ	اللہ ہی کے لئے ہر قسم کی ستائش ہے جس نے وہ چیز نکال دی جو مجھے تکلیف دیتی تھی اور وہ چیز باقی رکھی جو مجھے فائدہ دیتی ہے۔

جاری پانی میں یا ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہ ہے۔ نہر، کنویں، حوض یا چشمہ کے کنارہ پر یا پھلدار درخت کے نیچے یا کھیتی میں یا ایسے سائے میں جہاں بیٹھنے کا آرام ہے۔ مسجد یا عید گاہ کے برابر۔ قبروں میں اور چوپائے اور جانوروں اور مسلمانوں کے راستے میں پیشاب یا پاخانہ کرنا مکروہ ہے نیچی جگہ میں بیٹھ کر اونچی جانب پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ چوہے، سانپ اور چیونٹی کے سوراخ میں اور اسی طرح ہر سوراخ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ کھڑے ہو کر۔ لیٹ کر۔ اور بلا عذر ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ اگر عذر ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر پیشاب کرنے کا ارادہ کرے اور زمین سخت ہو تو پتھر سے اس کو کوٹ لے یا کھود لے تاکہ اس پر چھینٹیں اڑ کر نہ پڑیں۔ پیشاب کرکے اسی جگہ وضو کرنا یا نہانا مکروہ ہے۔ (سراج الوہاج)۔

الیٰ ھنا تمت مسائل الطہارۃ ویتلوہ کتاب الصلوٰۃ انشاء اللہ تعالیٰ